القرآن الکریم

بمع اردو ترجمہ اور تفسیر

حصہ اوّل

پارہ ۱ تا ۱۰

ترجمہ مولانا محمد جوناگڑھی

تفسیر بحوالہ صحیح بخاری وصحیح مسلم

مفسرین امام ابن کثیر، فتح القدیر اور امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہم

کتابت بذریعہ کمپیوٹر اور (C D) حاجی بشیر احمد اختر ڈائریکٹر ایڈمن

STS (پرئیویٹ لمیٹڈ) لاہور

سرٹفیکیٹ تصحیح

ہم نے اس قرآن کریم کو بغور پڑھا ہے اور ہم پورے وثوق کے ساتھ تصدیق کرتے ہیں کہ عربی الفاظ وترجمہ اور تفسیر کے متن مین کوئی غلطی نہیں ہے.

پھر بھی اگر کوئی غلطی اس نسخہ میں نظر آئے تو اسے لازمۂ بشریت سمجھئے اور آپ اپنے دستِ مبارک سے اسے درست کر لیجئے اس تکلیف فرمائی کا خدا آپ کو اجر دے گا.

تصحیح کندہ

(تصحیح عربی آیات)
حافظ وقاری احسان الحق حقانی
مدرس جامع مسجد بلال
بی بلاک الفیصل ٹاؤن
لاہور کینٹ

(تصحیح اردو ترجمہ وتفسیر)
مسٹر محمد اقبال (ڈپوٹی سپرنٹنڈنٹ
ریٹائرڈ پاکستان رینجرز)
ایڈمن مینجر STS
(پرائیویٹ) لمیٹڈ لاہور

مقدمہ

عربی زبان سے ناواقف مسلمانوں کے لئے قرآن فہمی کی راہ ہموار کرنے کے لئے اور تبلیغ کی اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے، قرآن کریم کو (میری جانب سے لوگوں تک پہنچاؤ خواہ ایک ہی آیت کیوں نہ ہو) بیان کی گئی ہے.

جو قرآن کریم مع ترجمہ اور تفسیر خادم حرمین شریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز آل سعود کی طرف سے بطور ہدیہ حجاج کرام کو پیش کیا جاتے ہیں مجھ گناہ گار کو بھی مارچ ۲۰۰۰ء میں حج کرنے کا شرف حاصل ہوا اور اور مذکورہ قرآن مجید بطور ہدیہ ملا اور میں نے اس کا بغور مطالعہ کیا اور میں نے متعدد قرآن کریم مع ترجمہ اور تفسیر پڑھے لیکن اس قرآن کریم کی اس قدر جامع تفسیر مجھے کہیں نہیں ملی چنانچہ میں نے دن رات ۱۲ سے ۱۴ گھنٹے روزانہ کام کرنے کے بعد تقریباً دو سال کے عرصہ میں عربی آیات، ترجمہ اور تفسیر کی بعینہٖ نقل آسان اردو اور بڑے حروف میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی کمپیوٹر کے ذریعہ سے خود کتابت اور (سی ڈی) تیار کی ہے. حاشیہ کا پرانا اور دشوار طریقہ ترک کر کے ہر آیت کے نیچے اس کا ترجمہ اور تفسیر کا انداز اختیار کیا گیا ہے تا کہ قارئین کرام کو ہر آیت کے مفہوم کو سمجھنے میں مزید آسانی ہو.

ترجمہ مولانا محمد جونا گڑھی کے قلم سے ہے اور مفسرین امام ابن کثیر، فتح القدیر اور امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہم

۱۔ کتابت بذریعہ کمپیوٹر اور (C D) حاجی بشیر احمد اختر
ڈائریکٹر ایڈمن STS (پرئیویٹ لمیٹڈ)
ڈی بلاک الفیصل ٹاؤن لاہور کینٹ

۲۔ تصحیح عربی آیات حافظ و قاری احسان الحق حقانی
بی بلاک الفیصل ٹاؤن لاہور کینٹ

۳۔ تصحیح اردو ترجمہ اور تفسیر مسٹر محمد اقبال
(ڈپوٹی سپرنٹنڈنٹ ریٹائرڈ پاکستان رینجرز)

پیغام

۱۔ جب سے ہم نے قرآن حکیم کی تعلیمات پرعمل کرنا چھوڑ دیا اور اُسے پسِ پشت ڈال دیا تو شکست اور مغلوبی ہمارا مقدر بن گئی۔ ہم مستقبل میں اللہ کی اسی کتاب پر عمل کر کے رفعت اور بلندی حاصل کر سکتے ہیں۔ اللہ ہمیں اس کتاب کو سمجھنے، اس پر عمل کرنے اور اس سے ہدایت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے

۲۔ قرآن حکیم کی تعلیمات کا خلاصہ دو لفظوں میں بیان کیا جائے تو وہ لفظ عقیدہ اور شریعت ہیں۔ جہاں تک عقیدے کا تعلق ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کو پروردگار سمجھ کر اس پر ایمان لایا جائے جس کے سوا اور کوئی عبادت کے قابل نہیں اور اللہ کے رسولوں پر ایمان لایا جائے جو انسانوں کے راہبر و ہادی تھے. اس میں اُخروی زندگی پر ایمان بھی شامل ہے.

۳۔ قرآن کریم وہ کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ پر جبریل علیہ السلام کے ذریعے سے نازل فرمائی تاکہ لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر نور ہدایت کی طرف لایا جائے اور انہیں بتوں کی پرستش سے بچا کر اسلام کے عدل کی طرف لایا جائے۔ قرآن وہ کتاب عظیم ہے جو مخلوقات کے حق میں ازلی نصب العین اور رہنمائی کرتی ہے. بلاشُبہ وہ سننے والا، اور قبول کرنے والا ہے۔

۴۔ قرآن کریم جس کے نزول کو چودہ صدیاں گذر چکی ہیں اللہ تعالیٰ نے اس لئے نہیں نازل فرمایا تھا کہ ہم غور و تدبر اور عمل کے بغیر ہی اس کی آیات کی تلاوت کرتے رہیں۔ کیا آپ یہ قرآن کریم بمعہ ترجمہ اور تفسیر بغور پڑھیں گے, سمجھیں گے, عمل کریں گے, ہمارے لئے اور اپنے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کریں گے! آمین ثمہ آمین.

حاجی بشیر احمد اختر (ریٹائرڈ انسپکٹر پاکستان رینجرز)

ڈائریکٹر ایڈمن STS (پرئیویٹ لمیٹڈ)

الٓمٓ	سورت	فاتحہ	بقرہ
	صفحہ	۵	۱۱

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سُوۡرَةُ الۡفَاتِحَةُ یہ سورت مکی ہے اِس میں سات آیات ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔(۱)

ۃ۔۱ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے(۱) جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے(۲)۔

ا۔ا سُوۡرَةُ الۡفَاتِحَةُ الۡكِتَابَ سورۃ فاتحہ مکی ہے اِس میں سات آیتیں ہیں سورۃ فاتحہ قرآن مجید کی سب سے پہلی سورت ہے, جس کی احادیث میں بڑی فضلیت آئی ہے۔فاتحہ کے معنی آغاز اور ابتدا کے ہیں اس لیئے اسے ُ الۡكِتَابَ کہا جاتا ہے۔اِس کا ایک اہم نام,الصلواۃ بھی ہے جیسا کہ ایک احادیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا(اَقۡسَمۡتُ الصلَاۃ) ُ میں نے نماز کو اپنے بندے کے درمیان تقسیم کر دیا مراد سورۃ فاتحہ ہے جس کا نصف حصہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور اُس کی رحمت و ربوبیت اور عدل و بادشاہت کے بیان میں ہے اور نصف حصے میں دعا و مناجات جو بندہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کرتا ہے اس حدیث میں سورۃ فاتحہ کو" نماز" سے تعبیر کیا گیا ہے۔جس سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں اس کا پڑھنا ضروری ہے چناچہ نبی ﷺ کے ارشادات میں سے اس کی خوب وضاحت کر دی گئی ہے فرمایا اُس شخص کی نماز نہیں جس نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی منفرد ہو یا امام کے پیچھے مقتدی ۔ سری نماز ہو یا جہری فرض نماز ہو یا نفل ۔ ہر نمازی کے لئے سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ضروری ہے۔ اس کی مزید تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ ایک مرتبہ

نماز فجر میں بعض صحابہ کرام بھی نبی ﷺ کے ساتھ قرآن کریم پڑھتے رہے جس کی وجہ سے آپ ﷺ پر قراءت بوجھل ہوگئی نماز ختم ہونے کے بعد جب آپ ﷺ نے پوچھا کہ تم بھی ساتھ ساتھ پڑھتے رہے ہو؟ اُنہوں نے ہاں میں جواب دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تم ایسا مت کیا کرو یعنی ساتھ ساتھ مت پڑھا کرو البتہ سورۃ فاتحہ ضرور پڑھا کرو کیونکہ اس کے پڑھنے کے بغیر نماز نہیں ہوتی ۔اسطرح ا بوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روائت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جس نے بغیر سورۃ فاتحہ کے نماز پڑھی اُس کی نماز ناقص ہے تین مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ا بوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ سے عرض کیا گیا (امام کے پیچھے بھی ہم نماز پڑھتے ہیں اُس وقت کیا کریں)؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ نے امام کے پیچھے " جب قرآن پڑھا جائے تو سنو اور خاموش رہو " جب ا مام قراءت کرے تو خاموش رہو مطلب یہ ہے کہ (جہری نمازوں) فجر ،مغرب اور عشاء میں مقتدی سورۃ فاتحہ کے علاوہ باقی قراءت خاموشی سے سنیں۔ا مام کے ساتھ قرآن نہ پڑھیں۔یا ا مام سورۃ فاتحہ کی آیات وقفوں کے ساتھ پڑھے تا کہ مقتدی بھی احادیث صحیحہ کے مطابق سورۃ فاتحہ پڑھ سکیں یا امام سورۃ فاتحہ کے بعد اتنا وقفہ کرے کہ مقتدی سورۃ فاتحہ پڑھ لیں اس طرح آیت قرآنی اور احادیث صحیحہ میں الحمدوللہ کوئی احتراز نہیں رہتا۔دونوں پر عمل ہو جاتا ہے۔جبکہ سورۃ فاتحہ کی ممانت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ خاکم بدہن قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں ٹکرا ؤ ہے اور دونوں میں کسی ایک پر ہی عمل ہوسکتا ہے بیک وقت دونوں پر عمل ممکن نہیں۔ **نَعُوْذُ بِاللہ مِنْ ھَذا** سورۃ الاعراف آیت ۲۰۴ یہاں یہ بات بھی واضع رہے کہ ا مام ابن تیمیہ رحمت اللہ علیہ کے نزدیک علماء کی اکثریت کا قول یہ ہے کہ اگر مقتدی امام کی تمام قرأت سُن رہا ہو تو نہ پڑھے اور اگر نہ سُن رہا ہو تو پڑھے۔

یہ سورۃ مکی ہے ۔ مکی یا مدنی کا مطلب یہ ہے کہ جو سورتیں ہجرت (۱۳ نبوت) سے قبل نازل

ہوئیں وہ مکی ہیں,خواہ اُن کا نزول مکہ مکرمہ میں ہوا ہویا اس کےآس پاس، اور مدنی وہ سورتیں ہیں جو ہجرت کے بعدنازل ہوئیں خواہ وہ مدینہ یا اُس کےآس پاس میں نازل ہوئیں یااس سے دور حتیٰ کہ مکہ اوراُس کے اطراف ہی میں کیوں نہ نازل ہوئی ہوں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ کی بابت اختلاف کہ آیایہ ہرسورت کی مستقل آیت ہے, یا ہرسورت کی آیت کا حصہ ہے یا یہ صرف سورہ فاتحہ کی ایک آیت ہے یاکسی بھی سورت کی مستقل آیت نہیں ہے,اسے صرف دوسری سورت سے ممتاز کرنے کیلیئے ہرسورت کے آغاز میں لکھا جاتاہے علماءمکہ وکوفہ نے اسےسورۃ فاتحہ سمیت ہر سورت کی آیت قراردیاہے, جبکہ علماء مدینہ ,بصرہ اورشام نے اسے کسی بھی سورت کی آیت تسلیم نہیں کیا ۔

سوائے **سورۃ نمل** کےکی آیت ۳۰ کے,کہ اس میں بالاتفاق بسم اللہ اس کا جزوہے۔اس طرح (جہری)نمازوں میں اس کے اُ ونچی آواز سے پڑھنے پر بھی اختلاف ہے۔بعض اونچی آواز سے پڑھنے کے قائل ہیں اوربعض سری (دھیمی)آواز سے اکثر علمانے سری آواز سے پڑھنےکو بہتر قراردیاہے .

۱۔۱ بسم اللہ کوآغاز میں ہی الگ کیا گیاہےیعنی اللہ کے نام سے پڑھتا, یاشروع کرتا یاتلاوت کرتا ہوں ہراہم کام کےشروع کرنے سے پہلےبسم اللہ پڑھنےکی تاکید کی گئی ہے۔چناچہ حکم دیا گیاہے کہ کھانے , ذبح ,وضو اور جماع سے پہلے بسم اللہ پڑھو ۔ تاہم قرآن کریم کی تلاوت کے وقت ، **بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ**، سے پہلے﴿ **اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ** ﴾پڑھنا بھی ضروری ہے جب تم قرآن کریم پڑھنےلگوتواللہ کی جناب میں شیطان رجیم سے پناہ مانگو۔

۱۔۲ **الحمد** میں ٗ **ال** ٗ مخصوص کے لئے ہےیعنی تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں یا اس کے لئے خاص ہیں کیونکہ تعریف کا اصل مستحق اورسزاوارصرف اللہ تعالیٰ ہے۔کسی کے اندرکوئی خوبی,حسن یا کمال ہےتووہ بھی اللہ تعالیٰ کا پیدا کردہ ہےاس لئے حمد (تعریف) کا مُستحق بھی وہ ہی ہے۔اللہ یہ اللہ کا

ذا تی نام ہے،اس کا استعمال کسی اور کے لئے جائز نہیں لَا اِلٰهَ افضل الذکر اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کو افضل دعا کہا گیا ہے۔(ترمذی،نسائی وغیرہ) صحیح مسلم اور نسائی کی روائت میں ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ میزان کو بھر دیتا ہے اسی لئے ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ اللہ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ ہر کھانے پر اور پینے پر بندہ اللہ کی حمد کرے۔(صحیح مسلم)

۲۔۲ (رَبِّ) اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے،جس کا معنی ہر چیز کو پیدا کر کے ضروریات کو مہیا کرنے اور اس کو تکمیل تک پہنچانے والا۔اس کے استعمال بغیر اضافت کے کسی اور کے لئے جائز نہیں (عالمین) عَالَمٌ (جہان) جہان کی جمع ہے۔ویسے تو تمام خلائق کے مجموعے کو عالم کہا جاتا ہے،اس لئے اس کی جمع نہیں لائی جاتی۔لیکن یہاں اس کی ربوبیت کاملہ کے اظہار کے لئے عالم کی بھی جمع لائی گئی ہے،جس سے مراد مخلوق کی الگ الگ جنسیں ہیں۔مثلاً عالم جن,عالم انس, عالم ملائکہ اور عالم وحوش و طیور وغیرہ ۔ ان تمام مخلوکات کی ضرورتیں ایک دوسرے سے قطعًا مختلف ہیں لیکن رَب الــعــــالــمِیْــن سب کی ضروریات ،ان کے احوال وظروف اور طبائع واجسام کے مطابق مہیا فرماتا ہے۔

ة۔۳ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا(ا) .

۳۔ا یعنی اللہ تعالیٰ بہت رحم کرنے والا ہے اور اس کی دیگر صفات اسی طرح دائمی ہے۔بعض علما کہتے ہیں رحمان میں رحیم نسبت زیادہ مبالغہ ہے اسی لیے رحمان الدنیا والا کہا جاتا ہے۔دنیا میں اس کی رحمت جس میں بلا تخصیص کافر و مومن سب فیض یاب ہو رہے ہیں اور اخرت میں وہ صرف رحیم ہوگا۔یعنی اس کی رحمت صرف مومنین کے لئے خاص ہوگی۔

ة۔۴ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ بدلے کے دن (یعنی قیامت کا) مالک ہے o(ا)

۴۔ا دنیا میں بھی اگرچہ کیئے کی سزا کا سلسلہ ایک حد تک جاری رہتا ہے تاہم اس کا مکمل ظہور آخرت میں

ہوگا اور اللہ تعالیٰ ہر شخص کو اس کے اچھے یا برے اعمال کے مطابق مکمل جزا یا سزا دے گا۔ اور صرف اللہ تعالیٰ ہی ہوگا اللہ تعالیٰ اس روز فرمائے گا, آج کس کی بادشاہی ہے؟ پھر وہی جواب دے گا صرف ایک اللہ غالب کے لیے اس دن کوئی ہستی کسی کے لئے اختیار نہیں رکھے گی سارا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہوگا, یہ ہوگا جزا کا دن۔

ۃ۔۵ اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ (۱) ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں (۲)۔

۵۔ا عبادت کے معنی ہیں کسی کی رضا کے لیے انتہائی عاجزی اور کمال خشوع کا اظہار اور بقول ابن کثیرؒ شریعت میں کمال محبت, خضوع اور خوف کے مجموعے کا نام ہے, یعنی جس ذات کے ساتھ محبت بھی ہو اس کی مافوق الاسباب ذرائع سے اس کی گرفت کا خوف بھی ہو۔ ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے مدد چاہتے ہیں۔ نہ عبادت اللہ کے سوا کسی اور کی جائز ہے اور نہ مدد مانگنے کی کسی اور سے جائز ہے۔

۵۔۲ توحید ربوبیت کا مطلب کہ اس کائنات کا مالک رازق اور مدبر صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اس توحید کو تمام لوگ مانتے ہیں, حتیٰ کہ مشرکین بھی اس کے قائل رہے ہیں اور ہیں, جیسا کہ قرآن کریم نے مشرکین مکہ کا اعتراف نقل کیا۔ مثلاً فرمایا۔

اے پیغمبر ﷺ ان سے پوچھیں کہ آسمان و زمین میں رزق کون دیتا ہے, یا (تمہارے) کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے اور بے جان سے جاندار اور جاندار سے بے جان کو کون پیدا کرتا ہے اور دنیا کے کاموں کا انتظام کون کرتا ہے؟ جھٹ کہہ دیں گے کہ (اللہ)

ۃ۔٦ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۙ ہمیں سچی اور سیدھی راہ دکھا (۱)۔

ہدایت کے کئی مفہوم ہیں, راستے کی طرف رہنمائی کرنا, راستے پر چلا دینا, منزلِ مقصود تک پہنچا دینا۔ اسے عربی میں ارشاد توفیق, ال؛ہام اور دلالت سے تعبیر کیا جاتا ہے, یعنی ہماری صراط مستقیم کی طرف رہنمائی

فرما,اس پر چلنے کی توفیق اوراس پر استقامت نصیب فرما ,تا کہ ہمیں تیری رضا (منزلِ مقصود) حاصل ہو جائے۔

ع ۱/۱ **۷۔ۃ صِرَا طَ الَّزِیۡنَ اَ نۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ غَیۡرِالۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ا لضَّآ لِّیۡنَ ہ**

اُن لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔ان کا نہیں جن پر غضب کیا گیااور نہ گمراہوں کا .

۷۔۱ یہ صراطِ مستقیم یہ وہؓ الا سلامؒ ہے جسے نبی ﷺ نے دُنیاکے سامنے پیش فرمایااور جواب قرآن وحادیث صیحہ میں محفوظ ہے۔صراط مُستقیم کی وضاحت ہے کہ یہ سیدھاراستہ وہ ہےجس پرلوگ چلنے,جن پر تیراانعام ہوا۔اس آیت میں یہ بھی وضاحت کردی گئی ہے کہ انعام یافتہ لوگوں کا یہ راستہ اطاعت رسول ﷺ ہی کاراستہ ہے نہ کہ کوئی اور راستہ۔

۷۔۲ بعض روایات سے ثابت ہے کہ مَغۡضُوۡبٌ عَلَیۡہِمۡ (جن پراللہ کاغضب نازل ہوا) سے مراد یہودی اور(وَ لَا الضَّآ لِّیۡن)گمراہوں سے مرادنصاریٰ (عیسائی) ہیں ابن ابی حاتم کہ مفسرین کے درمیان اسمیں کوئی اختلاف نہیں مستقیم پر چلنے والوں کی خواہش رکھنے والوں کے لیےضروری ہے کہ وہ یہود و انصاریٰ دونوں کے گمراہوں سے بچ کر رہیں۔یہود کی بڑی گمراہی تھی وہ جانتے بوجتے صحیح راستے پرنہیں چلتے تھے,آیات الٰہی میں تحریف اورحیلہ کرنے میں گریز نہیں کرتے تھے,حضرت عزیز علیہ اسلام کو ابن اللہ کہتے,اپنے احبارورھبان کو حرام و حلال کا مجاز سمجھتے تھے۔نصاریٰ کی بڑی غلطی یہ تھی کہ انہوں حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کو ابن اللہ کہتے,حرام و حلال کا مجاز سمجھتے تھے۔نصارٰی کی بڑی غلطی یہ تھی کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ اسلام (اللہ کا بیٹا) اور تین خدامیں سے ایک قراردیا۔سورہ کے آخرمیں آمِیۡن کہنے کی نبی ﷺ نے تاکیدفرمائی اسلئے امام اورمقتدی ہرایک کوآمین کہنی چاہیئے۔اے اللہ ہماری دعاقبول فرما ۔

سورۃ بقرۃ مدنی ہے(۱)اس میں دوسو چھیاسی آیات اور چالیس رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

الٓمّٓ ذٰلِكَ الۡكِتٰبُ لَا رَیۡبَ فِیۡهِ هُدًى لِّلۡمُتَّقِیۡنَ ۝ اس کتاب (کے اللہ کی کتاب ہونے) میں کوئی شک نہیں (۱،۲،۳) پرہیزگاروں کو راہ دکھانے والی ہے (۴)

۱ اس سورت میں آگے چل کر گائے کا واقع بیان ہوا ہے اس لیے اس کو بقرہ (گائے کے واقع والی سورت کہا جاتا ہے)۔ حدیث میں اس کی ایک خاص فضیلت بھی بیان کی گئی ہے کہ جس گھر میں یہ پڑھی جائے اس گھر سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔نزول کے اعتبار سے یہ مدنی دور کی ابتدائی سورتوں میں سے ہے البتہ اس کی بعض آیات جمعۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئیں۔بعض علما کے نزدیک اس میں ایک ہزار خبر،ایک ہزار احکام اور ایک ہزار منہیات" وہ عمل جن کا کرنا منع" ہیں (ابن کثیر)

۲ الف لام میم انہیں حروف مقطعات کہا جاتا ہے,یعنی علیحدہ علیحدہ پڑھے جانے والے حروف ان کے معنی کے بارے میں کوئی مستند روائت نہیں ہے وَاللّٰهُ العَالِمُ البتہ نبی ﷺ نے یہ ضرور فرمایا ہے میں نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف,میم ایک حرف اور لام ایک حرف ہر حرف پر ایک نیکی اور ایک نیکی کا اجر دس گنا ہے۔

۳ اس کے منزل من اللہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں جیسے کہ دوسرے مقام پر ہے ﴿تَنۡزِیۡلُ الۡكِتَابِ لَا رَیۡبَ فِیۡهِ مِنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ﴾ علاوہ ازیں اس میں جو واقعات بیان کئے گئے ہیں ان کی صداقت میں,جو احکام و مسائل بیان کئے گئے ہیں،ان کے برحق ہونے میں کوئی شک نہیں۔

۴ ویسے تو یہ کتاب الٰہی تمام انسانوں کی ہدائت و رہنمائی کے لئے نازل ہوئی ہے،لیکن اس چشمۂ فیض

سے سراب صرف وہ ہی لوگ ہونگے، جو آبِ حیات کے متلاشی اور خوف الٰہی سے سرشار ہوں گے۔ جن کے دل میں مرنے کے بعد اللہ کی بارگاہ میں کھڑے ہوکر جواب دہی کا احساس اور اس کی فکر ہی نہیں، اس کے اندر ہدائت کی طلب، یا گمراہی سے بچنے کا جذبہ ہی نہیں ہوگا تو اسے ہدائت کہاں سے اور کیوں کر حاصل ہوسکتی ہے۔

ۃ۔۳ **الَّـزِیـنَ یُـئُـو مِـنُـوْنَ بِالْغَیْبِ وَ یُقِمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ہ** جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں(۱) اور نماز کو قائم رکھتے ہیں (۲) اور ہمارے دیئے ہوئے مال سے خرچ کرتے ہیں

۳۔۱ **اَمُــــوْرٌ غَیْبَۃٌ** سے مراد وہ چیزیں ہیں جنکا ادراک عقل وحواس سے ممکن نہیں۔ جیسے ذات باری تعالٰی، وحی، جنت دوزخ، ملائکہ، عذاب قبر اور حشر وغیرہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ اور رسول ﷺ کی بتلائی ہوئی ماورائے عقل واحساس باتوں پر یقین رکھنا، جزو ایمان ہے اور ان کا انکار کفر وضلالت ہے۔

۳۔۲ اقامت صلٰوۃ سے مراد پابندی سے اور سنت نبوی کے مطابق نماز کا اہتمام کرنا، ورنہ نماز تو منافقین بھی پڑھتے تھے۔

۳۔۳ **اَنْـفَـاق** کا لفظ عام ہے، جو صداقت واجبہ اور نافلہ دونوں کو شامل ہے۔ اہل ایمان حسب اطاعت دونوں میں کوتاہی نہیں کرتے، بلکہ ماں باپ اور اہل وعیال پر صحیح طریقے سے خرچ کرنا بھی اس میں داخل ہے اور باعث اجروثواب ہے۔

ۃ۔۴ **وَالَّـزِیْنَ یُوءْ مِیْنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَ مَا اُنْزِ لَ مِنْ قَبْلِكَ وَ بِالْاٰخِرَۃ ھُمْ یُوْ قِنُوْنَ** اور جو لوگ ایمان لاتے ہیں اس پر جو آپ کی طرف سے اتارا گیا(۱) وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں

۴۔۱ پچھلی کتابوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ کتابیں انبیا علیہم السلام پر نازل ہوئیں، وہ سب سچی ہیں وہ اب اپنی اصل شکل میں دنیا میں نہیں پائی جاتیں، نیز ان پر عمل بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اب عمل صرف قرآن اور اس کی تشریح نبوی۔ حدیث۔ پر ہی کیا جائے گا۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ وحی ورسالت کا سلسلہ

آنحضرت ﷺ پر ختم کر دیا گیا ہے، ورنہ اس پر بھی ایمان کا ذکر اللہ تعالیٰ ضرور فرماتا۔

ة۔٥ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ٥

یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح اور نجات پانے والے ہیں(ا)

٥۔ا یہ ان اہل ایمان کا انجام بیان کیا گیا ہے جو ایمان لانے کے بعد تقویٰ و عمل اور عقیدہ صحیحہ کا اہتمام کرتے ہیں۔ محض زبان سے اظہار ایمان کو کافی نہیں سمجھتے۔ کامیابی سے مراد آخرت میں رضائے الٰہی اور اس کی رحمت و مغفرت کا حصول ہے۔ اس کے ساتھ دنیا میں بھی خوش حالی اور سعادت و کامرانی مل جائے تو سبحان اللہ۔ ورنہ اصل کامیابی آخرت ہی کی کامیابی ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ دوسرے گروہ کا تذکرہ فرما رہا ہے جو صرف کافر ہی نہیں بلکہ اس کا کفر و عناد اس انتہا تک پہنچا ہوا ہے جس کے بعد اس سے خیر اور قبول اسلام کی توقع ہی نہیں۔

ة۔٦ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ٥ ا

کافروں کو آپ کا ڈرانا، یا نہ ڈرانا برابر ہے، یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے۔(ا)

٦۔ا نبی ﷺ کی یہ شدید خواہش تھی کہ سب مسلمان ہو جائیں اور اسی حساب سے آپ ﷺ کوشش فرماتے لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایمان ان کے نصیب میں ہی نہیں ہے۔ یہ وہ چند مخصوص لوگ ہیں جن کے دلوں پر مہر لگ چکی تھی (جیسے ابوجہل اور ابولہب وغیرہ) ورنہ آپ ﷺ کی دعوت و تبلیغ سے بے شمار لوگ مسلمان ہوئے حتٰی کہ پھر پورا جزیرہ عرب اسلام کے سایہ عاطفت میں آ گیا۔

ة۔٧ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ٥ ع

رکوع ا

اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے(ا)

۷۔ا یہ ان کے عدم ایمان کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ کفر و معصیت کے مسلسل ارتکاب کی وجہ سے ان کے دلوں سے قبول حق کی استعداد ختم ہو چکی ہے اور ان کے کان حق کی بات سننے کے لئے آمادہ نہیں اور ان کی نگاہیں کائنات میں پھیلی ہوئی رب کی نشانیاں دیکھنے سے محروم ہیں تو اب وہ ایمان کس طرح سے لا سکتے ہیں؟ ایمان تو ان ہی لوگوں کے حصے آیا ہے اور آتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی صلاحیتوں کا صحیح استعمال کرتے اور ان سے معرفت کردگار حاصل کرتے ہیں ۔اس کے برعکس لوگ تو اس حدیث کا مصداق ہیں جس میں بیان کیا گیا ہے کہ مومن جب گناہ کر بیٹھتا ہے تو اس کے دل میں سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے، اگر وہ توبہ کر کے گناہ سے باز آ جاتا ہے تو اس کا دل پہلے کی طرح صاف اور شفاف ہو جاتا ہے اگر وہ توبہ کی بجائے گناہ پر گناہ کرتا جاتا ہے تو وہ نقطہ سیاہ پھیل کر اس کے پورے دل پر چھا جاتا ہے.

۔"نبی ﷺ نے فرمایا" یہ وہ زنگ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے ﴿ کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْ بِهِمْ مَا كَـا نُـوْ يَكْسِبُـوْنِ ﴾ یعنی ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ان کے دلوں پر زنگ چڑھ گیا ہے جو ان کی مسلسل بداعمالیوں کا منطقی نتیجہ ہے۔

ۃ۔۸ وَ مِنَ الـنَّـا سِ مَنْ يَّـقُـوْلُ اٰ مَـنَّـا بِا للّٰهِ وَ بِا لْيَوْ مِ الْاٰ خِرِ وَمَاْ هُمْ بِمُوْءِ مِنِيْنَ ه

بعض کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، لیکن درحقیقت وہ ایمان والے نہیں ہیں۔(ا)

۸۔ا یہاں سے تیسرے گروہ منافقین کا تذکرہ شروع ہوتا ہے جن کے دل تو ایمان سے محروم تھے، مگر وہ اہل ایمان کو فریب دینے کے لئے زبان سے ایمان کا اظہار کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ نہ اللہ کو دھوکا دینے میں کامیاب ہو سکتے ہیں، کیونکہ وہ تو سب کچھ جانتا ہے اور اہل ایمان کو مستقل فریب میں رکھ سکتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے سے مسلمانوں کو ان کی فریب کاریوں سے آگاہ فرما دیتا تھا یوں اس فریب کا سارا نقصان خود انہی کو پہنچتا کہ انہوں نے اپنی عاقبت برباد کر لی اور دنیا میں بھی رسوا ہوئے۔

ۃ۔۹ يُـخٰـدِعُـوْنَ الـلّٰـه وَ الَّـزِيْـنَ اٰ مَـنُوْ ا وَمَا يَـخْـدَعُوْنَ اِلَّا اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ه

وہ اللہ تعالیٰ اور ایمان والوں کو دھوکا دیتے ہیں، لیکن دراصل وہ خود اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں مگر سمجھتے نہیں۔

ۃ۔۱۰ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ہ

اُن کے دلوں میں بیماری تھی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں بیماری میں مزید بڑھا دیا (ا) اور ان کے جھوٹ کی وجہ سے ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

۱۰۔ا بیماری سے مراد وہی کفر ونفاق کی بیماری، جس کی اصلاح کی فکر نہ کی جائے تو بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔اس طرح جھوٹ بولنا منافقین کی علامات میں سے ہے، جس سے اجتناب ضروری ہے۔

(ۃ۔۱۱) وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَاتُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ہ

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔

ۃ۔۱۲ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ہ

خبردار ہو یقیناً یہی لوگ فساد کرنے والے ہیں (ا) لیکن شعور (سمجھ) نہیں رکھتے۔

۱۲۔ا کفر ومصیت سے زمین میں فساد پھیلاتا ہے اور اطاعت الٰہی امن وسکون ملتا ہے۔ ہر دور کے منافقین کا کردار یہی رہا ہے کہ پھیلاتے وہ فساد ہیں' اشاعت وہ منکرات کی کرتے ہیں اور پامال حدود الٰہی کو کرتے ہیں اور سمجھتے اور دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ صلاح اور ترقی کے لئے کوشاں ہیں۔

ۃ۔۱۳ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ہ

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اور لوگوں (یعنی صحابہ) کی طرح تم بھی ایمان لاؤ تو جواب دیتے ہیں کہ ہم

ایسا ایمان لائیں جیسا بے وقوف لائے ہیں،(۱) خبر دار ہو جاؤ یقیناً یہی بیوقوف ہیں،لیکن جانتے نہیں(۲)۔

۱۳۔۱ ان منافقین نے ان صحابہؓ کو" بے وقوف " کہا" جنھوں نے اللہ کی راہ میں جان و مال کی کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کیا اور آج کے منافقین یہ باور کراتے ہیں کہ نعوذ باللہ صحابہ کرام دولتِ ایمان سے محروم تھے اللہ تعالیٰ نے جدید وقدیم دونوں منافقین کی تردید فرمائی۔فرمایا کسی اعلیٰ تر مقصد کے لئے دینوی مفادات کو قربان کر دینا بے وقوفی نہیں،عین عقلمندی اور سعادت ہے۔صحابہؓ کرام نے اسی سعادت مندی کا ثبوت مہیا کیا۔

اس لئے وہ پکے مومن ہی نہیں بلکہ ایمان کے لئے ایک معیار اور کسوٹی ہیں،اب ایمان انہی کا معتبر ہوگا جو صحابہ کرام کی طرح ایمان لائیں گے﴿ فَاِنْ اٰمَنُوا بِمِثْلِ مَاۤاٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا﴾۔(البقرة۱۳۷)

۱۳۔۲ ظاہر بات ہے کہ(فوری فائدے)کے لئے (دیر سے ملنے والے فائدے)کونظر انداز کر دینا اور آخرت کی پائیدار اور دائمی زندگی کے مقابلے میں دنیا کی فانی زندگی کو ترجیح دینا اور اللہ کی بجائے لوگوں سے ڈرنا پرلے درجے کی سفاہت ہے جس کا ارتکاب ان منافقین نے کیا۔یوں ایک مسلمہ حقیقت سے بے علم رہے۔

ۃ۔۱۴ وَ اِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْۤا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۝

اور جب ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم بھی ایمان والے ہیں جب اپنے بڑوں کے پاس جاتے ہیں(۱) تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو صرف ان سے مذاق کرتے ہیں۔

۱۴۔۱ شیاطین سے مراد سرداران قریش و یہود ہیں۔جن کی ایما پر وہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف

سازشیں کرتے تھے یا منافقین کے اپنے سردار۔

ۃ۔۱۵ اَللّٰہُ یَسۡتَہۡزِیُٔ بِہِمۡ وَیَمُدُّ ہُمۡ فِیۡ طُغۡیَا نِہِمۡ یَعۡمَہُوۡنَ ہ

اللہ تعالیٰ بھی ان سے مذاق کرتا ہے(ا) اورانہیں ان کی سرکشی اور بہکاوے میں اور بڑا دیتا ہے۔

۱۔۱۵ اللہ تعالیٰ بھی ان سے مزاق کرتا ہے" کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ جس طرح مسمانوں کے ساتھ استہزاد استخفاف کا معاملہ کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ بھی ان سے ایسا ہی معاملہ کرتے ہوئے انہیں ذلت میں مبتلا کرتا ہے۔اس کو استہزاد سے تعبیر کرنا، زبان کا اسلوب ہے، ورنہ حقیقتاً یہ اندا ق نہیں ہے، ان کے فعل کی سزا ہے جیسے برائی کا بدلہ، اسی کی مثل برائی، میں برائی کے بدلے کو برائی کہا گیا حالانکہ وہ برائی نہیں ہے ایک جائز فعل ہے۔دوسرا مطلب یہ ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ بھی ان سے فرمائے گا۔جیسا کہ سورہ حدید کی آیت ﴿ یَوۡمَ یَقُوۡ لُ الۡمُنٰفِقِیۡنَ ﴾ میں وضاحت ہے۔

ۃ۔۱٦ اُو لٰٓئِكَ الَّذِیۡنَ اشۡتَرَوُ االضَّلٰلَة بِالۡهُدٰی فَمَا رَبِحَتۡ تِّجَا رَ تُهُمۡ وَ مَا كَا نُوۡا مُهۡتَدِ یۡنَ ہ

یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے گمراہی کی ہدائت کے بدلے میں خرید لیا، پس نہ تو ان کی تجارت (ا) نے ان کو فائدہ پہنچایا اور نہ یہ ہدائت والے ہوئے۔

۱۔۱٦ تجارت سے مراد ہدائت چھوڑ کر گمراہی اختیار کرنا ہے۔جو سراسر گھاٹے کا سودا ہے۔منافقین نے نفاق کا جامہ پہن کر ہی گھاٹے والی تجارت کی۔لیکن یہ گھاٹا آخرت کا گھاٹا ہے، ضروری نہیں کہ دنیا ہی میں اس گھاٹے کا انہیں علم ہو جائے۔ بلکہ دنیا میں تو اس نفاق کے ذریعے سے انہیں جو فوری فائدے حاصل ہوتے تھے، اس پر وہ بڑے خوش ہوتے اور اس کی بنیاد پر اپنے آپ کو بہت دانا اور مسلمانوں کو عقل فہم سے عاری سمجھتے تھے۔

ۃ۔۱۷ مَثَلُهُمۡ كَمَثَلِ الَّـزِی اسۡتَوۡ قَدَ نَا رًا فَلَمَّآ اَضَآءَ تۡ مَا حَوۡلَهٗ ذَ هَبَ ا للّٰهُ بِنُوۡرِ هِمۡ وَتَرَ كَهُمۡ فِیۡ ظُلُمٰتٍ لَّا یُبۡصِرُوۡنَ ہ

ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی، پس آس پاس کی چیزیں روشنی میں آئی ہی تھیں کہ اللہ ان کے نور کو لے گیا اور انہیں اندھیروں میں چھوڑ دیا، جو نہیں دیکھتے۔(۱)

۱۷-۱ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور دیگر صحابہؓ نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے نبی ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو کچھ لوگ مسلمان ہو گئے، لیکن پھر جلدی منافق ہو گئے۔ ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اندھیرے میں تھا اس نے روشنی جلائی جس سے اس کا ماحول روشن ہو گیا اور مفید اور نقصان دہ چیزیں اس پر واضح ہو گئیں، دفعتاً وہ روشنی بجھ گئی، اور حسب سابق تاریکیوں میں گر گئے۔ یہ حال منافقین کا تھا، پہلے وہ شرک کی تاریکی میں تھے، مسلمان ہوئے تو روشنی میں آ گئے۔ حلال و حرام کو پہچان گئے، پھر وہ دوبارہ کفر و نفاق کی طرف لوٹ گئے تو ساری روشنی جاتی رہی (فتح القدیر)

ۃ-۱۸ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ۙ بہرے، گونگے، اندھے ہیں۔ پس وہ نہیں جانتے

ۃ-۱۹ اَوْ كَصَیِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِیْهِ ظُلُمٰتٌ وَّ رَعْدٌ وَّ بَرْقٌ یَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ وَ اللّٰهُ مُحِیْطٌۢ بِالْكٰفِرِیْنَ ۝

یا آسمانی برسات کی طرح جس میں اندھریاں اور گرج اور بجلی ہو، موت سے ڈر کر کڑاکے کی وجہ سے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کافروں کو گھیرنے والا ہے۔

ۃ-۲۰ یَكَادُ الْبَرْقُ یَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ كُلَّمَاۤ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِیْهِ وَ اِذَاۤ اَظْلَمَ عَلَیْهِمْ قَامُوْا وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَ اَبْصَارِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ ع ۲

قریب ہے کہ بجلی ان کی آنکھیں اچک لے جائے، جب ان کے لئے روشنی کرتی ہے تو اس میں چلتے پھرتے ہیں (۱) اور جب ان پر اندھیرا کرتی ہے تو کھڑے ہو جاتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کے کان اور آنکھوں کو بیکار کردے (۱) یقیناً اللہ تعالیٰ

ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

۲۰۔۱ یہ منافقین کے ایک دوسرے گروہ کا ذکر ہے۔ جس پر کبھی حق واضع ہوتا ہے اور کبھی اس کی بابت وہ شبہ و شک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ پس ان کے دل میں شک وشبہ اس بارش کی طرح ہے جو اندھیروں شکوک، کفر اور نفاق میں اترتی ہے گرج چمک سے ان کے دل ڈر ڈر جاتے ہیں، حتٰی کے خوف کے مارے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیتے ہیں۔ لیکن یہ تدبیریں اور یہ خوف ودہشت انہیں اللہ کی گرفت سے نہیں بچا سکے گا، کیونکہ وہ اللہ کے گھیرے سے نہیں نکل سکتے۔ کبھی حق کی کرنیں ان پر پڑتی ہیں تو حق کی طرف جھک پڑتے ہیں، لیکن پھر جب اسلام یا مسلمان پر مشکلات کا دور آتا ہے تو پھر حیران و سرگردان کھڑے ہو جاتے ہیں۔ (ابن کثیر) منافقین کا یہ گروہ آخر وقت تک تذبذ ب اور گومگو کا شکار اور قبول حق (اسلام) سے محروم رہتا ہے۔

ۃ۔۲۱ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ ہ

اے لوگو اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا، یہی تمہارا بچاؤ ہے۔

ۃ۔۲۲ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِہٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰہِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ہ

جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی آتار کر اس سے پھل پیدا کر کے تمہیں روزی دی، خبردار باوجود جاننے کے اللہ کے شریک مقرر نہ کرو(۱)۔

۲۲۔۱ دائت اور ضلالت کے اعتبار سے انسانوں کے تین گروہوں کے تذکرے کے بعد اللہ تعالیٰ کی واحدنیت اور اس کی عبادت کی دعوت تمام انسانوں کو دی جارہی ہے۔ فرمایا جب تمہارا اور کائنات کا خالق اللہ ہے، تمہاری تمام ضروریات کا مہیا کرنے والا وہی ہے، پھر تم اسے چھوڑ کر دوسروں کی عبادت کرتے ہو؟ دوسروں کو اس کا شریک کیوں ٹھہراتے ہو، اگر تم عذاب خداوندی سے بچنا چاہتے ہو تو اس کا

صرف ایک طریقہ ہے کہ اللہ کو ایک مانو اور صرف اسی کی عبادت کرو، جانتے بوجھتے شرک کا ارتکاب مت کرو۔

ۃ۔۲۳ وَاِنْ كُنْتُمْ فِىْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ہ

ہم نے بندے پر جو کچھ اتارا ہے اس میں اگر تمہیں شک ہو اور تم سچے ہو تو اس جیسی ایک سورت تو بنا لاؤ تمہیں اختیار ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے مددگاروں کو بھی بلا لو۔(۱)

۲۳۔۱ توحید کے بعد اب رسالت کا اثبات فرمایا جا رہا ہے ہم نے بندے پر کتاب نازل فرمائی ہے، اس کے منزل من اللہ ہونے میں اگر تمہیں شک ہے تو اپنے تمام حمائتیوں کو ساتھ ملا کر اس جیسی ایک ہی سورت بنا کر دکھا دو اور اگر ایسا نہیں کر سکتے تو سمجھ لینا چاہئے کہ واقع یہ کلام کسی انسان کی کاوش نہیں ہے، کلام الٰہی ہی ہے اور ہم پر اور رسالت مآب پر ایمان لا کر جہنم کی آگ سے بچنے کی سعی کرنی چاہیئے جو کافروں کے لئے ہی تیار کی گئی ہے۔

ۃ۔۲۴ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِىْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ہ

پس اگر تم نے نہ کیا۔ تم ہرگز نہیں کر سکتے (۲) (اسے سچا مان کر) اس آگ سے بچو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں (۱) جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔(۱)

۲۴۔۱ پتھر سے مراد بقول ابن عباس گندک کے پتھروں اور بعض حضرات کے نزدیک پتھر کے وہ اصنام (بت) بھی جہنم کا ایندھن ہوں گے جن کی لوگ دنیا میں پرستش کرتے رہے ہوں گے جیسا کہ قرآن مجید میں بھی ہے۔

﴿اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ﴾ (الانبیاء۔۹۸) تم اور جن کی تم عبادت

کرتے ہو، جہنم کا ایندھن ہونگے۔

ة۔۲۵ وَ بَشِّرِ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوۡا مِنۡهَا مِنۡ ثَمَرَةٍ رِّزۡقًا قَالُوۡا هٰذَا الَّذِیۡ رُزِقۡنَا مِنۡ قَبۡلُ وَ اُتُوۡا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمۡ فِیۡهَاۤ اَزۡوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙ وَّ هُمۡ فِیۡهَا خٰلِدُوۡنَ ۝

اور ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو(۱) جنت کی خوشخبریاں دو جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ جب کبھی وہ پھلوں کا رزق دیے جائیں گے اور ہم شکل لائے جائیں گے تو کہیں گے یہ وہی ہے جو ہم اس سے پہلے دیئے گئے تھے (۲) اور ان کے لئے بیویاں ہیں صاف (۳) ستھری اور وہ ان جنتوں میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ (۴)

۲۵۔۱ قرآن کریم نے ہر جگہ ایمان کے ساتھ عمل صالح کا تذکرہ فرما کر اس بات کو واضع کر دیا کہ ایمان اور عمل صالح ان دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ عمل صالح کے بغیر ایمان کا ثمر اور نہیں مل سکتا اور ایمان کے بغیر اعمال خیر کی عنداللہ کی کوئی اہمیت نہیں۔ اور عمل صالح کیا، جو سنت کے مطابق ہو اور خالص رضائے الٰہی کی نیت سے کیا جائے۔ خلاف سنت عمل بھی نا مقبول اور نمود و نمائش اور ریا کاری کے لئے کئے گئے عمل بھی مردود و مطرود ہیں۔

۲۵۔۲ مُتَشَابِهًا کا مطلب یا تو جنت کے تمام میووں کا آپس میں ہم شکل ہونا ہے، یا دنیا کے میووں کے ہم شکل ہونا۔ تاہم یہ مشابہت صرف شکل یا نام کی حد تک ہی ہوگی، ورنہ جنت کے میووں کے مزے اور ذائقے سے دنیا کے میووں کی کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔ جنت کی نعمتوں کی بابت حدیث میں ہے " نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا (دیکھنا اور سننا تو کجا) کسی انسان کے دل میں ان کا گمان بھی نہیں گزرا۔

۲۵۔۳ یعنی حیض و نفاس اور دیگر آلائشوں سے پاک ہوں گی۔

۲۵۔۴ خُلُوۡدُ کے معنی ہمیشگی کے ہیں۔ اہل جنت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنت میں رہیں گے اور خوش رہیں

گے اور اہل دوزخ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے اور مبتلائے عذاب رہیں گے۔ حدیث میں ہے۔ جنت اور جہنم میں جانے کے بعد ایک فرشتہ علان کرے گا " اے جہنمیو، اب موت نہیں ہے اے جنتیو، اب موت نہیں ہے۔ جو فریق جس حالت میں ہے، اسی حالت میں ہمیشہ رہے گا (صحیح مسلم)

ۃ۔۲۶ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیٖٓ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَۃً فَمَا فَوْقَھَا فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَیَعْلَمُوْنَ اَنَّہُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّھِمْ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَیَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰہُ بِھٰذَا مَثَلًا یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا وَّ یَھْدِیْ بِہٖ کَثِیْرًا وَمَا یُضِلُّ بِہٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ ہ

اللہ تعالیٰ کسی مثال کے بیان کرنے سے نہیں شرماتا خواہ مچھر کی ہو، یا اس سے بھی ہلکی چیز۔ (۱) ایمان والے تو اپنے رب کی جانب سے صحیح سمجھتے ہیں اور کفار کہتے ہیں کہ اس مثال سے اللہ کی کیا مراد ہے؟ اس کے ذریعے بیشتر کو گمراہ کرتا ہے اور اکثر لوگوں کو راہ راست پر لاتا ہے۔ (۲) اور گمراہ تو صرف فاسقوں کو ہی کرتا ہے۔

۲۶۔۱ جب اللہ تعالیٰ نے دلائل سے قرآن کا معجزہ ہونا ثابت کر دیا تو کفار نے ایک دوسرے طریقے سے معارضہ کر دیا اور وہ یہ کہ اگر یہ کلام الٰہی ہوتا تو اتنی عظیم ذات کے نازل کردہ کلام میں چھوٹی چھوٹی چیزوں کی مثالیں نہ ہوتیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ بات کی توضیح اور جسے حکمت بالغہ کے پیش نظر تمثیلات کے بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں، اس لئے اس میں حیا و حجاب بھی نہیں۔ فَوْھَا کے معنی اس سے بڑھ کر بھی ہو سکتے ہیں۔ اس صورت میں معنیٰ " مچھر یا اس سے بڑھ کر کسی چیز " کے ہونگے۔ لفظ فَوْھَا میں دونوں مفہوم کی گنجائش ہے۔

۲۶۔۲ اللہ کی بیان کردہ مثالوں سے اہل ایمان کے ایمان میں اضافہ اور اہل کفر کے کفر میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ سب اللہ کے قانون قدرت و مشیت کے تحت ہی ہوتا ہے۔ جسے قرآن نے ﴿ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی ﴾ (النسا) ۔۱۱۵ جس طرف کوئی پھرتا ہے، ہم اس طرف اس کو پھیر دیتے ہیں، فسق، اطاعت الٰہی سے

خروج کو کہتے ہیں، جس کا ارتکاب عارضی اور وقتی طور پر ایک مومن سے بھی ہوسکتا ہے۔لیکن اس آیت سے فسق سے مراد اطاعت سے کلی خروج یعنی کفر ہے۔جیسا کہ اگلی آیت سے واضح ہے کہ اس میں مومن بننے کے مقابلے میں کافروں والی صفات کا تذکرہ ہے۔

ۃ۔۲۷ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ہ

وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے مضبوط عہد کو (۱) توڑ دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کے جوڑنے کا حکم دیا ہے، انہیں کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں (۲)۔

۲۷۔۱ مفسرین نے عَهْدُ کے مختلف مفہوم بیان کئے ہیں۔مثلاً اللہ تعالیٰ کی وہ وصیت جو اس نے اپنے اوامر بجالانے اور نواہی باز رکھنے کے لئے انبیاعلیہم السلام کے ذریعے سے مخلوق کو کی۔۲۔وہ عہد جو اہل کتاب سے توریت میں لیا گیا کہ نبی آخر الزمان ﷺ کے آجانے کے بعد تمہارے لئے ان کی تصدیق کرنا اور ان کی نبوت پر ایمان لانا ضروری ہوگا جو اولاد آدم کے بعد تمام ذریت آدم سے لیا گیا۔جس کا ذکر قرآن مجید میں کیا گیا ہے۔﴿ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ﴾ (الأعراف۔۱۷۲) نقض عہد کا مطلب عہد کی پرواہ نہ کرنا (ابن کثیر)

۲۷۔۲ ظاہر بات ہے کہ نقصان اللہ کی نافرمانی کرنے والوں کو ہی ہوگا، اللہ کا یا اس کے پیغمبروں اور دعوت دینے والوں کا کچھ نہیں بگڑے گا۔

ۃ۔۲۸ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ہ

تم اللہ کے ساتھ؟ حالانکہ تم مردہ تھے اس نے تمہیں زندہ کیا۔پھر تمہیں مار ڈالے گا پھر زندہ کرے گا (۱) پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

۲۸۔۱ آیت میں دو موتوں اور دو زندگیوں کا تذکرہ۔ پہلی موت سے مراد عدم (نیست یعنی نہ ہونا) ہے اور پہلی زندگی ماں کے پیٹ سے نکل کر موت سے ہمکنار ہونے تک ہے۔ پھر موت آ جائے گی پھر آخرت کی زندگی دوسری زندگی ہوگی، جس کا انکار کفار اور منکرین قیامت کرتے ہیں، بعض علما کی رائے ہے کہ قبر کی زندگی (کَمَا ھِیَ) دینوی زندگی میں ہی شامل ہوگی (فتح القدیر) صحیح یہ ہے کہ برزخ کی زندگی، حیات آخرت کا پیش خیمہ اور اس کا سرنامہ ہے، اس لئے اس کا تعلق آخرت کی زندگی سے ہے

۲۹۔ۃ هُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ لَکُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا ثُمَّ اسۡتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰهُنَّ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ وَهُوَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ۝ ع ربع ۳

وہ اللہ جس نے تمہارے لئے زمین کی تمام چیزوں کو پیدا کیا (۱) پھر آسمان کی طرف قصد کیا (۲) اور ان کو ٹھیک ٹھاک سات آسمان (۳) بنایا اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

۲۹۔۱ اس سے استدال کیا ہے کہ زمین کی اشیاء مخلوقہ کے لئے " اصل " حالت ہے۔ کہ کسی چیز کی حرمت قرآن پاک کے واضع احکام سے ثابت ہو (فتح القدیر)

بعض سلف امت نے اس کا ترجمہ " پھر آسمان کی طرف چڑھ گیا " کیا ہے (صحیح بخاری) اللہ تعالٰی کا آسمانوں کے اوپر عرش پر چڑھنا اور خاص خاص مواقع پر آسمان دنیا پر نزول، اللہ کی صفات میں سے ہے، جن پر اسی طرح بغیر دلیل کے ایمان رکھنا ضروری ہے جس طرح قرآن یا احادیث میں بیان کی گئی ہیں۔

۲۹۔۳ اس سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ " آسمان " ایک حسی وجود اور حقیقت ہے۔ محض بلندی کو آسمان سے تعبیر نہیں کیا گیا ہے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ ان کی تعداد سات ہے۔ اور حدیث کے مطابق دو آسمانوں کے درمیان ۵۰۰ سال کی مصافت ہے۔ اور زمین کی بابت قرآن کریم میں ہے ﴿ وَّمِنَ الۡاَرۡضِ مِثۡلَهُنَّ ﴾ (الطاق۔۱۲) اور زمین بھی آسمان کی مثل ہیں اس سے زمین کی تعداد بھی

سات ہی معلوم ہوتی ہے جس کی مزید تائید حدیث نبوی سے ہو جاتی ہے۔

جس نے ظلما کسی کی ایک بالشت زمین لے لی تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن ساتوں زمینوں کا طوق پہنائے گا اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آسمان سے پہلے زمین کی تخلیق ہوئی ہے لیکن سورہ نازعات میں آسمان کے ذکر کے بعد فرمایا گیا۔﴿ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا﴾ (زمین کو اس کے بعد بچھایا) اس کی تجزی کی گئی ہے کہ تخلیق پہلے زمین کی ہی ہوئی ہے اور دَحْوَ (صاف اور ہموار کر کے بچھانا) تخلیق سے مختلف چیز ہے جو آسمان کی تخلیق کے بعد عمل میں آیا۔ (فتح القدیر)

۳۰۔ة وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَ یَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۃ

اور جب تیرے رب نے فرشتوں (۱) سے کہا کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں تو انہوں (۲) نے کہا کہ ایسے شخص کو کیوں پیدا کرتا ہے جو زمین میں فساد کرے اور خون بہائے ہم تیری تسبیح اور پاکیزگی بیان کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ (۳)

۳۰۔۱ مَلاَئِكَةُ (فرشتے) فرشتے اللہ کی نوری مخلوق ہیں، جن کا مسکن آسمان ہے، جو احکامات کے بجالانے اور اس کی تحمید و تقدیس میں مصروف رہتے ہیں اور اس کے کسی حکم سے سرتابی نہیں کرتے۔

۳۰۔۲ خَلِیْفَةُ سے مراد ایسی قوم ہے جو ایک دوسرے کے بعد آئے گی اور یہ کہنا کہ انسان اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ اور نائب ہے غلط ہے۔

۳۰۔۳ فرشتوں کا یہ کہنا حسد یا اعتراض کے طور پر تھا، بلکہ اس کی حقیقت اور حکمت معلوم کرنے کی غرض سے تھا کہ اے رب اس مخلوق کے پیدا کرنے میں کیا حکمت ہے، جب کہ ان میں کچھ ایسے لوگ بھی ہونگیں جو فساد پھیلائیں گے اور خون ریزی کریں گے؟ اگر مقصود یہ ہے کہ تیری عبادت ہو تو اس کام کے

لئے ہم تو موجود ہیں، ہم سے وہ خطرات بھی نہیں جو نئی مخلوق سے متوقع ہیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں وہ مصلحت بہتر جانتا ہوں جس کی بنا پر ان ذکر کردہ برائیوں کے باوجود میں اسے پیدا کر رہا ہوں، جو تم نہیں جانتے کیونکہ ان میں انبیا،شہدا و صالحین بھی ہونگے۔(ابن کثیر)

ۃ۔۳۱ وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَ سْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْبِئُوْنِیْ بِاَ سْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ہ

اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام نام سکھا کر ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا، اگر تم سچے ہو تو ان چیزوں کے نام بتاؤ

ۃ۔۳۲ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ہ

ان سب نے کہا اے اللہ ! تیری ذات پاک ہے ہمیں تو صرف اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے ہمیں سکھا رکھا ہے، پورے علم و حکمت والا تو تو ہے۔

ۃ۔۳۳ قَالَ یٰٓاٰدَمُ اَنْبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ فَلَمَّآ اَنْبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ہ

اللہ تعالیٰ نے (حضرت) آدم علیہ السلام سے فرمایا تم ان کے نام بتاؤ دو۔جب انہوں نے بتادیئے تو فرمایا کہ میں نے تمہیں (پہلے ہی) نہ کہا تھا زمین اور آسمان کا غیب میں ہی جانتا ہوں اور میرے علم میں ہے جو تم ظاہر کر رہے ہو اور جو تم چھپاتے ہو(۱)۔

۳۳۔ا اسماء سے مراد مسمیات (اشخاص واشیا) کے نام اور ان کے خواص وفوائد کا علم ہے، جو اللہ تعالیٰ نے الہام کے ذریعے حضرت آدم علیہ کو سکھلا دیا۔پھر جب ان سے کہا گیا کہ آدم علیہ السلام ان کے نام بتلاؤ تو انہوں نے فوراً سب کچھ بیان کر دیا، جو فرشتے بیان نہ کر سکے۔اسطرح اللہ تعالیٰ نے ایک تو فرشتوں پر حکمت تخلیق آدم واضح کر دی۔دوسرے دنیا کا نظام چلانے کے لئے علم کی اہمیت وفضیلت بیان فرمادی

،جب یہ حکمت واہمیت فرشتوں پر واضع ہوئی ،تو انہوں نے اپنے قصورِ علم وفہم کا اعتراف کر لیا۔فرشتوں کے اس اعتراف سے یہ بھی واضع ہو اکہ عالم الغیب صرف اللہ کی ذات ہے ،اللہ کے برگزیدہ بندوں کو بھی اتنا ہی علم ہوتا ہے جتنا اللہ تعالیٰ انہیں عطا فرماتا ہے۔

ۃ۔۳۴ وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْ ا لِاٰدَمَ فَسَجَدُ وْ اِلَّآ اِبْلِیْسَ ط اَبٰیوَاسْتَکْبَرَ وَ کَانَ مِنَ لْکٰفِرِیْنَ ہ

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو(۱) تو ابلیس کو سوا سب نے سجدہ کیا۔اس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں ہو گیا۔(۲)

۳۴۔ا علمی فضیلت کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کی یہ دوسری عزت ہوئی۔سجدہ کے معنی ہیں عاجزی اور گڑگڑانے کے،اس کی انتہا ہے " زمین پر پیشانی کا ٹکا دینا " (قرطبی) یہ سجدہ شریعت اسلامیہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں ہے نبی کریم ﷺ کا مشہور فرمان ہے کہ اگر سجدہ کسی اور کے لئے جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔(سنن ترندی) تاہم فرشتوں نے اللہ کے حکم پر حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا،جس سے ان کی تکریم وفضیلت فرشتوں پر واضع کر دی گئی۔کیوں کہ یہ سجدہ واکرام وتعظیم کے طور پر یہ تھا،نہ کہ عبادت کے طور پر۔اب تعظیماً بھی کسی کو سجدہ نہیں کیا جا سکتا۔

۳۴۔۲ ابلیس نے سجدے سے انکار کیا اور رندہ درگاہ ہو گیا۔ابلیس حسب وضاحت قرآن,جنات میں سے تھا،لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے اعزازاً فرشتوں میں شامل کر رکھا تھا،اس لئے بحکم الٰہی اس کے لئے بھی سجدہ کرنا ضروری تھا۔لیکن اس نے حسد اور تکبر کی بنا پر سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔گویا حسد اور تکبر وہ گناہ ہیں جن کا ارتکاب دنیائے انسانیت میں سب سے پہلے کیا گیا اور اس کا مرتکب ابلیس ہے۔

۳۴۔۳ یعنی اللہ تعالیٰ کے علم وتقدیر میں۔

ۃ۔۳۵ وَ قُلْنَا یٰاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّۃَ وَکُلَا مِنْھَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا وَلَا

تَقْرَبَا ھٰذِہِ الشَّجَرَۃَ فَتَکُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ہ

اور ہم نے کہہ دیا کہ اے آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو(۱) اور جہاں کہیں سے چاہو بافراغت کھاؤ پیو، لیکن اس درخت کے قریب بھی نہ جاؤ(۲) ورنہ ظالم ہو جاؤ گے۔

۳۵۔۱ یہ حضرت آدم علیہ السلام کی کی تیسری فضیلت ہے جو جنت کو ان کا مسکن بنا کر عطا کی گئی۔

۳۵۔۲ یہ درخت کس چیز کا تھا؟ اس کی بابت قرآن وحدیث میں کوئی وضاحت نہیں ہے۔اس کو گندم کا درخت مشہور کر دیا گیا ہے جو بے اصل بات ہے،ہمیں اس کا نام معلوم کرنے کی ضرورت ہے، نہ اس کا کوئی فائدہ ہی ہے۔

ۃ۔۳۶ فَاَزَلَّھُمَا الشَّیْطٰنُ عَنْھَا فَاَخْرَجَھُمَا مِمَّآ کَانَا فِیْہِ وَقُلْنَا اھْبِطُوْا بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ ہ

لیکن شیطان نے ان کو بہکا کر وہاں سے نکلوا دیا(۱) اور ہم نے کہہ دیا کہ اتر جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو(۲) اور ایک وقت مقرہ تک تمہارے لئے زمین میں ٹھہرنا اور فائدہ اٹھانا ہے۔

۳۶۔۱ شیطان نے جنت میں داخل ہوکر روبرو انہیں بہکایا، یا وسوسہ اندازی کے ذریعے سے،اس کی بابت کوئی وضاحت نہیں۔تاہم یہ واضع ہے جس طرح سجدے کے حکم کے وقت اس نے حکم الٰہی کے مقابلے میں قیاس سے کام لیکر سجدے سے انکار کیا، اسی طرح اس موقع پر اللہ تعالیٰ کے حکم(وَلَا تَقْرَبَا) کی تاویل کر کے حضرت آدم علیہ السلام کو پھسلانے میں کامیاب ہوگیا، جس کی تفصیل سورۃ اعراف میں آئے گی۔گویا حکم الٰہی کے مقابلے میں قیاس اور نص کا ارتکاب بھی سب سے پہلے شیطان نے کیا۔

۳۶۔۲ مراد آدم علیہ السلام اور شیطان ہیں، جو ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔

ۃ۔۳۷ فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْہِ ؕ اِنَّہٗ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ہ

(حضرت) آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند باتیں سیکھ لیں (ا)اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی، بے شک وہ ہی توبہ قبول کرنے والا ہے۔

۳۷۔ا حضرت آدم علیہ السلام جب پشیمانی میں ڈوبے دنیا میں تشریف لائے تو توبہ واستغفار میں مصروف ہوگئے۔اس موقع پر بھی اللہ تعالیٰ نے رہنمائی ودست گیری فرمائی اور وہ کلمات معافی سکھا دیئے جو الاعراف میں بیان کئے گئے ہیں ﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَاوَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَ تَرْحَمْنَا﴾ بعض حضرات یہاں ایک موضوع روایت کا سہارا لیئے ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت آدم نے عرش الٰہی پر لَا اِلٰـــہَ اِلَّا الـلّٰـــہُ مَحَمَدُ رَّسُوْلُ اللّٰہ لکھا ہوا دیکھا اور محمد رسول اللہ کے وسیلے سے دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا

ۃ۔۳۸ قُلْنَا اھْبِطُوْا مِنْھَا جَمِیْعًا فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ ھُدًی فَمَنْ تَبِعَ ھُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۃ

ہم نے کہا تم سب یہاں سے چلے جاؤ،جب کبھی تمہارے پاس میری ہدائت پہنچے تو اس کی تابعداری کرنے والوں پر کوئی خوف وغم نہیں۔

ۃ۔۳۹ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ۃ ع رکوع۴

اور جو انکار کر کے ہماری آیتوں کو جھٹلائیں،وہ جہنمی ہیں اور ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔

۳۹۔ا قبولیت دعا کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انہیں دوبارہ جنت میں آباد کرنے کے بجائے دُنیا ہی میں رہ کر جنت کی حصول کی تلقین فرمائی اور حضرت آدم علیہ السلام کے واسطے تمام بنو آدم کو جنت کا یہ راستہ بتلایا جارہا ہے

ۃ۔۴۰ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ وَاَوْفُوْا بِعَھْدِیْٓ اُوْفِ بِعَھْدِکُمْ وَاِیَّایَ فَارْھَبُوْنِ ۃ

بنی اسرائیل (ا) میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر انعام کی اور میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے

عہد کو پورا کرونگا اور مجھ سے ہی ڈرو۔

۴۰۔ا اِسرا ئِیْلُ (بمعنی عبداللہ) حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا۔یہود کو بنواسرئیل کہا جاتا تھا یعنی یعقوب علیہ السلام کی اولاد ۔کیونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے ،جس میں یہود کے بارہ قبیلے بنے اوران میں بکثرت انبیا اوررسل تھے۔یہود کو عرب میں اس کی گزشتہ تاریخ اورعلم و مذہب سے وابستگی کی وجہ سے ایک خاص مقام حاصل تھا اس لئے انہیں گزشتہ انعامات الٰہی یاد کرا کے کہا جا رہا ہے کہ تم میرا وہ عہد پورا کرو جو تم سے نبی آخرزمان کی نبوت اوران پر ایمان لانے کی بابت لیا گیا تھا۔اگر تم اس عہد کو پورا کروگے تو میں اپنا عہد پورا کروں گا کہ تم سے وہ بوجھ اتار دئے جائیں گے اور جو تمہاری غلطیاں اور کوتاہیوں کی وجہ سے بطور سزا پر لاد دیئے گئے تھے اور تمہیں دوبارہ عروج عطا کیا جائے گا۔اور مجھ سے ڈرو کہ میں تمہیں مسلسل اس ذلت وادبار میں مبتلا رکھ سکتا ہوں جس میں تم بھی مبتلا ہو اور تمہارے آباواجداد بھی مبتلا رہے ہے۔

۴۱۔ۃ وَ اٰمِنُوْا بِمَا اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍ بِهٖ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا وَّ اِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ہ

اوراس کتاب پر ایمان لاؤ جو میں نے تمہاری کتابوں کی تصدیق میں نازل فرمائی ہے اوراس (۱) کے ساتھ تم ہی پہلے کافر نہ بنو اور میری آیتوں کو تھوڑی تھوڑی قیمتوں پر (۲) نہ فروخت کرو اور مجھ سے ہی ڈرو۔

۴۱۔ا بِهٖ کی ضمیر قرآن کی طرف ،یا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف ہے۔دونوں ہی قول صیح ہیں کیونکہ دونوں آپس میں لازم اور ملزوم ہیں ،جس نے قرآن کے ساتھ کفر کیا ،اس نے محمد رسول اللہ کے ساتھ کفر کیا ،جس نے قرآن کے ساتھ کفر کیا ،اُس نے محمد رسول ﷺ ساتھ کفر کیا (ابن کثیر) پہلے کافر نہ بنو کا مطلب ہے ایک تو تمہیں جو علم ہے دوسرے اس سے محروم ہیں ،اس لئے تمہاری ذمہ داری سب سے زیادہ ہے۔دوسرے مدینہ میں یہود کو سب سے پہلے دعوت ایمان دی گئی ،ورنہ ہجرت سے پہلے بہت سے لوگ

قبول اسلام کر چکے ہوتے،اس لئے انہیں تنبیہ کی جارہی ہے کہ یہودیوں میں تم اولین کافر مت بنو۔اگرایسا کروگےتو تمام یہودیوں کےکفرکا وبال تم پر ہوگا۔

۴۱-۲ ؏ تھوڑی قیمت پرفروخت نہ کرو : کا یہ مطلب نہیں کہ زیادہ معاوضہ مل جائے تو احکام الٰہی کا سودا کرلو۔ بلکہ مطلب یہ ہے' کہ احکام الٰہی کا سودا کرلو۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ احکام الٰہی کے مقابلے میں دنیاوی مفادات کواہمیت نہ دو۔احکام الٰہی تو اتنے قیمتی ہیں کہ ساری دنیا کا مال ومتاع بھی ان کے مقابلے میں ہیچ اورقلیل ہے۔آیت میں اصل مخاطب اگرچہ بنی اسرائیل ہیں،لیکن یہ حکم قیامت تک آنے والوں کے لئے ہے،جوبھی محض طلب دنیا کے لئے گریز کرے گا وہ اس وعید میں شامل ہوگا۔(فتح القدیر)

ۃ-۴۲ وَلَا تَـلْبِسُـوْاالْحَقَّ بِالْبَا طِلِ وَتَكْتُمُوْاالْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ہ

اورحق کو باطل کےساتھ خلط ملط نہ کرواورنہ حق کو چھپاؤ،تمہیں تو خوداس کاعلم ہے۔

ۃ-۴۳ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ہ

اور نمازوں کو قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

ۃ-۴۴ اَتَـاْ مُـرُوْنَ الـنَّـا سَ بِـا لْبِـرِّ وَ تَـنْـسَـوْنَ اَنْـفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ہ

کیالوگوں کوبھلائیوں کاحکم کرتے ہو؟اورخوداپنےآپ کوبھول جاتے ہو باوجودیکہ تم کتاب پڑھتے ہو،کیا اتنی بھی سمجھ نہیں؟۔

ۃ-۴۵ وَاسْتَعِيْنُوْابِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ہ

صبراورنماز کےساتھ مدد طلب کرو(ا) یہ چیزشاق ہے،مگرڈر رکھنےوالوں پر۔

۴۵-ا صبراورنماز ہراللہ والے کے لئے دو بڑےہتھیار ہیں۔نماز کے ذریعے سے ایک مومن کا رابطہ و تعلق اللہ تعالیٰ سے استوار ہوتا ہے۔جس سے اسے اللہ تعالیٰ کی تعید اورنصرت حاصل ہوتی ہے۔صبر کے

ذریعے سے کردار کی پختگی اور دین میں استغامت حاصل ہوتی ہے۔حدیث میں آتا ہے نبیﷺ کو جب بھی کوئی اہم معا ملہ پیش آتا آپ فوراً نماز کا اہتمام فرماتے(فتح القدیر)۔

۴۵۔۲ نماز کی پابندی عام لوگوں کے لئے گراں ہے،لیکن خشوع وخضوع کرنے والوں کے لئے یہ آسان ،بلکہ اطمینان اورراحت کا باعث ہے۔یہ کون لوگ ہیں؟وہ جو قیامت پر پورا یقین رکھتے ہیں۔گویا قیامت پریقین اعمال خیر کو کردیتا اور آخرت سے بے فکری انسان کو بے عمل، بلکہ بدعمل بنادیتی ہے۔

ۃ۔۴۶ الَّـذِيْـنَ يَـظُـنُّـوْنَ اَنَّـهُـمْ مُّـلٰـقُـوْا رَبِّهِـمْ وَ اَنَّـهُـمْ اِلَيْـهِ رٰجِـعُـوْنَ ۝

جو جانتے ہیں کہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے اوراس کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

ۃ۔۴۷ يٰبَنِىْٓ اِسْـرَآ ئِيْـلَ اذْكُـرُوْا نِـعْـمَتِـىَ الَّتِىْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَ اَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ ع

اے اولاد یعقوب میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر انعام کی اور تمہیں تمام جہانوں پر فضیلت دی (ا)

۴۷۔ا یہاں پردوبارہ اسرئیل کو وہ انعامات یاد کرائے جارہے ہیں،جو ان پر کئے گئے اوران کو قیامت کے دن سے ڈرایا جارہاہے،جس دن نہ کوئی کسی کے کام آئے گا،نہ شفارش قبول ہوگی،نہ معاوضہ دے کر چھٹکارہ ہوسکے گا،اورنہ کوئی، مددگار آگے آئے گا۔یہود کو یہ دھوکا بھی تھا کہ ہم اللہ کے محبوب اور چہیتے ہیں

ۃ۔۴۸ وَاتَّـقُـوْا يَـوْمًـا لَّا تَـجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝

اس دن سے ڈرتے رہو جب کوئی کسی کو نفع نہ دے سکے گا اور نہ شفاعت اور نہ شفارش قبول ہوگی اور نہ کوئی بدلہ اورفدیہ لیا جائے گا اور نہ مدد کئے جائیں گے۔

ۃ۔۴۹ وَ اِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَ فِىْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝

اور جب ہم نے تمہیں فرعونیوں (ا) سے نجات دی جو تمہیں بدترین عذاب دیتے تھے جو تمہارے لڑکوں کو مار ڈالتے تھے اور تمہاری لڑکیوں کو چھوڑ دیتے تھے، اس نجات دینے میں تمہارے رب کی بڑی مہربانی تھی۔

آل فرعون سے مراد صرف فرعون اور اس کے اہل خانہ ہی نہیں، بلکہ فرعون کے تمام پیروکار ہیں۔ جیسا کہ آگے ﴿اَغْرَقْنَا الَ فِرْعَوْنَ﴾ ہے (ہم نے ال فرعون کو غرق کر دیا) یہ غرق ہونے والے فرعون کے گھر کے ہی نہیں تھے اس کے فوجی اور دیگر پیروکار بھی تھے۔ اس کی مزید تفصیل الاحزاب میں انشاءاللہ آئے گی۔

۵۰ وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ٥

اور جب ہم نے تمہارے لئے (ا) دریا چیر (پھاڑ) دیا اور تمہیں اس سے پار کر دیا اور فرعونیوں کو تمہاری نظروں کے سامنے اس میں ڈبو دیا۔

۵۰۔ا سمندر کا یہ پھاڑنا اور اس میں سے راستہ بنا دینا، ایک معجزہ تھا جس کی تفصیل سورۂ شعراء میں بیان کی گئی ہے۔ یہ سمندر کا مدو جزر نہیں تھا، جیسا کہ سر سید احمد خان اور دیگر منکرین معجزات کا خیال ہے۔

۵۱ وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَ اَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ٥

اور ہم نے (حضرت) موسیٰ علیہ السلام سے چالیس راتوں کا وعدہ کیا، پھر تم نے اس کے بعد بچھڑا پوجنا شروع کر دیا اور ظالم بن گئے۔ (ا)

۵۱۔ا یہ گؤسالہ پرستی کا واقعہ اس وقت ہوا جب فرعونیوں سے نجات پانے کے بعد بنو اسرائیل جزیرہ نماء سینا پہنچے۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ سلام کو تورات دینے کے لئے چالیس راتوں کے لئے کہ طور پر بلایا، حضرت موسیٰ علیہ اسلام کے جانے کے بعد بنی اسرائیل نے سامری کے پیچھے لگ کر بچھڑے کی پوجا شروع کر دی۔ انسان کتنا ظاہر پرست ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھنے کے باوجود اور

نبیوں (حضرت ہارون وموسیٰ علیہ السلام) کی موجودگی کے باوجود بچھڑے کو اپنا معبود سمجھ لیا۔

ۃ۔۵۲ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْ م بَعْدِ ذَالِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۃ

لیکن ہم نے باوجود اس کے پھر بھی تمہیں معاف کر دیا، تاکہ تم شکر کرو۔

ۃ۔۵۳ وَ اِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتَابَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ہ

اور ہم نے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کو تمہاری ہدائت کے لئے کتاب اور معجزے عطا فرمائے (۱)

۱۔۵۳ یہ بھی بحرہ قلزم پار کرنے کے بعد کا واقع ہے (ابن کثیر) ممکن ہے کتاب یعنی تورات کو فرقان سے بھی تعبیر کیا گیا ہو، کیونکہ ہر آسمانی کتاب حق و باطل کو واضع کرنے والی ہوتی ہے، یا معجزات کو فرقان کہا گیا ہے کہ معجزات بھی حق و باطل کی پہچان میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

ۃ۔۵۴ وَاِذْ قَالَ مُوْسَى لِقَوْمِهٖ يَا قَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ ط فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ہ

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم بچھڑے کو معبود بنا کر تم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ اب تم اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع کرو، اپنے آپ کو اپس میں قتل کرو، تمہاری بہتری اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسی میں ہے، تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی، وہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم وکرم کرنے والا ہے۔ (۱)

۱۔۵۴ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شرک پر متنبہ فرمایا تو پھر انہیں توبہ کا احساس ہوا، توبہ کا طریقہ قتل تجویز کیا گیا ﴿ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ﴾ (اپنے اپ کو آپس میں قتل کرو) کی تفسیریں کی گئی ہیں ایک یہ کہ سب کو دو صفوں میں کر دیا گیا اور انہوں نے ایک دوسرے کو قتل کیا، دوسری یہ کہ ارتکاب شرک کرنے والوں کو کھڑا کر دیا گیا جو اس سے محفوظ رہے تھے، انہیں قتل کرنے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ انہوں نے قتل کیا۔

مقتولین کی تعداد ستر ہزار بیان کی گئی ہے (ابن کثیر و فتح القدیر)

ۃ۔۵۵ وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نُّوْئِمِنَ لَكَ حَتّٰی نَرَی اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ہ

اور (تم اسے بھی یاد کرو) تم نے (حضرت) موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ جب تک ہم اپنے رب کو سامنے دیکھ نہ لیں گے ہرگز ایمان نہ لائیں گے جس گستاخی پر سزا میں (ا) دیکھتے ہوئے بجلی گری۔

۵۵۔ا حضرت موسیٰ علیہ اسلام ستر (۷۰) آدمیوں کو کوہ طور پر تورات لینے کے لئے ساتھ لے گئے ۔جب حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس آنے لگے تو انہوں نے کہا جب تک ہم اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے نہ دیکھ لیں، ہم تیری بات پر یقین کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ جس پر بطور عتاب ان پر بجلی گری اور مر گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سخت پریشان ہوئے اور ان کی زندگی کی دعا کی جس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں دوبارہ زندہ کر دیا۔ دیکھتے ہوئے بجلی گرنے کا مطلب یہ ہے کہ ابتدا میں جن پر بجلی گری، آخر والے اسے دیکھ رہے تھے، حتٰی کہ سب موت کی آغوش میں چلے گئے۔

ۃ۔۵۶ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ہ

لیکن پھر اس لئے کہ تم شکر گزاری کرو، اس موت کے بعد بھی ہم نے تمہیں زندہ کر دیا

ۃ۔۵۷ وَ ظَلَّلْنَا عَلَیْكُمُ الْغَمَامَ وَ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی ط كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ط وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ہ

اور ہم نے تم پر بادل کا سایہ کیا اور تم پر من وسلوا اتارا (ا) (اور کہہ دیا) کہ ہماری دی ہوئی پاکیزہ چیزیں کھاؤ، اور انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا، البتہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

۵۷۔ا اکثر مفسرین کے نزدیک یہ مصر اور شام کے درمیان میدان تیہ کا واقع ہے۔ جب انہوں نے حکم الٰہی عمالقہ کی بستی میں داخل ہونے سے انکار کر دیا اور بطور سزا بنو اسرائیل چالیس سال تک تیہ کے میدان

میں پڑے رہے۔ بعض کے نزدیک یہ تخصیص صحیح نہیں۔ یہ صحرائے سینا میں اترنے کے بعد جب سب سے پہلے پانی اور کھانے کا مسلہ درپیش آیا تو اسی وقت یہ انتظام کیا گیا۔

ة۔۵۸ وَاِذْ قُلْنَا ادْ خُلُوْا هٰزِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْ خُلُوا الْبَا بَ
سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيكُمْ ط وَ سَنَزِدُا لْمُحْسِنِيْنَ ہ

اور ہم نے تم سے کہا کہ اس بستی میں (۱) جاؤ اور جو کچھ جہاں کہیں سے چاہو با فراغت کھاؤ پیو اور دروازے میں سجدے کرتے ہوئے گزرو (۲) اور زبان سے کہو (۳) ہم تمہاری خطائیں مفاف کر دیں گے اور نیکی کرنے والوں کو اور زیادہ دیں گے۔

۵۸۔۱ بعض کے نزدیک اوس جو درخت اور پتھر پر گرتی شہد کی طرح میٹھی ہوتی اور خشک ہو کر گوند کی طرح ہو جاتی۔ بعض کے نزدیک شہد یا میٹھا پانی ہے۔ بخاری ومسلم وغیرہ میں حدیث ہے کھمبی من کی اس قسم سے ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی، اس کا مطلب یہ ہے جس طرح بنی اسرائیل کو وہ کھانا بلا وقت پہنچ جاتا تھا اسی طرح کھمبی بغیر کسی کے بوئے کے پیدا ہو جاتی ہے۔ سلوا بٹیر یا چڑیا کی طرح کا ایک پرندہ تھا جسے ذبح کر کے کھا لیتے تھے۔ (فتح القدیر)

۵۸۔۲ اس بستی سے مراد جمہور مفسرین کے نزدیک بیت المقدس ہے۔

۵۸۔۳ سجدہ سے بعض حضرات نے یہ مطلب لیا ہے کہ جھکتے ہوئے داخل ہو اور بعض نے سجدہ شکر ہی مراد لیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بارگاہ الٰہی میں عجز اور انکسار کا اظہار اور اعتراف شکر کرتے ہوئے داخل ہو۔

ة۔۵۹ فَبَدَّ لَ الَّـذِيْـنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَالَّذِیْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّزِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزً
امِّنَ ا السَّمَآ ءِ بِمَا كَانُوْيَفْسُقُوْنَ ہ ع ۶

پھر ان ظالموں نے اس بات کو جو ان سے کہی گئی تھی (۱) بدل ڈالی، ہم نے بھی ان ظالموں پر ان کے فسق اور نافرمانی کی وجہ سے آسمانی عذاب (۲) نازل کیا۔

۵۹۔۱ اس کی وضاحت ایک حدیث میں آتی ہے جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہ میں ہے نبی ﷺ نے فرمایا ان کو حکم دیا گیا کہ سجدہ کئے ہوئے داخل ہوں، لیکن وہ سروں کوز میں میں گھسیٹتے ہوئے داخل ہوئے اور حکم بجالانے کی بجائے ان سے ان کی سرتابی وسرکشی کا، جو اُن کے اندر پیدا ہوگئی تھی اور احکام الٰہی سے تمسخر اور مذاق جس کا ارتکاب انہوں نے کیا، اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ واقع یہ ہے جب کوئی قوم کردار کے لحاذ سے زوال پذیر ہو جائے تو اس کا معاملہ پھر احکام الٰہی کے ساتھ اسے طرح کا ہو جاتا ہے

۵۹۔۲ یہ آسمانی عذاب کیا تھا؟ بعض نے کہا غضب الٰہی، سخت پالا، طاعون۔ اس کی آخری معنی کی تائید حدیث سے ہوتی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا ً یہ طاعون اسی رجز اور عذاب کا حصہ ہے جو تم سے پہلے بعض لوگوں کو پر نازل ہوا۔ تمہاری موجودگی میں کسی جگہ یہ طاعون پھیل جائے تو وہاں سے مت نکلو اور اگر کسی اور علاقے کی بابت تمہیں معلوم ہو کہ وہاں طاعون ہے تو وہاں مت جاؤ اور کسی اور علاقے کی بابت تمہیں معلوم ہو کہ وہاں طاعون ہے تو وہاں مت جاؤ۔

ۃ۔۶۰ وَاِذِ اسْتَسْقٰی مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ط فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ط قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ط كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَ لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ہ

جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے پانی مانگا تو ہم نے کہا اپنی لاٹھی پتھر پر مارو، جس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے اور (۱) ہر گروہ نے اپنا چشمہ پہچان لیا، اور ہم نے کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کا رزق کھاؤ اور زمین مین فساد نہ کرتے پھرو۔

ۃ۔۶۱ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰی لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَ قِثَّآئِهَا وَ فُوْمِهَا وَ عَدَسِهَا وَ بَصَلِهَا ط قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَيْرٌ ط اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ وَ ضُرِبَتْ

عَلَيۡهِمُ الذِّلَّةُ وَالۡمَسۡكَنَةُ ۗ وَبَآءُوۡ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ كَانُوۡا يَكۡفُرُوۡنَ
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ يَقۡتُلُوۡنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيۡرِ الۡحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوۡا وَّ كَانُوۡا يَعۡتَدُوۡنَ ۝ ع رکوع ۷

اور جب تم نے کہا اے موسیٰ! ہم سے ایک ہی قسم کے کھانے پر ہرگز صبر نہ ہو سکے گا، اس لئے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ ہمیں زمین کی پیداوار ساگ، ککڑی، گیہوں مسور اور پیاز دے آپ نے فرمایا بہتر چیز کے بدلے ادنیٰ چیز کیوں طلب کرتے ہو! اچھا شہر میں جاؤ وہاں تمہاری چاہت کی یہ سب چیزیں ملیں گی (۱)۔ ان پر ذلت اور مسکینی ڈال دی گئی اور اللہ کا غضب لیکر وہ لوٹے (۲) یہ اسلئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے نبیوں کو ناحق تنگ کرتے (۳) تھے، ان کی نافرمانیاں اور زیادتیوں کا نتیجہ ہے (۴)۔

۶۱۔۱ یہ قصہ اسی میدان تیہ کا ہے۔ مصر سے مراد یہاں مصر نہیں، بلکہ کوئی ایک شہر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہاں سے کسی بھی شہر میں چلے جاؤ اور وہاں کھیتی باڑی کرو، اپنی پسند کی سبزیاں، دالیں اگاؤ اور کھاؤ انکا یہ مطالبہ چونکہ کفران نعمت تھا۔ ان سے کہا گیا تمہارے لئے وہاں پر مطلوبہ چیزیں ہیں۔

۶۱۔۲ کہاں وہ انعامات و احسنات، جس کی تفصیل گزری؟ اور کہاں وہ ذلت و مسکنت جو بعد میں ان پر مسلط کر دی گئی اور وہ غضب الٰہی کے مصداق بن گئے، غضب بھی رحمت کی طرح اللہ کی صفت ہے۔ جس کی تاویل ارادہء عقوبیت یا نفسِ عقوبیت سے کرنا صحیح نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر غضب ناک ہوا۔

۶۱۔۳ یہ ذلت اور غضب الٰہی کی وجہ بیان کی جا رہی ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار اور اللہ کی طرف بلانے والے انبیا علیہ السلام اور ان کی تزلیل واہانت، یہ غضب الٰہی کا باعث ہے۔ کل یہود اس کا ارتکاب کر کے مغدوب اور ذلیل و رسوا ہوئے تو تو آج اس کا ارتکاب کرنے والے کس طرح معزز اور سرخرو ہو سکتے ہیں۔ وہ کوئی بھی ہوں کہیں بھی ہوں؟

۶۱۔۴ یہ ذلت و مسکنت کی دوسری وجہ ہے۔ عَصَوۡ (نافرمانی کی) کا مطلب جن کاموں سے انہیں روکا گیا

تھا ان کا ارتکاب کیا۔اطاعت اور فرمانبرداری یہ ہے جسطرح حکم دیا گیا ہو۔اپنی طرف سے کمی بیشی یہ زیادتی ہے جو اللہ کو سخت ناپسند ہے۔

ۃ۔۶۲ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰ مَنُوْ ا وَالَّذِیْنَ ھَادُوْ ا وَ ا النَّصٰرٰی وَ ا الصّٰبِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِا للّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَا لِحًا فَلَھُمْ اَجْرُ ھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَ نُوْنَ ہ

ہم مسلمان ہوں، یہودی ہوں (۱) نصاری (۲) ہوں یا صابی (۳) ہوں جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے ان کے اجران کے پاس ہیں اوران پر نہ تو کوئی خوف اور نہ اداسی۔

۶۲۔۱ اس بستی سے مراد جمہور مفسرین کے نزدیک بیت المقدس ہے۔

۶۲۔۲ سجدہ سے بعض حضرات نے یہ مطلب لیا ہے کہ جھکتے ہوئے داخل ہو اور بعض نے سجدہ شکری مراد لیا ہے مطلب یہ ہے کہ بارگاہ الٰہی میں عجز اور انکسار اور شکر کرتے ہوئے داخل ہو۔

۶۲۔۳ حِطَّۃٌ اس کے معنی ہے کہ ہمارے گناہ معاف فرمادے۔

۶۲۔۴ بعض مفسرین اس آیت کا مفہوم سمجھنے میں غلطی لگی یعنی رسالت محمدیہ پر لانا ضروری نہیں ہے، بلکہ جو بھی جس دن کو مانتا ہے اور، اس کے مطابق ایمان رکھتا ہے اور اچھے عمل کرتا ہے اس کی نجات ہو جائے گی۔ یہ فلسفہ سخت گناہ کن ہے، آیت کی صیح تفسیر یہ ہے ۔

جب اللہ تعالیٰ نے سابقہ آیات میں یہود کی بدعملیوں اور سرکشیوں اور اس کی بنا پر ان کے مستحق عذاب ہونے کا تذکرہ فرمایا تو ذہن میں اشکال پیدا ہوسکتا تھا کہ ان یہود میں جو لوگ صیح، کتاب الٰہی کے پیروکار اور اپنے پیغمبر کی ہدایت کے مطابق زندگی گزارنے والے تھے، ان کے ساتھ اللہ تعلیٰ نے کیا معاملہ فرمایا یا کیا معاملہ فرمائے گا؟ اللہ تعلیٰ نے اس کی وضاحت فرمادی صرف یہودی نہیں، نصاری اور صابی بھی اپنے اپنے وقت میں جنہوں نے اللہ پر اور یوم اخرت پر ایمان رکھا اور عمل صالح کرتے رہے، وہ سب نجات آخروی

سے ہمکنار ہونگے اوراسی طرح رسالت محمدیہ پرایمان لانے والے مسلمان بھی اگرصیح طریقے سے ایمان باللہ والیوم الآ خراورعمل صالح کا اہتمام کریں تو یہ بھی یقیناً آخرت کی ابدی نعمتوں کے مستحق قرار پائیں گے۔نجات آخروی میں کسی کے ساتھ امتیازنہیں کیا جائے گا وہاں بے لاگ فیصلہ ہوگا۔چاہے مسلمان ہوں یارسول آخرالزمان ﷺ سے پہلے گزرجانے والے یہودی،عیسائی اورصابی وغیرہ۔نبی ﷺ نے کہاقسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میری اس امت میں جوشخص بھی میری بات سن لے،وہ یہودی ہویاعیسائی،پھروہ مجھ پرایمان نہ لائے تو وہ جہنم میں جائے گا،جہاں دیگرآیات قرآنی کونظر انداز کرنے کا نتیجہ ہے،وہاں احادیث کے بغیرقرآن کوسمجھنے کی مذموم سعی کا بھی اس میں بہت عمل دخل ہے۔اس لئے یہ کہنا بلکل صیح ہے کہ آحادیث صیحہ کے بغیرقرآن کونہیں سمجھا جاسکتا۔

ۃ۔٦٣ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

جب ہم نے تم سے وعدہ لیااورتم پرطور پہاڑ لاکھڑا کردیا(۱)(اورکہا)جوہم نے تمہیں دیا اسے مضبوتی سے تھام لواورجوکچھ اس میں ہے اسے یادکروتاکہ تم بچ سکو۔

۱۔٦٣ جب تورات کے احکام کے متعلق یہودنے ازراہ شرارت کہاہم سے تو احکام پرعمل نہیں ہوسکے گا تو اللہ تعالیٰ نے طورپہاڑکوسائبان کی طرح ان کے اوپرکردیا،جس سے ڈرکرانہوں نے عمل کرنے کا وعدہ کیا۔

ۃ۔٦٤ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

لیکن تم اس کے بعدبھی پھرگئے ،پھراگراللہ تعالیٰ کافضل اوراس کی رحمت تم پرنہ ہوتی توتم نقصان والے ہوجاتے۔

ۃ۔٦٥ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِى السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ

ہاور یقیناً تمہیں ان لوگوں کا علم بھی ہے جو تم (۱) میں سے ہفتہ کے بارے میں حد سے بڑھ گئے اور ہم نے
بھی کہہ دیا کہ تم ذلیل بندر بن جاؤ۔

۶۵۔۱ (ہفتہ) کے دن یہودیوں کو مچھلی کا شکار، بلکہ کوئی بھی دنیاوی کام کرنے سے منع کیا گیا تھا، لیکن
انہوں نے ایک حیلہ اختیار کر کے حکم الٰہی سے تجاوز کیا۔ ہفتے کے دن (بطور امتحان) مچھلیاں زیادہ
آتیں، انہوں نے گڑھے کھود لئے، تا کہ مچھلیاں اس میں پھنسی رہیں اور پھر اتوار کے دن ان کو پکڑ لیتے۔

ة۔۶۶ فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ە

اسے ہم نے اگلوں پچھلوں کے لئے عبرت کا سبب بنا دیا اور پرہیزگاروں کے لئے وعظ ونصیحت کا۔

ة۔۶۷ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا
هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ە

اور (حضرت) موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک گائے
ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے (۱) تو انہوں نے کہا ہم سے مذاق کیوں کرتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا میں
ایسا جاہل ہونے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑتا ہوں۔

۶۷۔۱ بنی اسرائیل میں ایک لاولد مالدار آدمی تھا جس کا وارث صرف ایک بھتیجا تھا، ایک رات اس بھتیجے نے
اپنے چچا کو قتل کر کے لاش کسی آدمی کے دروازے پر ڈال دی، صبح قاتل کی تلاش میں ایک دوسرے کو قاتل
ٹھہرانے لگے، بالآخر بات موسیٰ علیہ تک پہنچی تو انہیں ایک گائے ذبح کرنے کا حکم ہوا، گائے کا ٹکڑا مقتول کو
مارا گیا جس سے وہ زندہ ہو گیا اور قاتل کی نشان دہی کر کے مر گیا (فتح القدیر)

ة۔۶۸ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا
بِكْرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ە

انہوں نے کہا اے موسیٰ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے اس کا حلیہ بیان کر دے، آپ نے فرمایا سنو وہ

گائے نہ تو بالکل بڑھیا ہو، نہ بچہ، بلکہ درمیانی عمر کی نوجوان ہو، اب جو تمہیں حکم دیا گیا ہے بجالاؤ۔

ۃ۔۶۹ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ۝

وہ پھر کہنے لگے کہ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ بیان کرے کہ اس کا رنگ کیا ہو؟ فرمایا وہ کہتا ہے وہ گائے زرد رنگ کی ہو، چمکیلا اور دیکھنے والوں کو بھلا لگنے والا اس کا رنگ ہو۔

ۃ۔۷۰ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِىَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ؕ وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ۝

وہ کہنے لگے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ ہمیں اس کی مزید حلیہ بتلائے، اس قسم کی گائے تو بہت ہیں پتہ نہیں چلتا، اگر اللہ نے چاہا تو ہم ہدائیت والے ہوجائیں گے۔

ۃ۔۷۱ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِى الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ؕ قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ؕ فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝ ع ۸

آپ نے فرمایا کہ اللہ کا فرمان ہے کہ وہ گائے کام کرنے والی زمین میں ہل جوتنے والی اور کھیتوں کو پانی پلانے والی نہیں، وہ تندرست اور بے داغ ہو۔ انہوں نے کہا، اب آپ نے حق واضح کر دیا گو وہ حکم برادری کے قریب نہ تھے، لیکن اسے مانا اور وہ گائے ذبح کردی (ا)۔

ا۔۷۱ انہیں حکم تو یہ دیا گیا تھا ایک گائے ذبح کرو۔ وہ کوئی سی بھی ایک گائے ذبح کردیتے تو حکم الٰہی پر عمل ہو جاتا، لیکن انہوں نے حکم الٰہی پر سیدھے طریقے سے عمل کرنے کی بجائے، مین میخ نکالنا شروع کردی اور طرح طرح کے سوال کرنے شروع کردیئے، جس پر اللہ تعالیٰ بھی ان پر سختی کرتا چلا گیا۔ اس لئے دین میں سختی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

ۃ۔۷۲ وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ؕ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝

جب تم نے ایک شخص کو قتل کر ڈالا، پھر اس میں اختلاف کرنے لگے اور تمہاری پوشیدگی کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا(۱)۔

۷۲۔۱ یہ قتل کا وہ ہی واقع ہے جن کی بنا پر بنی اسرائیل کو گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس قتل کا راز فاش کر دیا حالانکہ وہ قتل رات کی تاریکی میں لوگوں سے چھپ کر کیا گیا تھا مطلب یہ نیکی یا بدی تم کتنی بھی چھپ کر کرو اللہ کے علم میں ہے اور اللہ تعالیٰ اسے لوگوں پر ظاہر کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔اس لئے خلوت یا جلوت ہر وقت اور ہر جگہ اچھے کام ہی کرو تا کہ وہ کسی وقت ظاہر ہو جائیں اور لوگوں کے علم میں بھی آ جائیں تو شرمندگی نہ ہو، بلکہ اس کے احترام و وقار میں اضافہ ہی ہو اور بدی کتنی بھی چھپ کر کیوں نہ کی جائے اس کے فاش ہونے کا امکان ہے جس سے انسان کی بدنامی اور ذلت اور رسوائی ہوتی ہے۔

ق۔۷۳ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى لا وَ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ہ

ہم نے کہا اس گائے کا ایک ٹکڑا (مقتول کے جسم پر لگا دو وہ جی اٹھے گا) اس طرح اللہ مردوں کو زندہ کر کے تمہیں تمہاری عقلمندی کے لئے اپنی نشانیاں دکھاتا ہے،(۱)

۷۳۔۱ مقتول کے دوبارہ جی اٹھنے سے ثابت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ روز قیامت تمام انسانوں کو دوبارہ زندہ کرنے کی قدرت کا اعلان فرما رہا ہے۔قیامت والے دن دوبارہ مردوں کو زندہ ہونا، منکرین قیامت کے لئے ہمیشہ حیرت کا باعث رہا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس مسئلے کو بھی قرآن کریم میں جگہ جگہ مختلف پیرائے میں بیان فرمایا ہے۔

ق۔۷۴ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ

ط وَ اِنَّ مِنۡھَا لَمَا یَھۡبِطُ مِنۡ خَشۡیَۃِ اللّٰہِ ط وَمَا اللّٰہُ بِغَا فِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ہ

پھراس کے بعدتمہارے دل پتھر جیسے بلکہ اس بھی زیادہ سخت ہوگئے (۱) بعض پتھروں سے نہریں بہہ نکلتی ہیں،اور بعض پھٹ جاتے ہیں اوران سے پانی نکل آتا ہے،اور بعض اللہ کے ڈر سے گر گر پڑتے ہیں (۲) اورتم اللہ تعالیٰ کواپنے اعمال سے غافل نہ جانو۔

۷۴۔۱ یعنی گزشتہ معجزات اور یہ تازہ واقعہ کہ مقتول دوبارہ زندہ ہوگیا دیکھ کر بھی تمہارے دلوں کے اندر توبہ اور استغفار کا جذبہ۔ بلکہ اس کے برعکس تمہارے دل پتھر کی طرح سخت بلکہ اس بھی زیادہ سخت ہوگئے ،اس کے بعداس کی اصلاح کی توقع کم اور مکمل تباہی کا اندیشہ زیادہ ہوجاتا ہے اس لئے اہل ایمان کو خاص طور پر تاکید کی گئی ہے کہ اہل ایمان ان لوگوں کی طرح نہ ہوجائیں جن کوان سے قبل کتاب دی گئی لیکن مدت گزرنے پران کے دل سخت ہوگئے۔

۷۴۔۲ پتھروں کی سنگینی کے باوجود،ان سے جوفوائد حاصل ہوتے ہیں اور جو کفیت ان پر گزرتی ہے،اس کا بیان ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پتھروں کے اندر بھی ایک قسم کا ادراک اوراحساس موجود ہے جس طرح کہ اللہ تعلیٰ کا فرمان ہے (وضاحت کے لئے سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۴۴ کا حاشیہ دیکھئے۔)

ۃ۔۷۵ اَفَتَطۡمَعُوۡنَ اَنۡ یُّؤۡمِنُوۡا لَکُمۡ وَ قَدۡ کَانَ فَرِیۡقٌ مِّنۡھُمۡ یَسۡمَعُوۡنَ کَلٰمَ اللّٰہِ ثُمَّ یُحَرِّفُوۡنَہٗ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا عَقَلُوۡہُ وَ ھُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ ہ

(مسلمانوں) کیاتمہاری خواہش ہے کہ یہ لوگ ایماندار بن جائیں،حالانکہ ان میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جوکلام اللہ کوسن کر،عقل وعلم والے ہوتے ہوئے،پھر بھی بدل ڈالا کرتے ہیں۔

۷۵۔۱ اہل ایمان کوخطاب کرکے یہودیوں کے بارے کہا جارہا ہے کیا تمہیں ان کے ایمان لانے کی امید ہے حالانکہ ان کے پچھلے لوگوں میں ایک فرق ایسا بھی تھا جو کلام الہٰی جانتے بھوجتے تحریف کرتا تھا۔یعنی ایسے لوگوں کے ایمان لانے کی قطعاً امید نہیں۔امت محمدیہ کے بہت سے علماء ومشائخ بھی بدقسمتی سے

قرآن اور حدیث میں تحریف کے مرتکب ہیں۔اللہ تعالیٰ اس جرم سے محفوظ رکھے(دیکھئے سورہ نسا آیت ۷۷ کا حاشیہ)

ق۔۷۶ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَاۗجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

جب ایمان والوں سے ملتے ہیں تو اپنی ایمانداری ظاہر کرتے ہیں(ا)اور جب آپس میں ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو کیوں وہ باتیں پہنچاتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں سکھائی ہیں، کیا جانتے نہیں یہ تو اللہ تعالیٰ کے پاس تم پر ان کی حجت ہو جائے گی۔

۷۶۔ا یہ بعض یہودیوں کے منافقانہ کردار کی نقاب کشائی ہو رہی ہے کہ وہ مسلمانوں میں تو اپنے ایمان کا اظہار کرتے، لیکن جب آپس ملتے تو ایک دوسرے کو اس بات پر ملامت کرتے کہ تم مسلمانوں کو اپنی کتاب کی ایسی باتیں کیوں بتاتے ہو جس سے رسول عربی کی صداقت واضح ہوتی ہے۔اس طرح تم خود ہی ایک ایسی حجت ان کے ہاتھ میں دے رہے ہو جو وہ تمہارے خلاف بارگاہ الٰہی میں پیش کریں گے۔

ق۔۷۷ اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝

کیا یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پوشیدگی اور ظاہر داری کو جانتا ہے(ا)۔

۷۷۔ا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم بتلاؤ، کہ اللہ کو تو ہر بات کا علم ہے اور سب باتوں کو تمہارے بتلائے بغیر بھی مسلمانوں پر ظاہر فرما سکتا ہے۔

ق۔۷۸ وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ۝ النصف

ان میں سے بعض ان پڑھ ایسے بھی ہیں جو کتاب کے صرف ظاہری الفاظ کو ہی جانتے ہیں صرف گمان اور اٹکل پر ہی ہیں(ا)۔

۷۸۔ا یہ ان کے اہل علم کی باتیں تھیں۔رہے ان کے ان پڑھ لوگ، وہ کتاب (تورات) سے بے خبر ہیں

لیکن وہ آروزئیں ضرور رکھتے ہیں اور گمانوں پران کا گزارہ ہے جس میں انہیں ان کے علما نے مبتلا کیا ہوا ہے، مثلاً ہم تو اللہ کے چہیتے ہیں۔ ہم جہنم میں اگر گئے بھی تو صرف چند دن کے لئے اور ہمیں ہمارے بزرگ بخشوالیں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔ جیسے آج کے جاہل مسلمانوں کو بھی علماء و مشائخ نے ایسے ہی حسین جالوں اور پرفریب وعدوں پر پھنسا رکھا ہے۔

ۃ۔۷۹ فَوَيْلٌ لِّلَّزِينَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِاللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ہ

ان لوگوں کے لئے ہلاکت ہے جو اپنے ہاتھوں کی لکھی ہوئی کتاب کو اللہ تعالیٰ کی طرف کی کہتے ہیں اور اس طرح دنیا کماتے ہیں، ان کے ہاتھوں کی لکھائی کو اور ان کی کمائی کو ہلاکت اور افسوس ہے (۱)۔

۷۹۔۲ یہ یہود کے علما کی جسارت اور خوف الٰہی سے بے نیازی کی وضاحت ہے کہ اپنے ہاتھوں سے مسئلے گھڑتے ہیں اور باور کراتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہیں ۔

ۃ۔۸۰ وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً طقُلْ اَتَّخَزْتُمْ عِنْدَاللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ہ

یہ لوگ کہتے ہیں ہم تو چند روز جہنم میں رہیں گے، ان سے کہو کہ تمہارے پاس اللہ کا کوئی پروانہ ہے (۱) اگر ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرے گا بلکہ تم اللہ کے ذمے وہ باتیں لگاتے ہو (۲) جنہیں تم نہیں جانتے۔

۸۰۔۱ یہود کہتے تھے کہ دنیا کی کل عمر سات ہزار سال ہے اور ہزار سال کے بدلے ایک دن جہنم میں رہیں گیں اس حساب سے صرف سات دن جہنم میں رہیں گے۔ کچھ کہتے تھے کہ ہم نے چالیس دن بچھڑے کی عبادت کی تھی، چالیس دن جہنم میں رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم نے اللہ سے عہد لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کیساتھ اس طرح کا کوئی عہد نہیں ہے۔

۸۰۔۲ یعنی تمہارا یہ دعویٰ ہے ہم اگر جہنم گئے بھی تو صرف چند دن ہی کے لئے جائیں گے، تمہاری اپنی طرف سے ہے اور اس طرح تم اللہ کے ذمے ایسی باتیں لگاتے ہو، جن کا تمہیں خود بھی علم نہیں ہے۔ اگے اللہ تعالیٰ اپنا وہ اصول بیان فرما رہا ہے۔ جس کی روح سے قیامت والے دن اللہ تعالیٰ نیک و بدکوان کی نیکی اور بدی کی جزا دے گا۔

ۃ۔۸۱ بَلٰی مَنْ کَسَبَ سَیِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِیْٓئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ہ

یقیناً جس نے برے کام کئے اور اس کی نافرمانیوں نے اسے گھیر لیا اور وہ ہمیشہ کے لئے جہنمی ہے۔

ۃ۔۸۲ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ہ ع رکوع ۹

اور جو لوگ ایمان لائیں اور نیک کام کریں وہ جنتی ہیں جو جنت میں ہمیشہ رہیں گے (۱)۔

۸۲۔۱ یہ یہود کے دعوے کی تردید کرتے ہوئے جنت یا جہنم کا اصول بیان کیا جا رہا ہے، جس کے نامہء اعمال میں برائیاں ہی برائیاں ہونگی، یعنی کفر اور شرک, اور جو مومن گنہگار ہونگے ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہوگا وہ چاہے گا تو اپنے فضل و کرم سے ان کے گناہ معاف فرما کر بطور سزا کچھ عرصہ جہنم میں رکھنے کے بعد یا نبی کی شفاعت سے ان کو جنت میں داخل فرما دے گا جیسا کہ یہ باتیں صحیح احادیث سے ثابت ہیں اور اہل سنت کا عقیدہ ہے۔

ۃ۔۸۳ وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّکٰوةَ ط ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْکُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ہ

اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے وعدہ لیا کہ تم اللہ کے سوا دوسرے کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، اسی طرح قرابتداروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اور لوگوں کو اچھی باتیں کہنا

،نمازیں قائم رکھنا اور زکواۃ دیتے رہا کرنا ،لیکن تھوڑے سے لوگوں کے علاوہ تم سب پھر گئے اور منہ موڑلیا۔

ۃ۔۸۴ وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَا قَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِ مَآ ءَكُمْ وَلَا تُخْرِ جُوْنَ اَ نْفُسَكُمْ مِّنْ دِیَارِ كُمْ ثُمَّ اَ قْرَرْ تُمْ وَ اَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ہ

اور جب ہم نے تم سے وعدہ لیا کہ آپس میں خون نہ بہانا (قتل نہ کرنا) اور آپس والوں کو جلاوطن مت کرنا،تم نے اقرار کیا اور تم اس کے شاہد بنے (۱)۔

ۃ۔۸۵ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓـؤُلَآ ءِ تَـقْتُـلُوْنَ اَ نْفُسَكُمْ وَ تُخْرِجُوْنَ فَرِیْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِیَارِ هِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَیْهِمْ بِا لْاِثْمِ وَلْعُدْوَانِ ط وَاِنْ یَّـاْ تُوْكُمْ اُسٰرٰی تُفٰدُوْ هُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَیْكُمْ اِخْرَا جُهُمْ ط اَفَتُـؤْمِـنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ یَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِـنْكُمْ اِلَّا خِزْیٌ فِی الْـحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یُرَدُّوْنَ اِلٰٓی اَشَدِّالْعَذَابِ ط وَ مَا اللّٰهُ بِغَا فِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ہ

لیکن پھر بھی تم نے آپس میں قتل کیا اور آپس کے ایک فرقے کو جلاوطن بھی کیا اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ان کے خلاف دوسرے کی طرف داری کی،ہاں جب وہ قیدی ہو کر تمہارے پاس آئے تم نے ان کے فدیے دیئے،لیکن ان کا نکالنا جو تم پر حرام تھا اس کا کچھ خیال نہ کیا،کیا بعض احکام پر ایمان رکھتے ہو اور بعض کے ساتھ کفر کرتے ہو(۱) تم میں سے جو بھی ایسا کرے،اس کی سزا اس کے سوا کیا ہو کہ دنیا میں رسوائی اور قیامت کے عذاب کی مار،اور اللہ تعالیٰ تمہارے عمال سے بے خبر نہیں۔

۸۵۔ا نبی کریم ﷺ کے زمانے میں انصار (جو اسلام کے قبل مشرک تھے) کے دو قبیلے تھے اوس اور خزرج،ان کی آپس میں آئے دن جنگ رہتی تھی۔اس طرح یہود مدینہ کے تین قبیلہ تھے،بنوقینقاع،بنو نفیر اور بنو قریظ۔یہ بھی آپس میں لڑتے رہتے تھے۔بنو قریظہ اوس کے حلیف (ساتھی) اور بنوقینقاع اور

بنونفیر، بنوخزرج کے حلیف تھے۔ جنگ میں یہ اپنے اپنے حلیفوں (ساتھیوں کی مدد کرتے اور اپنے ہی مذہب یہودیوں کو قتل کرتے ،ان کے گھروں کو لوٹتے اورانہیں جلاوطن کر دیتے حالانکہ تورات کے مطابق ایسا کرنا ان کے لئے حرام تھا۔لیکن پھرانہی یہودیوں کو جب وہ مغلوب ہونے کی وجہ سے قیدی بن جاتے تو فدیہ دے کرچھڑاتے کہتے کہ ہمیں تورات میں یہی حکم دیا گیا ہے۔

ان آیات میں یہودیوں کے اسی کردار کو بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے شریت کوموم کی ناک بنا لیا تھا ۔بعض چیزوں پر ایمان لاتے اور بعض کو ترک کر دیتے ،کسی حکم پر عمل کر لیتے اور کسی وقت شریت کے حکم کو کوئی اہمیت ہی نہ دیتے۔

رکوع ۱۰ **ۃ۔۸۶** اُولٰٓئِكَ الَّزِيۡنَ ا شۡتَرَوُ االۡحَيٰوةَ الدُّ نۡيَا بِا لۡاٰ خِرَةِ فَلَا يُخَفَّفُ عَنۡهُمُ الۡعَزَابُ وَلَا هُمۡ يُنۡصَرُوۡنَ ٥ ع

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے خرید لیا ہے،ان کے نہ تو عذاب ہلکے ہونگے اور نہ ان کی مدد کی جائے گی (۱)۔

۸۶۔ا یہ شریت کے کسی حکم کے مان لینے اور کسی کو نظرانداز کر دینے کی سزا بیان کی جارہی ہے۔اس کی سزا دنیا میں عزت اور سرفرازی کی جگہ (جو مکمل شریت پر عمل کرنے کا نتیجہ ہے) ذلت اور رسوائی اور اخرمیں ابدی نعمتوں کی بجائے سخت عذاب ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے ہاں وہ اطاعت قبول ہے جو مکمل ہو بعض باتوں کا مان لینا ،یا ان پر عمل کر لینا اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی کوئی اہمیت نہیں ۔یہ آیت ہم مسلمانوں کو بھی دعوت وفکر دے رہی ہے کہ کہیں مسلمانوں کی ذلت ورسوائی کی وجہ بھی مسلمانوں کا وہی کردار تو نہیں جو مزکورہ آیات میں یہودیوں کا بیان کیا گیا ہے۔

ۃ۔۸۷ وَلَقَدۡ اٰ تَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ وقَفَّيۡنَا مِنۡ ۢ بَعۡدِهٖ بِالرُّسُلِ وَ اٰتَيۡنَا عِيۡسَى ابۡنَ مَرۡ يَمَ الۡبَيِّنٰتِ وَ اَيَّدۡ نٰهُ بِرُوۡحِ الۡقُدُسِ ؕ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌۢ بِمَا لَا تَهۡوٰٓى اَنۡفُسُكُمُ

اسۡتَكۡبَرۡ تُمۡ فَفَرِيۡقًا كَذَّ بۡتُمۡ وَ فَرِيۡقًا تَقۡتُلُوۡنَ ٥

ہم نے حضرت موسیٰ کو کو کتاب دی اور ان کے پیچھے اور رسول بھیجے اور ہم نے حضرت عیسیٰ ابن مریم کو روشن دلیلیں دیں اور روح القدس سے ان کی تائید کروائی (۱) لیکن جب کبھی تمہارے پاس رسول وہ چیز لائے جو تمہاری طبیعتوں کے خلاف تھی، تم نے جھٹ سے تکبر کیا، پس بعض کو تو جھٹلا دیا اور بعض کو قتل بھی کر ڈالا (۲)۔

۸۷۔۱ موسیٰ علیہ السلام کے بعد مسلسل پیغمبر آتے رہے ،حتیٰ کہ بنی اسرائیل میں انبیا کا سلسلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ختم ہو گیا (بَيِّنَاتُ) سے معزات سے مراد ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیئے گئے تھے، جیسے مردوں کو زندہ کرنا، کوڑھی اور اندھے کو صحت یاب کرنا وغیرہ جن کا ذکر سورہ آل عمران میں آیت (۴۹) میں ہے۔ایک اور آیت میں حضرت جبریل علیہ السلام کو (الرُّوح الْاَمِين) فرمایا گیا ہے آنحضرت ﷺ نے حضرت احسانؓ کے متعلق فرمایا (اے اللہ روح القدس سے اس کی تائید فرما) ایک دوسری حدیث میں ہے (جبرئیل علیہ السلام تمہارے ساتھ ہیں) معلوم ہوا کہ روح القدوس سے مراد حضرت جبریل ہی ہیں (فتح البیان ابن کثیر بحوالہ الحواشی)۔

۸۷۔۲ جیسے حضرت محمد ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا اور حضرت ذکریہ و یحیٰی علیہ السلام کو قتل کیا۔

۸۸۔ة وَقَالُوۡا قُلُوۡبُنَا غُلۡفٌ ؕ بَلۡ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفۡرِهِمۡ فَقَلِيۡلًا مَّا يُؤۡمِنُوۡنَ ٥

یہ کہتے ہیں کہ ہمارے دل غلاف والے ہیں (۱) نہیں بلکہ ان کے کفر کی وجہ سے انہیں اللہ تعالیٰ نے ملعون کر دیا ان کا ایمان بہت ہی تھوڑا ہے (۲)

۸۸۔۱ یعنی ہم پر اے محمد ﷺ تیری باتوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا جس طرح دوسرے مقام پر ہے۔ ہمارے دل اس دعوت سے پردے میں ہیں، جس کی طرف تو ہمیں بلاتا ہے (حٰم السجدہ ۵)

۸۸۔۲ (يَسۡتَفۡتِحُوۡنَ) کے ایک معنی یہ ہیں غلبہ اور نصرت کی دعا کرتے تھے، یعنی جب یہود

مشرکیں سے شکست کھا جاتے تو اللہ سے دعا کرتے، یا اللہ آخری نبی جلد معبوث فرما تا کہ اس سے ملکر ہم ان مشرکین پر غلبہ حاصل کریں۔

ۃ۔۸۹ وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝

اوران کے پاس جب اللہ تعالیٰ کی کتاب ان کی کتاب کو سچا کرنے والی آئی، حالانکہ کہ پہلے یہ خود اس کے ذریعہ (۱) کافروں پر فتح چاہتے تھے تو باوجود آجانے اور باوجود پہچان لینے کے پھر کفر کرنے لگے، اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو کافروں پر۔

۸۹۔ا جب یہود مشرکین سے شکست کھا جاتے تو اللہ سے دعا کرتے کہ آخری نبی جلد معبوث فرما تا کہ اس سے ملکر ہم ان مشرکین پر غلبہ حاصل کریں۔یعنی یہودی کافروں کو خبر دیتے کہ عنقریب نبی کی بعثت ہوگی ا۔(فتح القدیر) لیکن بعثت کے بعد علم رکھنے کے باوجود نبوت محمدی پر محض حسد کی وجہ سے ایمان نہیں لائے ،جیسا کہ اگلی آیت میں ہے۔

ۃ۔۹۰ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ ع

رکوع ۱۱

بہت بری ہے وہ چیز جس کے بدلے انہوں نے اپنے اپ کو بیچ ڈالا وہ انکا کفر کرنا۔اللہ تعلیٰ کی طرف سے نازل شدہ چیز کے ساتھ محض اس بات سے جل کر کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل جس بندہ پر چاہا نازل فرمایا

۹۰۔ا غضب پر غضب کا مطلب ہے بہت زیادہ غضب کیونکہ بار بار وہ غضب والا کام کرتے رہے جیسا کہ تفصیل گزری اور اب محض حسد کی وجہ سے قرآن اور حضرت محمد ﷺ کا انکار کیا۔

ۃ۔۹۱ وَاِذَا قِیلَ لَھُمْ اٰمِنُوْا بِمَآاَنْزَلَ اللّٰہُ قَالُوْا نُوْءمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَیَکْفُرُوْنَ
بِمَا وَرَآءَ ہٗ وَھُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَھُمْ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْبِیَآءَ اللّٰہِ مِنْ قَبْلُ اِنْ
کُنْتُمْ مُّئوْمِنِیْنَ ہ

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب پر ایمان لاؤ تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم پر اتاری گئی اس پر ہمارا ایمان ہے (۱) حالانکہ اس کے بعد والی کے ساتھ جو ان کی کتاب کو تصدیق کرنے والی ہیں، کفر کرتے ہیں، اچھا تو ان سے یہ دریافت کریں اگر تمہارا ایمان پہلی کتابوں پر ہے تو پھر تم نے اگلے انبیا کو کیوں قتل کیا؟ (۲)۔

۹۱۔۱ یعنی تورات پر ہم ایمان رکھتے ہیں یعنی اس کے بعد ہمیں قرآن پر ایمان لانے کی ضرورت نہیں ہے

۹۱۔۲ یعنی تمہارا تورات پر دعویٰ ایمان بھی صحیح نہیں ہے۔ اگر تورات پر تمہارا ایمان ہوتا تو انبیا علیہ السلام کو تم قتل نہ کرتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اب بھی تمہارا انکار محض حسد اور عناد پر مبنی ہے۔

ۃ۔۹۲ وَلَقَدْ جَآءَ کُمْ مُوسٰی بِالْبَیِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْ تُمُ الْعِجْلَ مِنْ م بَعْدِہٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ

تمہارے پاس تو موسٰی یہی دلیلیں لے کر آئے لیکن تم نے پھر بھی بچھڑا پوجا (۱) تم ہو ہی ظالم۔

۹۲۔۱ یہ ان کے انکار اور عناد کی ایک اور دلیل ہے کہ حضرت موسٰی علیہ السلام آیات کی وضاحت اور دلیل کی بات لیکر آئے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور یہ کہ معبود اللہ تعالیٰ ہی ہے، لیکن تم نے اسکے باوجود حضرت موسٰی علیہ السلام کو بھی تنگ کیا اور اللہ واحد کو چھوڑ کر بچھڑے کو معبود بنا لیا۔

ۃ۔۹۳ وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَکُمُ الطُّوْرَ ط خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰکُمْ بِقُوَّۃٍ وَّاسْمَعُوْا
قَالُوْسَمِعْنَا وَعَصَیْنَا وَاُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْعِجْلَ بِکُفْرِھِمْ ط قُلْ بِئْسَمَا یَاْمُرُکُمْ
بِہٖ اِیْمَانُکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّئوْمِنِیْنَ ہ

جب ہم نے تم سے وعدہ لیا اور تم پر طور کو کھڑا کر دیا اور کہہ دیا کہ ہماری دی ہوئی چیز کو مضبوط تھامو اور

سنو، تو انہوں نے کہا، کہ ہم نے سنا اور نافرمانی کی (۱) اور ان کے دلوں میں بچھڑے کی محبت پا دی گئی (۲) بسب ان کے ءکفر کے (۳) ان سے کہہ دیجئے کہ تمہارا ایمان تمہیں بڑا حکم دے رہا ہے، اگر تم مومن ہو۔

۹۳۔۱ یہ کفر اور انکار کی انتہا ہے کہ زبان سے تو اقرار کرکے سن لیا، یعنی اطاعت کریں گے اور دل میں یہ کہتے کہ ہم نے کونسا عمل کرنا ہے۔

۹۳۔۲ ایک تو محبت خود ایسی چیز ہوتی ہے کہ انسان کو اندھا اور بہرہ بنا دیتی ہے دوسرے اس کو اُشْرِبُو (پلا دی گئی) سے تعبیر کیا گیا، کیونکہ پانی انسان کے رگ و ریشہ میں خوب دوڑتا ہے جب کہ کھانے کا گزر اس طرح نہیں ہوتا (فتح القدیر)

۹۳۔۳ یعنی بچھڑے کی محبت و عبادت کی وجہ وہ کفر تھا جو ان کے دلوں پر گھر کر چکا تھا۔

آ۔۹۴ قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ہ

آپ کہہ دیجئے اگر آخرت کا گھر صاف تمہارے ہی لئے ہے، اللہ کے نزدیک اور کسی کے لئے نہیں تو آؤ اپنی سچائی کے ثبوت میں موت طلب کرو۔

آ۔۹۵ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا ۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ط وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ہ

لیکن اپنی کرتوتوں کو دیکھتے ہوئے کبھی بھی موت نہیں مانگیں گے (۱) اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔

۹۵۔۱ حضرت ابن عباسؓ نے یہودیوں کو کہا اگر تم نبوت محمدیہ کے انکار اور اللہ سے محبوبیت کے دعوے میں سچے ہو تو مباہلہ کرلو، یعنی اللہ کی بارگاہ میں مسلمان اور یہودی دونوں ملکر یہ عرض کریں یا اللہ دونوں میں سے جو جھوٹا ہے اسے موت سے ہمکنار کردے، یہی دعوت انہیں سورت جمعہ میں بھی دی گئی ہے۔ نجران کے عیساؤں کو بھی دعوت مباہلہ دی گئی تھی، جیسا کہ العمران میں ہے۔ لیکن چونکہ یہودی بھی عیساؤں کی

طرح، جھوٹے تھے، اس لئے عیساؤں ہی کی طرح یہودیوں کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کہ یہ ہرگز موت کی آرزو (یعنی مباہلہ) نہیں کریں گے ۔حافظ ابن کثیر نے اسی تفسیر کو ترجیح دی ہے (تفسیر ابن کثیر)

ق۔۹۶ وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ط وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ م بِمَا يَعْمَلُوْنَ ہ

ع۔۱۱ بلکہ سب سے زیادہ دنیا کی زندگی کا حریص اے نبی، آپ انہیں کو پائیں گے، یہ حرص زندگی میں مشرکوں سے بھی زیادہ ہیں (۱) ان میں سے تو ہر شخص ایک ایک ہزار سال کی عمر چاہتا ہے، گو یا یہ عمر دیا جانا بھی انہیں عذاب سے نہیں چھڑا سکتا، اللہ تعالیٰ ان کے کاموں کو بخوبی دیکھ رہا ہے۔

۱۔۹۶ موت کی آرزو تو کجا، یہ تو دینوی زندگی کے تمام لوگوں حتیٰ کہ مشرکین سے بھی زیادہ حریص ہیں لیکن عمر کی یہ درازی انہیں عذاب الٰہی سے نہیں بچا سکے گی، ان آیات سے یہ معلوم ہوا کہ یہودی اپنے ان دعووں میں یکسر جھوٹے تھے کہ وہ اللہ کے محبوب اور چہیتے ہیں، یا جنت کے مستحق وہی ہیں اور دوسرے جہنمی، کیونکہ فی الواقع اگر ایسا ہوتا، یا کم از کم انہیں اپنے دعووں کی صداقت پر پورا یقین ہوتا، تو یقیناً وہ مباہلہ کرنے پر آمادہ ہو جاتے، تاکہ ان کی سچائی واضح اور مسلمانوں کی غلطیاں ظاہر ہو جاتیں۔مباہلے سے پہلے یہودیوں کا گریز اس بات کی نشان دہی کرتا ہے کہ گو وہ زبان سے اپنے بارے میں خوش کن باتیں کر لیتے تھے، لیکن ان کے دل اصل حقیقت سے آگاہ تھے اور جانتے تھے کہ اللہ کی بارگاہ میں جانے کے بعد ان کا حشر وہی ہوگا جو اللہ نے اپنے نافرمانوں کے لئے طے کر رکھا ہے۔

ق۔۹۷ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ہ

(اے نبی) آپ کہہ دیجئے کہ جو جبریل کا دشمن ہو جس نے آپ کے دل پر پیغام باری تعالیٰ اتارا ہے جو پیغام ان کے پاس کی کتاب کی تصدیق کرنے والا اور مومنوں کو ہدائت اور خوشخبری دینے والا ہے(۱)۔

۹۷۔۱ احادیث میں ہے کہ چند یہودی علما نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ اگر آپ ﷺ ان کا صحیح جواب دے دیا تو ہم ایمان لے آئیں گے، کیونکہ نبی کے علاوہ کوئی ان کا جواب نہیں دے سکتا۔ جب آپ ﷺ نے ان کو سوالوں کا صحیح جواب دے دیا تو انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ پر وحی کون لاتا ہے؟ آپ نے فرمایا، جبریل۔ یہود کہنے لگے جبریل تو ہمارا دشمن ہے، وہی تو عذاب لیکر اترتا ہے۔ اور اس بہانے سے آپ ﷺ کی نبوت ماننے سے انکار کر دیا (ابن کثیر و فتح القدیر)

ۃ۔۹۸ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ جِبْرِيْلَ وَ مِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ہ

(تو اللہ بھی اس کا دشمن ہے) جو شخص اللہ کا اور اس کے فرشتوں اور رسولوں کا اور جبرائیل اور میکائیل کا دشمن ہو، ایسے کافروں کا دشمن خود اللہ ہے (۱)

۹۸۔۱ یہود کہتے تھے کہ میکائیل ہمارا دوست ہے اللہ تعلیٰ نے فرمایا: یہ سب میرے مقبول بندے ہیں جو ان کا یا ان میں سے کسی ایک کا بھی دشمن ہے، وہ اللہ کا بھی دشمن ہے حدیث میں ہے، جس نے میرے کسی دوست سے دشمنی رکھی، اس نے میرے ساتھ علان جنگ کیا، گویا کہ االلہ کے کسی ایک ولی سے دشمنی سارے اولیا اللہ سے، بلکہ اللہ تعالیٰ سے بھی دشمنی ہے۔ اس سے واضع ہوا کہ اولیاء اللہ کی محبت اور ان کی تعظیم نہائت ضروری اور ان سے بغض وعناد اتنا بڑا جرم ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے خلاف اعلان جنگ فرماتا ہے۔ اولیاء اللہ کون ہیں؟ اس کے لئے ملاحظہ ہو (سورہ یونس آیت ۶۲ اور ۶۳)۔

ۃ۔۹۹ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍ ۢ بَيِّنٰتٍ وَمَا يَكْفُرُبِهَا اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ہ

اور یقیناً ہم نے آپ کی طرف روشن دلیلیں بھیجی ہیں جن کا انکار سوائے بدکاروں کے کوئی نہیں کرتا۔

ۃ۔۱۰۰ اَوَ کُلَّمَا عٰهَدُوْ ا عَهۡدًا نَّبَذَهٗ فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمۡ ط بَلۡ اَكۡثَرُ هُمۡ لَا يُئوْ مِنُوۡنَ ه
یہ لوگ جب کبھی کوئی عہد کرتے ہیں تو ان کی ایک نہ ایک جماعت اسے توڑ دیتی ہے، بلکہ ان میں سے اکثر ایمان سے خالی ہیں۔

ۃ۔۱۰۱ وَ لَمَّا جَآءَ هُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمۡ نَبَذَ فَرِيۡقٌ مِّنَ الَّذِيۡنَ اُوۡ تُوا الۡكِتٰبَ لا كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوۡرِ هِمۡ كَاَنَّهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ه
جب کبھی ان کے پاس اللہ کا کوئی رسول ان کی کتاب کی تصدیق کرنے والا آیا، ان اہل کتاب کے ایک فرقہ نے اللہ کی کتاب کو اس طرح پیٹھ پیچھے ڈال دیا کہ جانتے ہی نہ تھے۔(۱)

۱۰۱۔ا اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے فرمارہا ہے کہ ہم نے آپ ﷺ کو بہت سی آیات بیانات عطا کی ہیں، جن کو دیکھ کر یہود کو بھی ایمان لے آنا چاہئے تھا۔علاوہ ازیں خود ان کی کتاب تورات میں بھی آپ ﷺ کے اوصاف کا ذکر اور آپ ﷺ پر ایمان لانے کو عہد موجود ہے، لیکن انہوں نے پہلے بھی کسی عہد کی کب پرواہ کی ہے جو اس عہد کی وہ کریں گے؟ عہد شکنی ان کے گروہ کی ہمیشہ عادت رہی ہے ۔حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو بھی اس طرح پس پشت ڈال دیا، جیسے وہ اسے جانتے ہی نہیں۔

ۃ۔۱۰۲ وَاتَّبَعُوۡا مَا تَتۡلُوا الشَّيٰطِيۡنُ عَلٰى مُلۡكِ سُلَيۡمٰنَ وَ مَا كَفَرَ سُلَيۡمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيۡنَ كَفَرُوۡا يُعَلِّمُوۡنَ النَّاسَ السِّحۡرَ وَمَآ اُنۡزِلَ عَلَى الۡمَلَكَيۡنِ بِبَا بِلَ هَا رُوۡتَ ط وَمَا رُوۡتَ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنۡ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوۡ لَآ اِنَّمَا نَحۡنُ فِتۡنَةٌ فَلَا تَكۡفُرۡ ط فَيَتَعَلَّمُوۡنَ مِنۡهُمَا مَا يُفَرِّقُوۡنَ بِهٖ بَيۡنَ الۡمَرۡءِ وَزَوۡ جِهٖ ط وَمَا هُمۡ بِضَآرِّيۡنَ بِهٖ مِنۡ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ ط وَيَتَعَلَّمُوۡنَ مَا يَضُرُّ هُمۡ وَ لَا يَنۡفَعُهُمۡ ط وَلَقَدۡ عَلِمُوۡا لَمَنِ اشۡتَرٰهُ مَالَهٗ فِى الۡاٰخِرَةِ مِنۡ خَلَاقٍ وَ لَبِئۡسَ مَا شَرَوۡا بِهٖ اَنۡفُسَهُمۡ ط لَوۡ كَانُوۡا يَعۡلَمُوۡنَ ه
اور اس چیز کے پیچھے لگ گئے جسے شیاطین (حضرت) سلیمان کی حکومت میں پڑھتے تھے۔سلیمان نے تو

کفر نہ کیا تھا، بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا، وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے (۱) اور بابل میں ہاروت ماروت دو فرشتوں پر جادو اتارا گیا تھا (۲) وہ دونوں بھی کسی شخص کو اس وقت تک نہیں سکھاتے تھے (۳) جب تک یہ نہ کہہ دیں کہ ہم تو ایک آزمائش ہیں (۴) تو کفر نہ کر پھر لوگ ان سے وہ سیکھتے جس سے خاوند و بیوی میں جدائی ڈال دیں اور دراصل وہ بغیر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے (۵) یہ لوگ وہ سیکھتے ہیں جو انہیں نقصان پہنچائے اور نہ نفع پہنچا سکے، اور وہ جانتے ہیں کہ اس کے لینے والے کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اور وہ بدترین چیز ہے جس کے بدلے وہ اپنے آپ کو فروخت کر رہے ہیں، کاش کہ یہ جانتے ہوتے۔

۱۰۲۔۱ یعنی ان یہودیوں نے اللہ کی کتاب اور اس کے عہد کی کوئی پرواہ نہیں کی، البتہ شیطان کے پیچھے لگ کر نہ صرف جادو ٹونے پر عمل کرتے رہے، بلکہ یہ دعویٰ کیا کہ حضرت سلیمان علیہ اسلام (نعوذ باللہ) کہ پیغمبر نہیں تھے بلکہ ایک جادوگر تھے اور جادو کے زور سے ہی حکومت کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا حضرت سلیمان علیہ السلام جادو کا عمل نہیں کرتے تھے، کیونکہ جادو سحر تو کفر ہے، اس کفر کا ارتکاب حضرت سلیمان علیہ السلام کیوں کر کر سکتے تھے؟ کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں جادوگری کا سلسلہ بہت عام ہو گیا تھا، حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کے سد باب کے لئے جادو کی کتابیں لیکر اپنی کرسی یا تخت کے نیچے دفن کر دیں۔ حضرت سلیمان کی وفات کے بعد ان شیاطین اور جادوگروں نے ان کتابوں کو نکال کر نہ صرف لوگوں کو دکھایا، بلکہ لوگوں کو یہ باور کرایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی قوت واقتدار کا راز یہی جادو کا عمل تھا اور اسی بنا پر ان ظالموں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی کافر قرار دیا، جس کی تردید اللہ تعلیٰ نے فرمائی (ابن کثیر وغیرہ) واللہ اعلم۔

۱۰۲۔۲ قرآن کے الفاظ سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعلیٰ نے بابل میں ہاروت و ماروت فرشتوں پر جادو کا علم نازل فرمایا تھا اور اس کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے، تاکہ وہ لوگوں کو بتائیں کہ انبیا علیہ السلام کے

،جس کی تردید اللہ تعالیٰ نے فرمائی (ابن کثیر وغیرہ) واللہ عالم۔

ہاتھوں پر ظاہر شدہ معجزے، جادو سے مختلف چیز ہے اور جادو یہ ہے جس کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں عطا کیا گیا اس دور میں جادو عام ہونے کی وجہ سے لوگ انبیا کو بھی (نعوذ باللہ) جادوگر اور شعبدہ باز سمجھنے لگے تھے) اسی مغالطے سے لوگوں کو بچانے کے لئے اور بطور امتحان فرشتوں کو نازل فرمایا گیا۔

١٠٢۔٣ یہ ایسے ہی ہے جیسے باطل کی تردید کے لئے، باطل مذاہب کا علم کسی استاد سے حاصل کیا جائے، استاد شاگرد کو اس یقین دہانی پر باطل مذہب کو علم سکھائے کہ وہ اس کی تردید کرے گا۔ لیکن علم حاصل کرنے کے بعد وہ خود بد مذہب ہو جائے، یا اس کا غلط استعمال کرے تو استاد اس میں قصوروار نہیں ہوگا۔

١٠٢۔٤ ہم اللہ کی طرف سے بندوں کے لئے آزمائش ہیں (فتح القدیر)

١٠٢۔٥ یہ جادو بھی اس وقت تک کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتا جب تک اللہ کی مثیت اور اس کا اذن نہ ہو۔ اس لئے اس کے سیکھنے کا فائدہ بھی کیا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے جادو کے سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کو کفر قرار دیا ہے، ہر قسم کی خیر کی طلب اور ضرر کے دفع کے لئے صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کیا جائے، کیونکہ وہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور کائنات میں ہر کام اسی کی مثیت سے ہوتا ہے۔

١٢۔ر **ۃ۔١٠٣** وَ لَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ ع

اگر یہ لوگ صاحب ایمان متقی بن جاتے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہترین ثواب انہیں ملتا، اگر یہ نہ جانتے ہوتے۔

ۃ۔١٠٤ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

اے ایمان والو تم (نبی ﷺ کو) 'راعنا' نہ کہو کرو، بلکہ 'انظرنا' کہو(ا) یعنی ہماری طرف دیکھئے اور سنتے

رہا کرو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

۱۰۴۔ا رَعِنَا کے معنی ہیں، ہمارا لحاظ اور خیال کیجئے۔ بات سمجھ میں نہ آئے تو سامع اس لفظ کا استعمال کر کے متکلم کو اپنی طرف متوجہ کرتا تھا،لیکن یہودی اپنے بغض وعناد کی وجہ سے اس لفظ کو تھوڑا سا بگاڑ کر استعمال کرتے تھے جس سے اس کے معنی میں تبدیلی اور ان کے جذبہ عناد کی تسلی ہو جاتی ،مثلاً وہ کہتے رَعِینَا (احمق)وغیرہ جیسے وہ السلامُ علیکم کی بجائے السامُ علیکم (تم پر موت آئے) کہا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایاتم ’ انظُرنَا ‘ کہا کرو۔اس سے ایک تو یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ ایسے الفاظ جن میں تنقیص و اہانت کا شائبہ ہو،ادب واحترام کے پیش نظر کے طور پر ان کا استعمال صحیح نہیں۔دوسرا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ کفار کے ساتھ افعال اور اقوال میں مشابہت کرنے سے بچا جائے تاکہ مسلمان جو کسی کی مشابہت اختیار کرے گا وہ انہی میں شمار ہوگا۔

ۃ۔۱۰۵ مَا یَوَدُّ الَّزِیْنَ کَفَرُوْ ا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِکِیْنَ اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْکُمْ مِّنْ خَیْرٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ ط وَا للّٰہُ یَخْتَصُّ بَرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآ ءُ ط وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ ا لْعَظِیْمِ ہ

نہ تو اہل کتاب کے کافر اور نہ مشرکین چاہتے ہیں کہ تم پر تمہارے رب کی کوئی بھلائی نازل ہو (ان کے اس حسد سے کیا ہوا) اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنی رحمت خصوصیت سے عطا فرمائے،اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے

ۃ۔۱۰٦ مَا نَنْسَخْ مِنْ ا یَۃٍ اَوْ نُنْسِھَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْھَآ اَوْ مِثْلِھَا ط اَلَمْ تَعْلَمْ اَنّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْ ءٍ قَدِیْرٌ ہ

جس آیت کو ہم منسوخ کر دیں، یا بھلا دیں اس سے بہتر یا اس جیسی اور لاتے ہیں،کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

ۃ۔۱۰۷ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَمَا لَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ وَّ لِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ ہ

کیا تجھے علم نہیں کہ زمین اور آسمان کا مالک اللہ ہی کے لئے ہے(۱)اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی ولی اور مدد گار نہیں۔

۱۰۷۔ا نسخ کے لغوی معنی تو منسوخ کرنے کے ہیں، لیکن شری اصلاح میں ایک حکم بدل کر دوسرا حکم نازل کرنے کے ہیں یہ نسخ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا جیسے آدم علیہ السلام کے زمانے میں سگے بہن بھائی کا آپس میں نکاح جائز تھا بعد میں اسے حرام کردیا گیا، وغیرہ، اسی طرح قرآن میں بھی اللہ تعالیٰ نے بعض احکام منسوخ فرمائے اور ان کی جگہ نیا حکم نازل فرمایا۔ یہودی تورات کو ناقابل نسخ قرار دیتے تھے اور قرآن پر بھی انہوں نے بعض احکام کے منسوخ ہونے کی وجہ سے اعتراض کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید فرمائی کہا کہ زمین اور آسمان کی بادشاہی اسی کے ہاتھ میں ہے، وہ جو مناسب سمجھے کرے، جس وقت جو حکم اس کی مصلحت وحکمت کے مطابق ہو، اسے نافذ کرے اور جسے چاہے منسوخ کردے، یہ اس کی قدرت ہی کا مظاہرہ ہے۔ بعض قدیم گمراہوں (مثلاً ابو مسلم اصفہانی معتزلی) اور آج کل کے بھی بعض متجددین نے یہودیوں کی طرح قرآن میں نسخ ماننے سے انکار کیا۔ لیکن صحیح بات وہی ہے جو مذکورہ سطروں میں بیان کی گئی ہے، سابقہ صالحین کا عقیدہ بھی اثبات نسخ ہی رہا ہے۔

ۃ۔۱۰۸ اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَ مَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ○

کیا تم اپنے رسول سے یہی پوچھنا چاہتے ہو جو اس سے پہلے موسٰی علیہ السلام سے پوچھا گیا تھا(۱) (سنو) ایمان کو کفر سے بدلنے والا سیدھی راہ سے بھٹک جاتا ہے۔

۱۰۸۔ا مسلمانوں (صحابہ رضی اللہ عنہ کو تنبیہ کی جارہی ہے کہ تم یہودیوں کی طرح اپنے پیغمبر ﷺ سے ازراہ سرکشی غیر ضروری سوالات مت کیا کرو۔ اس میں اندیشہ کفر ہے۔

ۃ۔۱۰۹ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚ حَسَدًا مِّنْ

عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِنْ ۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ فَا عْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ٥

ان اہل کتاب کے اکثر لوگ باوجود حق واضح ہو جانے کے محض حسد و بغض کی بنا پر تمہیں بھی ایمان سے ہٹا دینا چاہتے ہیں، تم بھی معاف کرو اور چھوڑ و یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لائے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

ۃ۔۱۱۰ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ٥ ثلثة

تم نمازیں قائم رکھو اور زکواۃ دیتے رہا کرو اور جو کچھ بھلائی تم اپنے لئے آگے بھیجو گے، سب کچھ اللہ پاس پالو گے ، بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے(۱)۔

ۃ۔۱۱۱ وَ قَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ٥

یہ کہتے ہیں کہ جنت میں یہود و نصاریٰ کے سوا اور کوئی نہ جائے گا، یہ صرف ان کی آرزوئیں ہیں، ان سے کہو کہ اگر تم سچے ہو تو کوئی دلیل تو پیش کرو(۱)۔

۱۱۱۔۱ یہاں اہل کتاب کے اس غرور اور فریب نفس کو پھر بیان کیا جا رہا ہے جس میں وہ مبتلا تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ محض ان کی آرزوئیں ہیں جن کے لئے ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔

ۃ۔۱۱۲ بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ٥ ع رکوع

سنو جو بھی اپنے آپ کو خلوص کے ساتھ اللہ کے سامنے جھکا دے۔(۱) بے شک اسے اس کا رب پورا بدلہ دے گا، اس پر نہ تو کوئی خوف ہوگا، نہ غم اور اداسی۔

۱۱۲۔۱ ﴿ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ ﴾ کا مطلب ہے محض اللہ کی رضا کے لئے کام کرے اور ﴿ وَ هُوَ مُحْسِنٌ ﴾ کا مطلب ہے اخلاص کے ساتھ پیغمبر آخر الزمان ﷺ کی سنت کے مطابق۔ قبولیت عمل کے لئے یہ دو بنیادی اصول ہیں اور نجات اخروی انہی اصولوں کے مطابق کئے گئے اعمال صالحہ پر مبنی ہے، نہ کہ محض آرزوؤں پر۔

ۃ۔۱۱۳ وَ قَالَتِ الْیَهُوْدُ لَیْسَتِ النَّصٰرٰی عَلٰی شَیْءٍ وَّ قَالَتِ النَّصٰرٰی لَیْسَتِ الْیَهُوْدُ عَلٰی شَیْءٍ وَّ هُمْ یَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ فَاللّٰهُ یَحْكُمُ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ۝

یہود کہتے ہیں کہ نصرانی حق پر نہیں (۱) اور نصرانی کہتے ہیں کہ یہودی حق پر نہیں، حالانکہ یہ سب لوگ تورات پڑھتے ہیں۔ اسی طرح ان ہی جیسی بات بے علم بھی کہتے ہیں (۲) قیامت کے دن اللہ ان کے اس اختلاف کا فیصلہ ان کے درمیان کر دے گا۔

۱۱۳۔۱ یہودی تورات پڑھتے ہیں جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق موجود ہے، لیکن اس کے باوجود یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تکفیر کرتے تھے۔ عیسائیوں کے پاس انجیل موجود ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تورات کے مِنْ عِنْدِ اللہ ہونے کی تصدیق ہے اس کے باوجود یہ یہودیوں کی تکفیر کرتے ہیں، یہ گویا اہل کتاب کے دونوں فرقوں کے کفر و عناد اور اپنے اپنے بارے میں خوش فہمیوں میں مبتلا ہونے کو ظاہر کیا جا رہا ہے۔

۱۱۳۔۲ اہل کتاب کے مقابلے میں عرب کے مشرکین ان پڑھ تھے، اس لئے انہیں بے علم کہا گیا، لیکن وہ بھی مشرک ہونے کے باوجود یہود اور نصاریٰ کی طرح، اس باطل میں مبتلا تھے کہ وہ یہ حق پر ہیں۔ اسی لئے وہ نبی ﷺ کو صابی یعنی بے دین کہا کرتے تھے۔

ۃ۔۱۱۴ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰی فِیْ خَرَابِهَا ؕ

اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ط لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ہ

اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کئے جانے کو روکے (۱) ان کی بربادی کی کوشش کرے (۲) ایسے لوگوں کو خوف کھاتے ہوئے ہی اس میں جانا چاہئے (۳) ان کے لئے دنیا میں بھی رسوائی ہے اور آخرت میں بھی بڑا عذاب ہے۔

۱۱۴۔۱ جن لوگوں نے مسجدوں میں اللہ کا ذکر کرنے سے روکا، یہ کون ہیں؟ ان کے بارے میں مفسرین کی دو رائے ہیں، ایک رائے یہ ہے کہ اس سے مراد عیسائی ہیں، جنہوں نے بادشاہ روم کے ساتھ ملکر بیت المقدس میں یہودیوں کو نماز پڑھنے سے روکا اور اس کی تخریب میں حصہ لیا، لیکن حافظ ابن کثیر نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے اس کا مصداق مشرکین مکہ کو قرار دیا، جنہوں نے ایک تو نبی ﷺ اور آپکے صحابہ کو مکہ سے نکلنے پر مجبور کر دیا اور یوں خانہ کعبہ میں مسلمانوں کو عبادت سے روکا۔ پھر صلح حدیبیہ کے موقعے پر بھی یہی کردار دہرایا اور کہا کہ ہم اپنے آباواجداد کے قاتلوں کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے، حالانکہ خانہ کعبہ میں کسی کو عبادت سے روکنے کی اجازت اور روائت نہیں تھی۔

۱۱۴۔۲ تخریب اور بربادی صرف یہی نہیں ہے اسے گرا دیا جائے اور عمارت کو نقصان پہنچایا جائے، بلکہ ان میں اللہ کی عبادت اور ذکر سے روکنا، اقامت شریعت اور مظاہر شرک سے پاک کرنے سے منع کرنا بھی تخریب اور اللہ کے گھروں کو برباد کرنا ہے۔

۱۱۴۔۳ یہ الفاظ خبر کے ہیں، لیکن مراد اس سے یہ خواہش ہے کہ جب اللہ تعالیٰ تمہیں ہمت اور غلبہ عطا فرمائے تو تم ان مشرکین کو اس میں صلح اور جزیے کے بغیر رہنے کی اجازت نہ دینا۔ چنانچہ جب ۸ ہجری میں مکہ فتح ہوا تو نبی ﷺ نے اعلان فرمایا آئندہ سال کعبہ میں کسی مشرک کو حج کرنے کی اور ننگا طواف کرنے کی اجازت نہیں ہوگی اور جس سے جو معاہدہ ہے، معاہدہ کی مدت تک اسے یہاں رہنے کی

اجازت ہے، بعض نے کہا کہ یہ خوشخبری ہے اور پیش گوئی ہے کہ عنقریب مسلمانوں کو غلبہ ہو جائے گا اور یہ مشرکین کعبہ خانہ کعبہ میں ڈرتے ہوئے داخل ہونگے کہ ہم نے جو مسلمانوں پر زیادتیاں کی ہیں انکے بدلے میں ہمیں سزا سے دوچار یا قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ جلد ہی یہ خوشخبری پوری ہوگئی۔

ۃ۔١١٥ وَ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝

اور مشرق اور مغرب کا مالک اللہ ہی ہے۔ تم جدھر بھی منہ کرو ادھر ہی اللہ کا منہ ہے(ا) اللہ تعالیٰ کشادگی اور وسعت والا اور بڑے علم والا ہے۔

١١٥۔ا ہجرت کے بعد جب مسلمان بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے تو مسلمانوں کو اس کا رنج تھا، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی جب بیت المقدس سے پھر خانہ کعبہ کی طرف رخ کرنے کا حکم ہوا تو یہودیوں نے طرح طرح کی باتیں بنائیں، بعض کے نزدیک اس کے نزول کا سبب سفر میں سواری پر نفل نماز پڑھنے کی اجازت ہے کہ سواری کا منہ کدھر بھی ہو، نماز پڑھ سکتے ہو۔ کبھی چند اسباب جمع ہو جاتے ہیں اور ان سب کے حکم کے لئے ایک ہی آیت نازل ہو جاتی ہے۔ ایسی آیتوں کی شان نزول مین متعدد روایات مروی ہوتی ہیں، کسی روایت میں ایک سبب نزول کا بیان ہوتا ہے اور کسی میں دوسرے کا۔ یہ آیت بھی اسی قسم کی ہے۔

ۃ۔١١٦ وَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ۝

یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے، (نہیں بلکہ) وہ پاک ہے زمین اور آسمان کی تمام مخلوق اس کی ملکیت میں ہے اور ہر ایک اس کا فرمانبردار ہے

ۃ۔١١٧ بَدِيْعُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝

وہ زمین اور آسمانوں کو پیدا کرنے والا ہے، وہ جس کام کو کرنا چاہے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا، بس وہی ہو جاتا

ہے(ا)

۱۱۷۔ا یعنی وہ اللہ تو ہے کہ آسمان وزمین کی ہر چیز کا مالک ہے، ہر چیز اس کی فرمانبردار ہے، بلکہ آسمان کا بغیر کسی نمونے کے بنانے والا بھی وہی ہے۔علاوہ ازیں وہ جو کام کرنا چاہے اس کے لئے اسے صرف لفظ کن کافی ہے۔ایسی ذات کو بھلا اولاد کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے۔

ۃ۔۱۱۸ وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْ لَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ہ

اسی طرح بے علم لوگوں نے بھی کہا کہ خود اللہ تعالیٰ ہم سے باتیں کیوں نہیں کرتا, یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی (ا) اسی طرح ایسی ہی بات ان کے اگلوں نے بھی کہی تھی, ان کے اوران کے دل یکساں ہو گئے۔ہم نے تو یقین والوں کے لئے نشانیاں بیان کر دیں۔

۱۱۸۔ا اس سے مراد مشرکین عرب ہیں جنھوں نے یہودیوں کی طرح مطالبہ کیا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے برائے راست گفتگو کیوں نہیں کرتا, یا کوئی بڑی نشانی نہیں دکھا دیتا؟ جسے دیکھ کر ہم مسلمان ہو جائیں جس طرح کہ بنی اسرائیل (آیت ۹۰ تا ۹۳) میں اور دیگر مقامات پر بھی بیان کیا گیا ہے۔

ۃ۔۱۱۹ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا وَّ لَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ہ

ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور جنھوں کے بارے میں آپ سے پرسش نہیں ہوگی۔

ۃ۔۱۲۰ وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِىْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ہ

آپ سے یہودا اور انصاریٰ ہرگز راضی نہیں ہونگیں جب تک کہ آپ ان کے مذہب کے تابع نہ بن

جائیں(۱) آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کی ہدایت ہی ہدایت ہے(۲) اور اگر آپ نے باوجود اپنے پاس علم ا آجانے کے، پھر ان کی خواہشوں کی پیروی کی تو اللہ کے پاس آپ کا نہ تو کوئی ولی ہوگا اور نہ مددگار(۳)

۱۲۰۔۱ یعنی یہودیت یا نصرانیت اختیار کر لے۔

۱۲۰۔۲ جواب اسلام کی صورت میں ہے, جس کی طرف نبی کریم ﷺ دعوت دے رہے ہیں, نہ کہ تحریف شدہ یہودیت و نصرانیت۔

۱۲۰۔۳ یہ اس بات پر وعید ہے کہ علم آجانے کے بعد بھی اگر محض ان پر خود غلط لوگوں کو خوش کرنے کے لئے ان کی پیروی کی تو تیرا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ یہ دراصل امت محمدیہ کو تعلیم دی جا رہی ہے کہ اہل بدعت اور گمراہوں کی خوشنودی کے لئے وہ بھی ایسا کام نہ کریں، نہ دین میں مداخلت اور بے جا دخل کا ارتکاب کریں۔ اعکاب کریں۔

ۃ۔۱۲۱ اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰھُمُ الۡکِتٰبَ یَتۡلُوۡنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ ؕ اُولٰٓئِکَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِہٖ وَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بِہٖ
رکوع ۱۴ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ۝ ع

جنہیں ہم نے کتاب دی(۱) اور وہ اسے پڑھنے کے حق کے ساتھ پڑھتے ہیں(۲) وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور جو اس کے ساتھ کفر کرے وہ نقصان والا ہے(۳)۔

۱۲۱۔۱ اہل کتاب کے لوگوں کے اخلاق وکردار کی ضروری تفصیل کے بعد ان میں جو کچھ لوگ صالح اور اچھے کردار کے تھے، اس آیت میں ان کی خوبیاں، اور ان کے مومن ہونے کی خبر دی جا رہی ہے۔ ان میں عبد اللہ بن سلام ؓ اور ان جیسے دیگر افراد ہیں، جن کو یہودیوں میں سے قبول اسلام کی توفیق حاصل ہوئی۔

۱۲۱۔۲ "وہ اس طرح پڑھتے ہیں جس طرح پڑھنے کا حق ہے" کے کئی مطلب بیان کئے گئے مثلاً (۱) خوب توجہ اور غور سے پڑھتے ہیں۔ جنت کا ذکر آتا ہے تو جنت کا سوال کرتے ہیں اور جہنم کا ذکر آتا ہے تو

اس سے پناہ مانگتے ہیں۔(۲)اس کے حلال کو حلال،حرام کو حرام سمجھتے اور کلام الٰہی میں تحریف نہیں کرتے (جیسے دوسرے یہودی کرتے تھے(۳)اس میں جو کچھ تحریر ہے،لوگوں کو بتلاتے ہیں اس کی کوئی بات چھپاتے نہیں۔(۴)اس کی محکم باتوں پر عمل کرتے اور پر ایمان رکھتے اور جو باتیں سمجھ میں نہیں آتیں انہیں علماء سے حل کراتے ہیں(۵)اس کی ایک ایک بات کی پیروی کرتے ہیں(فتح القدیر)واقعہ یہ ہے کہ حق کی تلاوت میں سارے ہی مفہوم داخل ہیں اور ہدایت ایسے لوگوں کے حصے میں آتی ہے جو مذکورہ باتوں کا اہتمام کرتے ہیں۔

۱۲۱۔۳ اہل کتاب میں سے جو نبی ﷺ کی رسالت پر ایمان نہیں لائے گا وہ جہنم جائے گا(ابن کثیر)

ق۔۱۲۲ یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ وَ اَنِّیۡ فَضَّلۡتُکُمۡ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ۝

اے اولاد یعقوب میں نے جو نعمتیں تم پر انعام کی ہیں انہیں یاد کرو اور میں نے تمہیں تمام جہانوں پر فضیلت دے رکھی تھی۔

ق۔۱۲۳ وَ اتَّقُوۡا یَوۡمًا لَّا تَجۡزِیۡ نَفۡسٌ عَنۡ نَّفۡسٍ شَیۡئًا وَّ لَا یُقۡبَلُ مِنۡہَا عَدۡلٌ وَّ لَا تَنۡفَعُہَا شَفَاعَۃٌ وَّ لَا ہُمۡ یُنۡصَرُوۡنَ ۝

اس دن سے ڈرو جس دن کوئی نفس کسی نفس کو کچھ فائدہ نہ پہنچا سکے گا،نہ کسی شخص سے کوئی فدیہ قبول کیا جائے گا نہ اسے کوئی شفاعت نفع دے گی نہ ان کی مدد کی جائے گی۔

ق۔۱۲۴ وَ اِذِ ابۡتَلٰۤی اِبۡرٰہٖمَ رَبُّہٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّہُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیۡ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَہۡدِی الظّٰلِمِیۡنَ ۝

جب ابراہیم (علیہ السلام) کو ان کے رب نے کئی کئی باتوں سے آزمایا(۱)اور انہوں نے سب کو پورا کردیا تو اللہ نے فرمایا کہ میں تمہیں لوگوں کا امام بنا دونگا،عرض کرنے لگے میری اولاد کو(۲) فرمایا میرا

وعدہ ظالموں سے نہیں۔

۱۲۴۔۱ کلمات سے مراد احکام شریعت، مناسک حج، ذبح پسر، ہجرت نار نمرود وغیرہ وہ تمام آزمائشیں ہیں، جن سے حضرت ابراہیم علیہ السلام گزارے گئے اور ہر آزمائش میں کامیاب اور کامران رہے، جس کے صلے میں امام الناس کے منصب پر فائز کئے گئے، چنانچہ مسلمان ہی نہیں، یہودی، عیسائی حتیٰ کہ مشرکین عرب سب ہی میں ان کی شخصیت محترم اور پیشوا مانی جاتی ہے۔

۱۲۴۔۲ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس خواہش کو پورا فرمایا، جس کا ذکر قرآن مجید میں ہی ہے، ہم نے نبوت اور کتاب کو اس کی اولاد میں کر دیا، پس ہر نبی جسے اللہ نے معبوث کیا اور ہر کتاب جو ابراہیم علیہ السلام کے بعد نازل فرمائی، اولاد ابراہیم ہی میں یہ سلسلہ رہا (ابن کثیر)

۱۲۵۔ۃ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ہ

ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے لئے ثواب اور امن وامان کی جگہ بنائی (۱) تم مقام ابراہیم کو جائے نماز مقرر کرلو (۲) ہم نے ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل (علیہ السلام) سے وعدہ لیا کہ تم میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے لئے پاک صاف رکھو۔

۱۲۵۔۱ حضرت ابراہیم کی نسبت سے جو اس کے بانی اول ہیں، بیت اللہ کی دو خصوصیتیں اللہ تعالیٰ نے یہاں بیان فرمائی ایک (لوگوں کے لئے ثواب کی جگہ) دوسرے کے معنی ہیں لوٹ لوٹ کر آنے کی جگہ جو ایک مرتبہ بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہو جاتا ہے، دوبارہ سہ بارہ آنے کے لئے بیقرار رہتا ہے یہ ایسا شوق ہے جس کی کبھی تسکین نہیں ہوتی بلکہ روزافزوں رہتا ہے دوسری خصوصیت " امن کی جگہ" یعنی یہاں کسی دشمن کا خوف بھی نہیں رہتا چنانچہ زمانہء جاہلیت میں بھی لوگ حدود حرم میں کسی دشمن جان

سے بدلہ نہیں لیتے تھے۔اسلام نے اس کے احترام کو باقی رکھا، بلکہ اس کی مزید تاکید اور توسیع کی۔

۱۲۵۔۲ مقام ابراہیم سے مراد وہ پتھر ہے، جس پر کھڑے ہوکر حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر کعبہ کرتے رہے اس پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم کے نشانات ہیں اب اس پتھر کو ایک شیشے میں محفوظ کر دیا گیا ہے، جسے ہر حاجی طواف کے دوران بآسانی دیکھتا ہے۔اس مقام پر طواف مکمل کرنے کے بعد دو رکعت پڑھنے کا حکم ہے۔

آ ۱۲۶ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰھٖمُ رَبِّ اجْعَلْ ھٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَھْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْھُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَ مَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

جب ابراہیم نے کہا، اے پروردگار تو اس جگہ کو امن والا شہر بنا اور یہاں کے باشندوں کو جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والے ہوں پھلوں کی روزیاں دے (۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں کافروں کو بھی تھوڑا فائدہ دونگا، پھر انہیں آگ کے عذاب کی طرف بے بس کردونگا۔

۱۲۶۔۱ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعائیں قبول فرمائیں، یہ شہر امن کا گھوارہ بھی ہے اور وادی (غیر کھیتی والی) ہونے کے باوجود اس میں دنیا بھر کے پھل فروٹ اور ہر قسم کے غلے کی وہ فراوانی ہے جسے دیکھ کر انسان حیرت وتعجب میں ڈوب جاتا ہے۔

آ ۱۲۷ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰھٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ ابراہیم (علیہ السلام) اور اسماعیل (علیہ السلام) کعبہ کی بنیادیں اٹھاتے جاتے تھے اور کہتے جا رہے تھے کہ ہمارے پروردگار تو ہم سے قبول فرما، تو ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔

آ ۱۲۸ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَ اَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَ تُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝

اے ہمارے رب ہمیں اپنا فرمانبردار بنالے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک جماعت کو اپنی اطاعت گزار رکھ اور ہمیں اپنی عبادتیں سکھا اور ہماری توبہ قبول فرما، تو توبہ قبول فرمانے والا اور رحم و کرم کرنے والا

ۃ۔۱۲۹ رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَ يُزَكِّيۡهِمۡ ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ۝ ع

ع۔۱۵

اے ہمارے رب ان میں ,انہیں میں سے رسول بھیج (۱) جو ان کے پاس تیری آیتیں پڑھے، انہیں کتاب وحکمت (۲) سکھائے اور انہیں پاک کرے (۳) یقیناً تو غلبے والا اور حکمت والا ہے۔

۱۲۹۔۱ یہ حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہ السلام کی آخری دعا ہے ۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت محمد رسول ﷺ کو معبوث فرمایا۔ اسی لئے نبی ﷺ نے فرمایا " میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ کا خواب ہوں " (الفتح الربانی ج ۲۰ ص ۱۸۱، ۱۸۹)

۱۲۹۔۲ کتاب سے مراد قرآن مجید اور حکمت سے مراد حدیث ہے ۔ تلاوت آیات کی تعلیم کتاب وحکمت کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی نفس تلاوت بھی مقصود اور باعث اجر وثواب ہے ۔ تاہم اگر ان کا مفہوم ومطلب بھی سمجھ میں آجاتا ہے تو سبحان اللہ، سونے پر سہاگہ ہے ۔ لیکن اگر قرآن کا ترجمہ و مطلب نہیں آتا، تب بھی اس کی تلاوت میں کوتاہی جائز نہیں ہے ۔ تلاوت بجائے خود ایک الگ اور نیک عمل ہے ۔ تاہم اس کے مفہوم اور مطالب سمجھنے کی بھی حتی الا مکان کوشش کرنی چاہئے۔

۱۲۹۔۳ تلاوت وتعلیم کتاب اور تعلیم حکمت کے بعد آپ ﷺ کی بعث کا یہ چوتھا مقصد ہے کہ انہیں شرک و توہمات کی آلائشوں سے اور اخلاق و کردار کی کوتاہیوں سے پاک کریں۔

ۃ۔۱۳۰ وَ مَنۡ يَّرۡغَبُ عَنۡ مِّلَّةِ اِبۡرٰهٖمَ اِلَّا مَنۡ سَفِهَ نَفۡسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصۡطَفَيۡنٰهُ فِى الدُّنۡيَا ۚ وَ اِنَّهٗ فِى الۡاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ۝

دین ابراہیمی سے وہ ہی بے رغبتی کرے گا جو محض بے وقوف ہو، ہم نے تو اسے دنیا میں بھی برگزیدہ کیا تھا اور آخرت میں بھی وہ نیکوکاروں میں سے ہے(۱)

۱۳۰۔۱ عربی زبان میں رَغِبَ کا صلہ عَنْ تو اس کے معنی بے رغبتی ہوتے ہیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وہ عظمت وفضیلت بیان فرما رہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا اور آخرت میں عطا فرمائی ہے یہ بھی وضاحت فرما دی کہ ملت ابراہیم سے اعراض اور بے رغبتی بے وقوفوں کا کام ہے، کسی عقلمند سے اس کا تصور نہیں ہوسکتا۔

ۃ۔۱۳۱ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ہ

جب کبھی بھی انہیں ان کے رب نے کہا، فرمانبردار ہو جا، انہوں نے کہا، میں نے رب العالمین کی فرمانبرداری کی۔

۱۳۱۔۱ یہ فضیلت و برگزیدگی انہیں اس لئے حاصل ہوئی کہ انہوں نے اطاعت وفرماں داری کا بے مثال نمونہ پیش کیا۔

ۃ۔۱۳۲ وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَ يَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِىَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ہ

اس کی وصیت ابراہیم اور یعقوب نے اپنی اولاد کو کی، کہ ہمارے بچو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اس دین کو پسند فرمالیا، خبردار! تم مسلمان ہی مرنا(۱)

۱۳۲۔۱ حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب علیہ اسلام نے وصیت اپنی اولاد کو بھی جو یہودیت نہیں اسلام ہی ہے، جیسا کہ یہاں بھی اس کی صراحت موجود ہے اور قرآن کریم میں دیگر متعدد مقامات پر بھی اس کی تفصیل آئے گی، جیسے (ال عمران، ۱۱۹) اللہ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے۔

ۃ۔۱۳۳ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِىْ ؕ

قَالُوا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّا حِدًا وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ہ

کیا (حضرت) یعقوب کے انتقال کے وقت تم موجود تھے؟ جب (ا) انہوں نے اپنی اولاد کو کہا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کروگے؟ تو سب نے جواب دیا کہ آپ کے معبود کی اور آپ کے آباواجداد ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام کے معبود کی جو معبود ایک ہی ہے اور ہم اسی کے فرمانبردار رہیں گے۔

۱۳۳۔ا یہود تم یہ دعویٰ کرتے ہو کہ ابراہیم، یعقوب (علیہ السلام) نے اپنی اولاد کو یہودیت پر قائم رہنے کی وصیت فرمائی تھی، تو کیا تم وصیت کے وقت موجود تھے؟ اگر وہ یہ کہیں کہ موجود تھے تو یہ جھوٹ اور بہتان ہوا اور اگر کہیں کہ حاضر نہیں تھے تو ان کا مزکورہ دعویٰ غلط ثابت ہو گیا، کیونکہ انہیں نے جو وصیت کی، وہ تو اسلام کی تھی نہ کہ یہودیت کی، یا عسائیت کی۔ تمام انبیا کا دین اسلام ہی تھا اگرچہ شریعت اور طریقہ کار میں کچھ اختلاف رہا ہے، اس کی نبی ﷺ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا انبیا کی جماعت اولاد علامات ہیں، ان کی مائیں مختلف (اور باپ ایک) ہے اور ان کا دین ایک ہی ہے۔

۱۳۴ۃ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ لَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَ لَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ہ

یہ جماعت تو گزر چکی، جو انہوں نے کیا وہ ان کے لئے ہے اور جو تم کروگے تمہارے لئے ہے۔ ان کے اعمال کے بارے میں تم نہیں پوچھے جاؤ گے (ا)

۱۳۴۔ا یہ بھی یہود کو کہا جا رہا ہے کہ تمہارے آباواجداد جو انبیا وصالحین ہو گزرے ہیں، ان کی طرف نسبت کا کوئی فائدہ نہیں۔ انہوں نے جو کچھ کیا ہے، اس کا صلہ انہیں ہی ملے گا، تمہیں نہیں، تمہیں تو وہ ہی کچھ ملے گا جو تم کماؤ گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلاف کی نیکیوں پر اعتماد اور سہارا غلط ہے۔ اصل چیز

ایمان اور عمل صالح ہی ہے جو پچھلے صالحین کا بھی سرمایا تھا اور قیامت تک آنے والے انسانوں کی نجات کا بھی واحد ذریعہ ہے۔

ق۔۱۳۵ وَقَالُوْا كُوْنُوا هُوْدًا اَوْنَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ہ

یہ کہتے ہیں کہ یہود و انصاریٰ بن جاؤ تو ہدائیت پاؤ گے۔تم کہو صحیح راہ پر ملت ابراہیمی والے ہیں،اور ابراہیم خالص اللہ کے پرستار تھے ا ورمشرک نہ تھے۔(۱)

۱۳۵۔ا یہودی،مسلمانوں کو یہودیت کی اور عیسائی،عسائیت کی دعوت دیتے اور کہتے کہ ہدائیت اسی میں ہے۔اللہ تعلیٰ نے فرمایا،ان سے کہو ہدائیت ملت ابراہیم کی پیروی میں ہے جو حنیف تھا (اللہ واحد کا پرستار اور سب سے کٹ کر اسی کی عبادت کرنے والا) وہ مشرک نہیں تھا۔جب کہ یہودیت اور عیسائیت دونوں میں شرک کی امیزش موجود ہے۔

ق۔۱۳۶ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ مَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ہ

اے مسلمانوں! تم سب کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس چیز پر بھی جو ہماری طرف اتاری گئی اور اس چیز پر بھی جو ابراہیم،اسماعیل اسحاق اور یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد پر اتاری گئی اور جو کچھ اللہ کی جانب سے موسیٰ اور عیسیٰ علیہ اسلام اور دوسرے انبیا علیم السلام) دیئے گئے۔ہم ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے،ہم اللہ کے فرمانبردار ہیں(۱)۔

۱۳۶۔ا یعنی ایمان یہ ہے کہ تمام انبیا علیم السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ بھی ملا یا نازل ہوا سب پر ایمان لایا جائے،کسی بھی کتاب یا رسول کا انکار نہ کیا جائے۔کسی ایک کتاب یا نبی کو ماننا،کسی کو نہ

مانناً، یہ انبیا کے درمیان تفریق ہے جس کو جائز نہیں رکھا۔البتہ عمل اب صرف قرآن کریم کے ہی احکام پر ہوگا۔ پچھلی کتابوں میں لکھی ہوئی باتوں پر نہیں کیونکہ ایک تو وہ اصلی حالت میں نہیں رہیں، تحریف شدہ ہیں، دوسرے قرآن نے ان سب کو منسوخ کر دیا ہے۔

۱۳۷۔ة فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِیْ شِقَاقٍ فَسَیَكْفِیْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ط ہ

اگر وہ تم جیسا ایمان لائیں تو ہدائت پائیں، اور اگر منہ موڑیں تو وہ صریح اختلاف میں ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے عنقریب آپ کی کفایت کرے گا (ا) اور وہ خوب سننے اور جاننے والا ہے۔

۱۳۷۔ا صحابہ کرام بھی اسی مذکورہ طریقے پر ایمان لائے تھے، اس لئے صحابہ کرام کی مثال دیتے ہوئے کہا جارہا ہے کہ اگر وہ اسی طرح ایمان لائیں جس طرح سے صحابہ کرام! تم ایمان لائے ہو تو پھر یقیناً وہ ہدایت یافتہ ہو جائیں گے۔ اگر وہ ضد اور اختلاف میں منہ موڑیں گے، تو گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے، ان کی سازشیں آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گی کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کی کفائیت کرنے والا ہے۔ چنانچہ چند سالوں میں ہی یہ وعدہ پورا ہوا اور بنو قینقاع اور بنو نفسیر کو جلا وطن کر دیا گیا اور بنو قریظہ قتل کئے گئے۔ تاریخی روایات میں ہے کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے وقت ایک مصحف عثمان ان کی اپنی گود میں تھا اور اس آیت کے جملہ ﴿ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ﴾ پر ان کے خون کے چھینٹے گرے بلکہ دھار بھی۔ کہا جاتا ہے یہ مصحف آج بھی ترکی میں موجود ہے۔

۱۳۸۔ة صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّ نَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ہ

اللہ کا رنگ اختیار کرو اور اللہ تعالیٰ سے اچھا رنگ کس کا ہوگا (ا) ہم تو اسی کی عبادت کرتے ہیں۔

۱۳۸۔ا عیسائیوں نے ایک زرد رنگ کا پانی مقرر کر رکھا ہے جو ہر عیسائی بچے کو بھی اور ہر اس شخص کو بھی دیا جاتا ہے جسکو عیسائی بنانا مقصود ہوتا ہے اس رسم کا نام ان کے ہاں " پتسمہ " ہے۔ یہ ان کے نزدیک بہت

ضروری ہے،اس کے بغیر وہ کسی کو پاک تصور نہیں کرتے ۔اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید فرمائی اور کہا اصل رنگ تو اللہ کا رنگ ہے۔اس سے بہتر کوئی رنگ نہیں اور اللہ کے رنگ سے مراد وہ دین فطرت یعنی دین اسلام ہے۔جس کی طرف ہر نبی نے اپنے اپنے دور میں اپنی اپنی امتوں کو دعوت دی۔یعنی دعوت توحید

ۃ۔۱۳۹ قُلۡ اَتُحَآجُّوۡنَنَا فِى اللّٰهِ وَ هُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمۡ وَلَنَآ اَعۡمَالُنَا وَلَكُمۡ اَعۡمَالُكُمۡ وَنَحۡنُ لَهٗ مُخۡلِصُوۡنَ ۙ

آپ کہہ دیجئے کیا تم ہم سے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو جو ہمارا اور تمہارا رب ہے، ہمارے لئے ہمارے عمل ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال، ہم تو اسی کے لئے مخلص ہیں (۱)

۱۔۱۳۹ کیا تم ہم سے اس بارے میں جھگڑتے ہو کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کرتے ہیں، اسی کے لئے اخلاص و نیازمندی کے جذبات رکھتے ہیں اور اسی کے احکامات کی پیروی کرنے سے اجتناب کرتے ہیں حالانکہ ہمارا رب ہی نہیں تمہارا بھی ہے اور تمہیں بھی اس کے ساتھ یہی معاملہ کرنا چاہئے جو ہم کرتے ہیں اور اگر تم ایسا نہیں کرتے تو تمہارا عمل تمہارے ساتھ، ہمارا عمل ہمارے ساتھ۔ہم تو اسی کے لئے خاص عمل کا اہتمام کرنے والے ہیں۔

ۃ۔۱۴۰ اَمۡ تَقُوۡلُوۡنَ اِنَّ اِبۡرٰهٖمَ وَ اِسۡمٰعِيۡلَ وَ اِسۡحٰقَ وَ يَعۡقُوۡبَ وَالۡاَسۡبَاطَ كَانُوۡا هُوۡدًا اَوۡ نَصٰرٰى ؕ قُلۡ ءَاَنۡتُمۡ اَعۡلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ كَتَمَ شَهَادَةً عِنۡدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ۝

کیا تم کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب (علیہم السلام) اور ان کی اولاد یہودی یا نصرانی تھے؟ کہہ دو کیا تم زیادہ جانتے ہو۔یا اللہ تعالیٰ (۱) اللہ کے پاس شہادت چھپانے والے سے زیادہ ظالم اور کون ہے؟ اور اللہ تمہارے کاموں سے غافل نہیں (۲)۔

۱۔۱۴۰ تم کہتے ہو کہ یہ اور ان کی اولاد یہودی یا عیسائی تھی، جب کہ اللہ تعالیٰ اس کی نفی فرماتا ہے۔اب تم ہی بتلاؤ کہ زیادہ علم اللہ کو ہے یا تمہیں۔

۲۔۱۴۰ تمہیں معلوم ہے کہ یہ انبیا یہودی یا عیسائی نہیں تھے،اسی طرح تمہاری کتابوں میں انخضرت ﷺ کی نشانیاں بھی موجود ہیں،لیکن تم ان شہادتوں کو لوگوں سے چھپا کرایک بڑے ظلم کاارتکاب کررہے ہو جواللہ تعالیٰ سے خفیہ نہیں۔

ۃ۔۱۴۱ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ٥ ع ۱۶

یہ امت ہے جو گزر چکی، جوانہوں نے کیا ان کے لئے ہےاور جوتم نے کیا وہ تمہارے لئے،تم ان کے اعمال کے بارے میں سوال نہ کئے جاؤ گے(ا)۔

ا۔۱۴۱ اس آیت میں پھرکسب وعمل کی اہمیت بیان فرما کر بزرگوں کی طرف سے لگاؤ یاان پر اعتماد کو بے فائدہ قرار دیا گیا۔جس کو اس کا عمل پیچھے چھوڑ گیا اس کا سلسلہ اسے اگے نہین بڑھائے گا۔مطلب ہے کہتمہارے خاندان کی نیکیوں سے تمہیں کوئی فائدہ اوران کے گناہوں پرتم سے پوچھ کچھ نہیں ہوگی بلکہ ان کے عملوں کی بابت تم سے یا تمہارے عملوں کی بابت ان سے نہیں پوچھا جائے گا(النجم۔۳۹) کوئی بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

سَیَقُوْلُ ۲	سورت	بقرہ
	صفحہ	جاری

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَاوَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِیْ كَانُوْا عَلَيْهَا ط قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ط يَهْدِیْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ٥

عنقریب یہ لوگ کہیں گے کہ جس قبلہ پر یہ تھے اس سے انہیں کس چیز نے ہٹایا؟ آپ کہہ دیجئے کہ مشرق اورمغرب کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے(ا) وہ جس چاہے سیدھی راہ کی ہدائت کردے۔

ا۔۱۴۲ جب انخضرت ﷺ مکے سے ہجرت کرکے مدینہ میں تشریف لے گئے ۱۶/ ۱۷ مہینے تک بیت اللہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھتے رہے،حالانکہ اپ کی خواہش تھی کہ خانہ کعبہ کی طرف یہ رخ

کر کے نماز پڑھی جائے جو قبلہ ابراہیمی ہے اس کے لئے اپ ﷺ دعا بھی فرماتے اور بار بار آسمان کی طرف نظر بھی اٹھاتے ۔ بلآ خر اللہ تعالیٰ نے تحویل کعبہ کا حکم دے دیا جس پر یہودیوں اور منافقین نے شور مچایا، حالانکہ نماز اللہ کی ایک عبادت ہے اور عبادت میں عابد کو جس طرح حکم ہوتا ہے اسی طرح کرنے کا پابند ہوتا ہے ،اس لئے جس طرف اللہ نے رخ پھیر دیا اسی طرف پھر جانا ضروری تھا علاوہ ازیں جس اللہ کی عبادت کرنی ہے مشرق اور مغرب سارے سمتیں اسی کی ہیں اس لئے سمتوں کی کوئی اہمیت نہیں ہر سمت میں اللہ کی عبادت ہوسکتی ہے بشرطیکہ اس سمت کو اختیار کرنے کا حکم اللہ نے دیا ہو۔ تحویل کعبہ کا یہ حکم نماز عصر کے وقت آیا اور عصر کی نماز خانہ کعبہ کی طرف رخ کر کے پڑھی گئی۔

ة۔۱۴۳ وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّ سَطًا لِّتَكُوْ نُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّا سِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِىْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّا سِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ہ

ہم نے اسی طرح تمہیں عادل امت بنایا (۱) تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہوجاؤ اور رسول ﷺ تم پر گواہ ہو جائیں جس قبلہ پر تم پہلے تھے اسے ہم نے صرف اس لئے مقرر کیا تھا کہ ہم جان لیں کہ رسول کا سچا تابعدار کون ہے اور کون ہے جو اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جاتا ہے (۲) گو یہ کام مشکل ہے، مگر جنہیں اللہ نے ہدائت دی ہے ان پر کوئی مشکل نہیں اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال ضائع نہیں کرے گا (۳) اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ شفقت اور مہربانی کرنے والا ہے۔

۱۴۳۔۱ جس طرح تمہیں بہتر قبلہ عطا کیا گیا اسی طرح تمہیں سب سے افضل امت بھی بنایا گیا اور مقصد اس کا یہ ہے کہ تم لوگوں پر گواہی دو۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ہے ﴿لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَ تَكُوْ نُوْ اشُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ﴾ (سورہ حج۔۷۸) رسول تم پر اور تم لوگوں پر گواہ ہو اس کی

وضاحت بعض احادیث میں اس طرح آتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ پیغمبروں سے قیامت والے دن پوچھے گا کہ تم نے میرا پیغام لوگوں تک پہنچایا تھا وہ ہاں میں جواب دیں گے, اللہ تعالیٰ فرمائے گا تمہارا کوئی گواہ ہے؟ کہیں گے ہاں محمد ﷺ اور ان کی امت، چنانچہ یہ امت گواہی دے گی۔

۱۴۳۔۲ یہ تحویل قبلہ کی ایک غرض بیان کی گئی ہے، کہ مومنین صادقین تو رسول اللہ ﷺ کے اشارات کے منتظر رہا کرتے تھے اس لئے ان کے لئے ادھر سے ادھر پھر جانا کوئی مشکل معاملہ نہ تھا بلکہ ایک مقام پر تو عین نماز کی حالت میں جب کہ وہ رکوع میں تھے یہ حکم پہنچا تو انہوں نے رکوع میں ہی اپنا رخ خانہ کعبہ کی طرف پھیر لیا یہ مسجد قبلتین (یعنی وہ مسجد جس میں ایک نماز دو قبلوں کی طرف رخ کر کے پڑھی گئی) کہلاتی ہے اور ایسا ہی واقع مسجد قبا میں بھی ہوا (لِنَعْلَمَ) (تاکہ ہم جان لیں) اللہ کو تو پہلے بھی علم تھا س کا مطلب ہے تاکہ ہم اہل یقین کو اہل شک سے علٰحدہ کر دیں تاکہ لوگوں کے سامنے بھی دونوں قسم کے لوگ واضح ہو جائیں (فتح القدیر)

۱۴۳۔۳ بعض صحابہؓ کے ذہن میں یہ اشکال پیدا ہوا کہ جو صحابہؓ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کے زمانے میں فوت ہو چکے تھے یا ہم جتنا عرصہ اس طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے ہیں یہ ضائع ہو گیئں یا شاید ان کا ثواب نہیں ملے گا اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ نمازیں ضائع نہیں ہونگی اور ان کا پورا پورا ثواب ملے گا۔ یہاں نماز کو ایمان سے تعبیر کر کے یہ واضح کر دیا کہ نماز کے بغیر ایمان کی کوئی حثیت نہیں۔ ایمان تب ہی معتبر ہے جب نماز اور دیگر احکام الٰہی کی پابندی ہوگی۔

ۃ۔۱۴۴ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ط وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ط وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ہ

ہم آپکے چہرے کو بار بار آسمان کی طرف اٹھتے ہوئے دیکھ رہے ہیں، اب آپکو ہم اس قبلہ کی طرف متوجہ کریں گیں جس سے آپ خوش ہو جائیں آپ اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں آپ جہاں کہیں ہوں اپنا منہ اسی طرف پھیرا کریں۔ اہل کتاب کو اس بات کہ اللہ کی طرف سے برحق ہونے کا قطعی علم ہے (۱) اور اللہ تعالیٰ ان اعمال سے غافل نہیں جو یہ کرتے ہیں۔

۱۴۴۔۱ اہل کتاب کے مختلف مقدس کتابوں میں خانہ کعبہ کے قبلہ آخر الانبیاء ہونے کے واضع اشارات موجود ہیں۔ اس لئے اس کا برحق ہونا انہیں یقینی طور پر معلوم تھا، مگر ان کا نسلی غرور وحسد قبول حق میں رکاوٹ بن گیا۔

۱۴۵۔ ۃ وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ وَمَا اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ط وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْ م بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ه

اور اپ اگرچہ اہل کتاب کو تمام دلیلیں دے دیں لیکن وہ اپ کے قبلے کی پیروی نہیں کریں گے (۱) اور نہ آپ کے قبلے کو ماننے والے ہیں (۲) اور نہ یہ آپس میں ایک دوسرے کے قبلے کو ماننے والے ہیں (۳) اور اگر اپ باوجود یکہ آپ کے پاس علم آ چکا ہے پھر بھی ان کی خواہشوں کے پیچھے لگ جائیں تو بالیقین آپ بھی ظالموں میں ہو جائیں گے (۴)۔

۱۴۵۔۱ کیونکہ یہود کی مخالفت تو حسد وعناد کی بنا پر ہے، اس لئے دلائل کا ان پر کوئی اثر نہ ہوگا۔ گویا اثر پزیری کے لئے ضروری ہے کہ انسان کا دل صاف ہو۔

۱۴۵۔۲ کیونکہ آپ ﷺ وحی الٰہی کے پابند ہیں جب تک آپ ﷺ کو اللہ کی طرف سے ایسا حکم نہ ملے اپ ان کے قبلے کو کیونکر اختیار کر سکتے ہیں۔

۱۴۵۔۳ یہود کا قبلہ بیت المقدس اور عیسائیوں کا بیت المقدس کی مشرقی جانب ہے۔ جب اہل کتاب

کے یہ دوگروہ بھی ایک قبلے پر متفق نہیں تو مسلمانوں سے کیوں یہ توقع کرتے ہیں کہ وہ اس معاملے میں ان کی موافقت کریں گے۔

۱۴۵۔۴ یہ وعید پہلے بھی گزر چکی ہے، مقصد امت کو متنبہ کرنا ہے کہ قرآن وحدیث کے علم کے باوجود اہل بدعت کے پیچھے لگنا ظلم اور گمراہی ہے۔

ۃ۔۱۴۶ اَلَّذِيۡنَ اٰتَيۡنٰهُمُ الۡكِتٰبَ يَعۡرِفُوۡنَهٗ كَمَا يَعۡرِفُوۡنَ اَبۡنَآءَهُمۡ ؕ وَاِنَّ فَرِيۡقًا مِّنۡهُمۡ لَيَكۡتُمُوۡنَ الۡحَقَّ وَهُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ ۝

جنہیں ہم نے کتاب دی وہ تو اسے ایسا پہچانتے ہیں جیسے کوئی اپنے بچوں کو پہچانے، ان کی ایک جماعت حق کو پہچان کر پھر چھپاتی ہے (۱)۔

۱۴۶۔۱ یہاں اہل کتاب کے ایک فریق کو حق کے چھپانے کا مجرم قرار دیا گیا ہے کیونکہ ان کے ایک فریق عبداللہ بن اسلامؓ جیسے لوگوں کا بھی جو اپنے صدق وصفائے باطنی کی وجہ سے مشرف بہ اسلام ہوا۔

ۃ۔۱۴۷ اَلۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُمۡتَرِيۡنَ ۝ ع رکوع۔۱۷

آپ کے رب کی طرف سے یہ سراسر حق ہے، خبردار آپ شک کرنے والوں میں نہ ہونا (۱)۔

۱۴۷۔۱ پیغمبر پر اللہ کی طرف سے جو بھی حکم اترتا ہے، وہ یقیناً حق ہے اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔

ۃ۔۱۴۸ وَلِكُلٍّ وِّجۡهَةٌ هُوَ مُوَلِّيۡهَا فَاسۡتَبِقُوا الۡخَيۡرٰتِ ؕ اَيۡنَ مَا تَكُوۡنُوۡا يَاۡتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيۡعًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ۝

ہر شخص ایک نہ ایک طرف متوجہ ہو رہا ہے (۱) تم اپنی نیکیوں کی طرف دوڑو۔ جہاں کہیں بھی تم ہونگے، اللہ تمہیں لے آئے گا۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

۱۴۸۔۱ یعنی ہر مذہب والے نے اپنا پسندیدہ قبلہ بنا رکھا ہے جس کی طرف وہ رخ کرتا ہے۔ ایک دوسرا

مفہوم یہ کہ ہر ایک مذہب نے اپنا ایک راستہ اور طریقہ بنا رکھا ہے، جیسے قرآن مجید کے دوسرے مقام پر ہے۔(المائدہ۔۴۸) یعنی اللہ تعالیٰ نے ہدائت اور ضلالت دونوں کی وضاحت کے بعد انسان کو ان دونوں میں سے کسی کو بھی اختیار کرنے کی جو آزادی دی ہے، اس کی وجہ سے مختلف طریقے اور دستور لوگوں نے بنالئے ہیں جو ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو ایک ہی راستے یعنی ہدائت کے راست پر چلا سکتا تھا، لیکن یہ سب اختیارات دینے سے مقصود ان کا امتحان ہے۔ اس لئے اے مسلمانو تم تو خیر کی طرف سبقت کرو، یعنی نیکی اور بھلائی ہی کے راستے پر گامزن رہو یہ وحی الٰہی اور اتباع رسول ﷺ ہی کا راستہ ہے جس سے دیگر مرحوم ہیں۔

ق۔۱۴۹ وَ مِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ہ

آپ جہاں سے نکلیں اپنا منہ (نماز کے لئے) مسجد حرام کی طرف کر لیا کریں، یعنی یہ حق ہے آپ کے رب کی طرف سے، جو کچھ تم کر رہے ہو اس سے اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں۔

ق۔۱۵۰ وَ مِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَ اخْشَوْنِيْ وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ہ

اور جس جگہ سے آپ نکلیں اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں اور جہاں کہیں تم ہو اپنے چہرے اسی طرف کیا کرو(۱) تاکہ لوگوں کی کوئی حجت باقی نہ رہ جائے (۲) سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے ان میں سے ظلم کیا ہے (۳) تم ان سے نہ ڈرو (۴) مجھ سے ہی ڈرو تاکہ میں اپنی نعمت تم پر پوری کروں اور اس لئے بھی کہ تم راہ راست پاؤ۔

۱۵۰۔۱ قبلہ کی طرف منہ پھیرنے کا حکم تین مرتبہ دوہرایا گیا، یا تو اس کی تاکید اور اہمیت واضح کرنے کے

لئے یا چونکہ نسخ کا حکم پہلا تجربہ تھا اس لئے ذہنی خلجان دور کرنے کے لئے ضروری تھا کہ اسے بار بار دھرا کر دلوں میں راسخ کر دیا جائے۔ایک علت نبی ﷺ کی مرضی اور خواہش تھی، وہاں اسے بیان کیا گیا ہے۔دوسری علت، ہر اہل ملت اور صاحب دعوت کے لئے ایک مستقل مرکز کا وجود ہے، وہاں اسے دہرایا۔تیسری، علت مخالفین کے اعتراضات کا ازالہ ہے، وہاں اسے بیان کیا گیا ہے (فتح القدیر)

۱۵۰۔۲ یعنی اہل کتاب یہ نہ کہہ سکیں کہ ہماری کتابوں میں تو ان کا قبلہ خانہ کعبہ ہے اور نماز یہ بیت المقدس کی طرف پڑھتے ہیں۔

۱۵۰۔۳ یہاں **ظَلَمُوْا** سے مراد عناد رکھنے والے ہیں یعنی اہل کتب میں سے جو عناد رکھنے والے ہیں ، وہ جاننے کے باوجود کہ پیغمبر آخری زماں ﷺ کا قبلہ خانہ کعبہ ہی ہوگا، وہ بطور عناد کہیں گے کہ بیت المقدس کی بجائے خانہ کعبہ کو اپنا قبلہ بنا کر یہ پیغمبر ﷺ بلآخر اپنے آبائی دین ہی کی طرف مائل ہو گیا ہے اور بعض کے نزدیک اس سے مراد مشرکین مکہ ہیں۔

۱۵۰۔۴ ظالموں سے نہ ڈرو۔یعنی مشرکوں کی باتوں کی پروا مت کرو۔انہوں نے کہا تھا کہ محمد ﷺ نے ہمارا قبلہ تو اختیار کر لیا، عنقریب، ہمارا دین بھی اپنا لیں گے، مجھ سے ڈرتے رہو، جو حکم میں دیتا ہوں اس کا بلا خوف عمل کرتے رہو۔تحویل قبلہ کو اتمام نعمت اور ہدایت یافتگی سے تعبیر فرمایا کہ حکم الٰہی پر عمل کرنا یقیناً انسان کو انعام واکرام کا مستحق بھی بناتا ہے اور ہدائت کی توفیق بھی اسے نصیب ہوتی ہے۔

۱۵۱۔ۃ **كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ يُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ہ**

جس (۱) طرح ہم نے تم میں تمہیں سے رسول بھیجا اور ہماری آیاتیں تمہارے سامنے تلاوت کرتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب وحکمت اور وہ چیزیں سکھاتا ہے جس سے تم بے علم تھے۔

۱۵۱۔۱ کما (جس طرح) کا **تعلق ما** قبل کلام سے ہے یعنی یہ تمام نعمت اور توفیق ہدایت اس طرح

ملی جس طرح اس سے پہلے تمہارے میں سے ایک رسول بھیجا جو تمہارا تزکیہ کرتا، کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا اور جن کا تمہیں علم نہیں، وہ سکھاتا۔

ۃ۔۱۵۲ فَاذْكُرُوْنِيْ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ه ع رکوع۔۱۸

اس لئے تم میرا ذکر کرو میں بھی تمہیں یاد کرونگا ،میری شکر گزاری کرو اور نا شکری سے بچو(ا)

ا۔۱۵۲ پس ان نعمتوں پر تم میرا ذکر کرو اور شکر کرو۔ کفران نعمت مت کرو۔ ذکر کا مطلب ہر وقت اللہ کو یاد کرنا ہے، یعنی اُس کی تسبیح اور تکبیر بلند کرو اور شکر کا مطلب اللہ کی دی ہوئی قوتوں اور توانائیوں کو اس کی اطاعت میں صرف کرنا ہے۔ خداداد قوتوں کو اللہ کی نافرمانی میں صرف کرنا، یہ اللہ کی ناشکرگزاری (کفران نعمت) ہے شکر کرنے پر مزید حسانات کی نوید اور ناشکری پر عذاب شدید کی وعید ہے۔﴿ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ﴾ (ابراھیم۔۷)

ۃ۔۱۵۳ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ه

اے ایمان والو صبر اور نماز کے ذریعہ سے مدد چاہو،اللہ تعالیٰ صبر والوں کا ساتھ دیتا ہے(ا)

ا۔۱۵۳ انسان کی دو ہی حالتیں ہوتی ہیں، آرام اور راحت (نعمت) یا تکلیف و پریشانی۔ نعمت میں شکر الٰہی کی تلقین اور تکلیف میں صبر اور اللہ سے مدد کی تاکید ہے۔ حدیث میں ہے ”مومن معاملہ بھی عجب ہے“ اسے خوشی پہنچتی ہے تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور تکلیف پہنچتی ہے تو صبر کرتا ہے ۔ دونوں ہی حالتیں اس کے لئے خیر ہیں۔ (صحیح مسلم) صبر کی دو قسمیں ہیں، بُرے کام کے ترک اور اس سے بچنے پر اور لذتوں کے قربان اور عارضی فائدوں کے نقصان پر صبر۔ دوسرا احکام الٰہی کے بجا لانے میں جو مشکلیں اور تکلیفیں آئیں ,انہیں صبر اور ضبط سے برداشت کرنا۔ بعض لوگوں نے اس کو اس طرح تعبیر کیا ہے ۔ اللہ کی پسندیدہ باتوں پر عمل کرنا چاہئے وہ نفس اور بدن پر کتنی ہی گراں ہوں اور اللہ کی ناپسندیدہ سے بچنا چاہئے گو کہ خواہشات ولذات اس کو اس کی طرف کتنا ہی کھنچیں۔ (ابن کثیر)

ۃ۔۱۵۴ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ہ

اور اللہتعالیٰ کی راہ کے شہیدوں کو مردہ مت کہو(ا) وہ زندہ ہیں , لیکن تم نہیں سمجھتے۔

۱۔۱۵۴ شہدا کومردہ نہ کہنا، ان کے اعزاز اور تکریم کے لئے ہے، یہ زندگی برزخ کی زندگی ہے جس ہ کوہم سمجھنے سے قاصر ہیں یہ زندگی اعلےٰ قدر مراتب انبیاومومنین حتیٰ کہ کفار کوبھی حاصل ہے۔شہید کی روح اور بعض روایات میں مومن کی روح بھی ایک پرندے کی طرح جنت میں جہان چاہتی ہیں پھرتی ہیں دیکھئے ال عمران ۔۱۱۹(ابن کثیر)

ۃ۔۱۵۵ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَىْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِالصّٰبِرِيْنَ ہ

اور ہم کسی نہ کسی طرح تمہاری آزمائش ضرور کریں گے، دشمن کے ڈر سے، بھوک پیاس سے، مال وجان اور پھلوں کی کمی سے اوران صبر کرنے والوں کوخوزخبری دے دیجئے۔

ۃ۔۱۵۶ الَّذِيْنَ اِذَآاَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ہ

جنہیں جب کوئی مصیبت آتی ہےتو کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم تو خود اللہ تعالی کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

ۃ۔۱۵۷ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ہ

ان پر ان کے رب کی نوازشیں اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

۱۔۱۵۷ ان آیات میں صبر کرنے والوں کے لئے خوشخبریاں ہیں ۔حدیث میں نقصان کے وقت ﴿ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴾ کےساتھ وَ اللّٰهُمَّ اَجِرْنِىْ فِىْ مُصِيْبَتِىْ پڑھنےکی بھی فضیلت اورتاکید آئی ہے۔

ۃ۔۱۵۸ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ

عَلَيۡهِ اَنۡ يَّطَّوَّ فَ بِهِمَا وَ مَنۡ تَطَوَّعَ خَيۡرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيۡمٌ ہ

صفااورمروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے(۱)اس لئے بیت اللہ کا حج وعمرہ کرنے والے پران کا طواف کر لینے میں بھی کوئی گناہ نہیں (۲)اپنی خوشی سے کرنے والوں کا اللہ قدردان ہے اورانہیں خوب جاننے والا ہے۔

۱۵۸۔۱ شَعَآئِرُ جس کے معنی علامتیں ہیں, یہاں حج کے وہ مناسک (مثلاً سعی اورقربانی کو اشعار کرنا وغیرہ) مراد ہیں, جواللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں۔

۱۵۸۔۲ صفااورمروہ کے درمیان سعی کرنا، حج کا ایک رکن ہے۔لیکن قرآن کے الفاظ (کوئی گناہ نہیں) سے بعض صحابہ کو یہ شبہ ہوا کہ شاید ضروری نہیں ہے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے علم میں جب یہ بات آئی توانھوں نے فرمایا(فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِ اَنۡ لَا يَطَّوَّفَ بِهِمَا) ۔جب لوگ مسلمان ہوئے توان کے ذہین میں آیا کہ صفااورمروہ کے درمیان سعی تو شائد گناہ ہو, کیونکہ اسلام سے قبل دو بتوں کی وجہ سے سعی کرتے رہے تھے۔اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے اس وہم کواور خلش کو دور فرمادیا۔اب یہ سعی ضروری ہے جس کا اغاز صفا سے اورخاتمہ مروہ پر ہوتا ہے۔

۱۵۹۔ۃ اِنَّ الَّذِيۡنَ يَكۡتُمُوۡنَ مَآ اَنۡزَلۡنَا مِنَ الۡبَيِّنٰتِ وَالۡهُدٰى مِنۡۢ بَعۡدِمَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الۡكِتٰبِ اُولٰٓـئِكَ يَلۡعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ يَلۡعَنُهُمُ اللّٰعِنُوۡنَ ہ

جولوگ ہماری اتاری ہوئی دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں باوجودیکہ ہم اسی اپنی کتاب میں لوگوں کے لئے بیان کر چکے ہیں،ان لوگوں پر اللہ کی اورتمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے۔

۱۵۹۔۱ اللہ تعالیٰ نے جو باتیں اپنی کتاب میں نازل فرمائی ہیں،انہیں چھپانا اتنا بڑا جرم ہے کہ اللہ کے علاوہ دیگر لعنت کرنے والے بھی اس پر لعنت کرتے ہیں۔حدیثمیں ہے" جس سے کوئی ایسی بات پوچھی گئی جس کا اس کو علم تھا اوراسنے اسے چھپایا تو قیامت والے دن آگ کی لگام اس کے منہ میں دی

جائے گی۔

ۃ۔۱۶۰ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ہ

مگر وہ لوگ جو توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں اور بیان کردیں تو میں ان کی توبہ قبول کرلیتا ہوں اور میں توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہوں۔

ۃ۔۱۶۱ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ہ

یقیناً جو کفار اپنے کفر میں ہی مر جائیں، ان پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے(ا)۔

۱۶۱۔ا اس سے معلوم ہوا کہ جن کی بابت یقینی علم ہے کہ ان کا خاتمہ کفر پر ہوا ہے، ان پر لعنت جائز ہے، لیکن علاوہ کسی بھی بڑے سے بڑے گنہگار مسلمان پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ممکن ہے مرنے سے پہلے اس نے توبہ کرلی ہو یا اللہ نے اس کے دیگر نیک عمال کی وجہ سے اس کی غلطیوں پر قلم عفو پھیر دیا ہو۔ جس کا علم ہمیں نہیں ہوسکتا البتہ جن بعض معاصی پر لعنت کا لفظ آیا ہے، ان کے مرتکبین کی بابت کہا جاسکتا ہے کہ یہ لعنت والے کام کر رہے ہیں، ان سے اگر انہوں نے توبہ نہ کی تو یہ بارگاہ الٰہی میں ملعون قرار پاسکتے ہیں۔

ۃ۔۱۶۲ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ہ

جس میں ہمیشہ رہیں گے، نہ ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ انہیں ڈھیل دی جائے گی۔

رکوع ۱۹ ۃ۔۱۶۳ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ہ ع

تم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں (ا) وہ بہت رحم کرنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

۱۶۳۔ا اس آیت میں پھر دعوت توحید دی گئی ہے۔ یہ دعوت توحید مشرکین مکہ کے لئے نا قابل فہم

تھی، انہوں نے کہا (کیا اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنا دیا یہ تو بڑی عجیب بات ہے) اس لئے اگلی آیت میں اس آیت میں اس توحید کے دلائل بیان کئے جا رہے ہیں۔

ۃ۔۱۶۴ اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ وَالۡفُلۡكِ الَّتِیۡ تَجۡرِیۡ فِی الۡبَحۡرِ بِمَا یَنۡفَعُ النَّاسَ وَمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ مَّآءٍ فَاَحۡیَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا وَ بَثَّ فِیۡهَا مِنۡ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّ تَصۡرِیۡفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الۡمُسَخَّرِ بَیۡنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ ٥

آسمانوں اور زمین کی پیدائش، رات دن کا ہیر پھیر، کشتیوں کا لوگوں کو نفع دینے والی چیزیں کو لئے ہوئے سمندروں میں چلنا۔ آسمان سے پانی اتار کر، مردہ زمین کو زندہ کر دینا (۱) اس میں ہر قسم کے جانوروں کو پھیلا دینا، ہواؤں کے رخ بدلنا، اور بادل، جو اسمان اور زمین کے درمیان مسخر ہیں، ان میں عقلمندوں کے لئے قدرت الٰہی کی نشانیاں ہیں۔

۱۶۴۔۱ یہ آیت اس لحاظ سے بڑی جامع ہے کہ کائنات کی تخلیق اور اس کے نظم و تدبیر کے متعلق سات اہم امور کا اس میں یکجا تذکرہ ہے، جو کسی آیت میں نہیں:۔

۱۔ آسمان اور زمین کی پیدائش، جن کی وسعت وعظمت محتاج بیان نہیں۔

۲۔ رات اور دن کا یکے بعد دیگرے آنا، دن کو روشنی اور رات کو اندھیرا کر دینا تا کہ کاروبار معاش بھی ہو سکے اور آرام بھی۔ پھر رات کا لمبا اور دن کا چھوٹا ہونا اور پھر اس کے برعکس دن کا لمبا اور رات کا چھوٹا ہونا۔

۳۔ سمندر میں کشتیوں اور جہازوں کا چلنا، جن کے ذریعے سے تجارتی سفر بھی ہوتے ہیں اور ٹنوں کے حساب سے سامان رزق و آسائش ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا ہے۔

۴۔ بارش جو زمین کو شادابی و روئیدگی کے لئے نہائت ضروری ہے۔

۵۔ ہر قسم کے جانوروں کی پیدائش، جو نقل و حمل، کھیتی باڑی اور جنگ میں بھی کام آتے ہیں اور انسانی خوراک کی بھی ایک بڑی مقدار ان سے پوری ہوتی ہے۔

۶۔ ہر قسم کی ہوائیں ٹھنڈی بھی گرم بھی، بار آور بھی اور غیر بار آور بھی، شرقی غربی بھی اور شمالی جنوبی بھی۔ انسانی زندگی اور ان کی ضروریات کے مطابق۔

۷۔ بادل جنہیں اللہ تعلیٰ جہاں چاہتا ہے، برساتا ہے۔ یہ سارے امور کیا اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی واحدنیت پر دلالت نہیں کرتے، یقیناً کرتے ہیں۔ کیا اس تخلیق میں اور اس نظم و تدبیر میں اس کا کوئی شریک ہے؟ نہیں۔ یقیناً نہیں۔ تو پھر اس کو چھوڑ کر دوسروں کو معبود اور حاجت روا سمجھنا کہاں کی عقلمندی ہے۔

ۃ۔۱۶۵ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا وَّ اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ۝

بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے شریک اوروں کو ٹھہرا کر ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں، جیسی محبت اللہ سے ہونی چاہیئے (۱) اور ایمان والے اللہ کی محبت میں بہت سخت ہوتے ہیں (۲) کاش کہ مشرک لوگ جانتے جب کہ اللہ کے عذاب کو دیکھ کر (جان لیں گے) کہ تمام طاقت اللہ ہی کو ہے اور اللہ سخت عذاب دینے والا ہے (تو ہرگز شرک نہ کرتے)۔

۱۶۵۔ ۱ مذکورہ دلائل کے باوجود ایسے لوگ ہیں جو اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو شریک لیتے ہیں اور ان سے اسی طرح کی محبت کرتے ہیں جس طرح اللہ سے کرنی چاہیئے، بعث محمدی کے وقت ہی ایسا نہیں تھا، شرک کے یہ مظاہرے آج بھی عام ہیں، بلکہ اسلام کے نام لیواؤں کے اندر بھی یہ بیماری گھر کر گئی ہے۔

۱۶۵۔۲ تاہم اہل ایمان کو مشرکین کے برعکس اللہ تعالیٰ ہی سے سب سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔ کیونکہ

مشرکین جب سمندر میں پھنس جاتے ہیں تو وہاں انہیں اپنے معبود بھول جاتے ہیں اور وہاں صرف اللہ ہی کو پکارتے ہیں۔خلاصہ یہ ہے کہ مشرکین سخت مصیبت میں مدد کے لئے صرف ایک اللہ کو پکارتے ہیں۔

ۃ۔۱۶۶ اِذۡ تَبَرَّ اَا لَّزِیۡنَ اتُّبِعُوۡا مِنَ الَّزِیۡنَ اتَّبَعُوۡ ا وَرَ اَوُالۡعَزَابَ وَ تَقَطَّعَتۡ بِہِمُ الۡاَسۡبَابُ

جس وقت پیشوا لوگ اپنے تابعداروں سے بیزار ہو جائیں گے اور عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے اور کل رشتے ناتے ٹوٹ جائیں گے۔

ۃ۔۱۶۷ وَقَالَ الَّزِیۡنَ اتَّبَعُوۡ الَوۡاَنَّ لَنَا کَرَّۃً فَنَتَبَرَّ اَمِنۡھُمۡ کَمَا تَبَرَّءُوۡا مِنَّا ؕ کَذٰلِکَ
یُرِیۡھِمُ اللّٰہُ اَعۡمَا لَھُمۡ حَسَرٰتٍ عَلَیۡھِمۡ وَمَا ھُمۡ بِخٰرِجِیۡنَ مِنَ النَّارِ ہ ع رکوع

اور تابعدار لوگ کہنے لگیں گے، کاش ہم دنیا کی طرف دوبارہ جائیں تو ہم بھی ان سے ایسے ہی بیزار ہو جائیں جیسے یہ ہم سے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اعمال دکھائے گا ان کو حسرت دلانے کو، یہ ہرگز جہنم سے نہیں نکلیں گے۔

ۃ۔۱۶۸ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ کُلُوۡا مِمَّا فِی الۡاَرۡضِ حَلٰلًا طَیِّبًا وَّلَاتَتَّبِعُوۡخُطُوٰتِ الشَّیۡطٰنِ اِنَّہٗ لَکُمۡ عَدُوٌّمُّبِیۡنٌ ہ

لوگو زمین میں جتنی بھی حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں انہیں کھاؤ پیو اور شیطانی راہ پر مت چلو (ا) وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

ا۔۱۶۸ یعنی شیطان کے پیچھے لگ کر اللہ کی حلال کردہ چیز کو حرام مت کرو۔ جس طرح مشرکین نے کیا اپنے بتوں کے نام وقف کردہ جانوروں کو وہ حرام کر لیتے تھے، جس کی تفصیل سورۃ الانعام میں آئے گی۔حدیث میں آتا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " میں نے اپنے بندوں کو حنیف پیدا کیا، پس شیطان نے ان کو دین سے گمراہ کر دیا اور جو چیزیں میں نے ان کے لئے حلال کی تھیں، وہ اس نے ان پر حرام کر دیں۔

ة۔۱۶۹ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ہ

وہ تمہیں صرف برائی اور بے حیائی کا اور اللہ تعالیٰ پر ان باتوں کے کہنے کا حکم دیتا ہے جن کا تمہیں علم نہیں۔

ة۔۱۷۰ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا اَوَ

لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ ہ

اوران سے جب کبھی کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب کی تابعداری کرو تو جواب دیتے ہیں ہم اس طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا، گوان کے باپ دادے بے عقل اور گم کردہ راہ ہوں (ا)۔

۱۔۱۷۰ آج بھی اہل بدعت کو سمجھایا جائے کہ ان بدعات کی دین میں کوئی اصل نہیں تو وہ بھی جواب دیتے ہیں کہ یہ رسمیں تو ہمارے آباواجداد سے چلی آرہی ہیں۔ حالانکہ آباوجداد بھی دینی بصیرت سے بے بہرہ اور ہدائت سے محروم رہ سکتے ہیں، اس لئے دلائل شریعت کے مقابلے میں آبا پرستی یا اپنے ائمہ وعلما کی پیروی غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس دلدل سے نکالے۔

ة۔۱۷۱ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِیْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً صُمٌّۢ بُكْمٌ

عُمْیٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ہ

کفار کی مثال ان جانوروں کی طرح ہے جو اپنے چرواہے کی صرف پکار اور آواز ہی سنتے ہیں (سمجھتے نہیں) وہ بہرے گونگے اور اندھے ہیں، انہیں عقل نہیں (ا)۔

۱۔۱۷۱ ان کافروں کی مثال جنہوں نے تقلید آبا میں اپنی عقل وفہم کو معطل کر رکھا ہے، ان جانوروں کی طرح ہے جن کو چرواہا بلاتا اور پکارتا ہے وہ جانور آواز تو سنتے ہیں، لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ انہیں کیوں بلایا اور پکارا جارہا ہے؟ اسی طرح یہ تقلید کرنے والے بھی بہرے ہیں کہ حق کی آواز نہیں سنتے، گونگے ہیں کہ ان کی زبان سے نہیں نکلتا، اندھے ہیں کہ حق کو دیکھنے سے عاجز ہیں اور بے عقل ہیں کہ دعوت حق اور

دعوت توحید وسنت کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ یہاں دعا سے قریب کی آواز اور ندا سے دور کی آواز مراد ہے

ة-۱۷۲ يٰٓاَ يُّهَا الَّذِيْنَ اٰ مَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّا هُ تَعْبُدُوْنَ ہ

اے ایمان والو جو پاکیزہ ہم نے تمہیں دے رکھی ہیں انہیں کھاؤ پیو اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرو، اگر تم خاص اسی کی عبادت کرتے رہو(۱)۔

۱۷۲-۱ اس میں اہل ایمان کو ان تمام چیزوں کے کھانے کا حکم ہے جو اللہ نے حلال کی ہیں اور اس پر اللہ کا شکر ادا کرنے کی تاکید ہے۔ اس ایک تو یہ معلوم ہوا کہ اللہ کی حلال کردہ چیزیں ہی پاک ہیں حرام کردہ اشیا پاک نہیں ہیں، چاہے وہ اپنے نفس کو کتنی ہی اچھی کیوں نہ لگیں (جیسے اہل یورپ کو سور کا گوشت بڑا پسند ہے) دوسرا یہ کہ بتوں کے نام پر منسوب جانوروں اور اشیا کو مشرکین اپنے اوپر جو حرام کر لیتے تھے (جس کی تفصیل سورۃ الانعام میں ہے) مشرکین کا یہ عمل غلط ہے اور اس طرح ایک حلال چیز حرام نہیں ہوتی، تم ان کی طرح ان کو حرام مت کرو (حرام صرف وہی ہیں جس کی تفصیل اس کے بعد والی آیت میں ہے) تیسرا یہ کہ اگر تم صرف ایک اللہ کے عبادت گزار ہو تو ادائے شکر کا اہتمام کرو۔

ة-۱۷۳ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَا لدَّ مَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَمَنِ ا ضْطُرَّ غَيْرَ بَا غٍ وَّ لَا عَا دٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّ حِيْمٌ ہ

تم پر مردہ اور (بہا ہوا) خون اور سور کا گوشت اور ہر وہ چیز جس پر اللہ کے سوا دوسروں کا نام پکارا گیا ہو حرام ہے(۱) پھر جو مجبور ہو جائے اور وہ حد سے بڑھنے والا اور زیادتی کرنے والا نہ ہو، اس پر ان کے کھانے میں کوئی پابندی نہیں، اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

۱۷۳-۱ اس آیت میں چار حرام کردہ چیزوں کا ذکر ہے لیکن اسے کلمہ حصر (انما) کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، جس سے ذہن میں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ حرام صرف یہی چار چیزیں ہیں، جبکہ ان کے علاوہ

بھی کئی چیزیں ہیں حرام ہیں ۔اس لئے اول تو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ حصر ایک خاص سیاق میں آیا ہے، یعنی مشرکین کے اس فعل کے ضمن میں کہ وہ حلال جانوروں کو بھی حرام قرار دے لیتے تھے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ حرام نہیں، حرام تو صرف یہ ہیں ۔اس لئے یہ حصر اضافی ہے، یعنی اس کے علاوہ بھی دیگر منع چیزوں سے جن کا یہاں ذکر نہیں کیا گیا مثلاً وہ درندہ جو سینگوں سے شکار کرے اور پرندوں میں جو پنجوں سے شکار کرے تیسرے جن جانوروں کی حرمت حدیث سے ثابت ہے مثلاً گدھا کُتا وغیرہ بھی حرام ہیں۔

ق۔۱۷۴ اِنَّ الَّزِیۡنَ یَکۡتُمُوۡنَ مَآ اَنۡزَلَ اللّٰہُ مِنَ الۡکِتٰبِ وَ یَشۡتَرُوۡنَ بِہٖ ثَمَنًا قَلِیۡلًا ۙ اُولٰٓئِکَ مَا یَاۡکُلُوۡنَ فِیۡ بُطُوۡنِہِمۡ اِلَّا النَّارَ وَلَا یُکَلِّمُہُمُ اللّٰہُ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ وَلَا یُزَکِّیۡہِمۡ ۚۖ وَلَہُمۡ عَزَابٌ اَلِیۡمٌ ہ

بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب چھپاتے ہیں اور اسے تھوڑی تھوڑی سی قیمت پر بیچتے ہیں ، یقین مانو کہ یہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں قیامت کے دن اللہ تعلیٰ ان سے بات بھی نہ کرے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

ق۔۱۷۵ اُولٰٓئِکَ الَّزِیۡنَ اشۡتَرَوُا الضَّلٰلَۃَ بِالۡہُدٰی وَ الۡعَزَابَ بِالۡمَغۡفِرَۃِ ۚ فَمَآ اَصۡبَرَہُمۡ عَلَی النَّارِ ہ

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلے اور عذاب کو مغفرت کے بدلے خرید لیا ہے، یہ لوگ آگ کا عذاب کتنا برداشت کرنے والے ہیں۔

ق۔۱۷۶ زٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ نَزَّلَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ ؕ وَ اِنَّ الَّزِیۡنَ اخۡتَلَفُوۡا فِی الۡکِتٰبِ لَفِیۡ شِقَاقٍ ۭ بَعِیۡدٍ ہ ع الربعه

رکوع۔۲۱

ان عذابوں کا باعث یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سچی کتاب اتاری اور اس کتاب میں اختلاف کرنے والے

یقیناً دور کے خلاف میں ہیں۔

۱۷۷ لَيۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡهَكُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَ الۡمَغۡرِبِ وَلٰكِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَالۡمَلٰٓـئِكَةِ وَالۡكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَ اٰتَى الۡمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الۡقُرۡبٰى وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنَ وَابۡنَ السَّبِيۡلِ وَ السَّآئِلِيۡنَ وَ فِى الرِّقَابِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَالۡمُوۡفُوۡنَ بِعَهۡدِهِمۡ اِذَا عٰهَدُوۡا وَالصّٰبِرِيۡنَ فِى الۡبَاۡسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَ حِيۡنَ الۡبَاۡسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ صَدَقُوۡا وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ ۝

ساری اچھائی مشرق اور مغرب کی طرف منہ کرنے میں ہی نہیں (۱) بلکہ حقیقتاً اچھا وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ پر، قیامت کے دن پر، فرشتوں پر، کتاب اللہ اور نبیوں پر ایمان رکھنے والا ہو، جو مال سے محبت کرنے کے باوجود قرابت داروں, یتیموں, مسکینوں, مسافروں اور سوال کرنے والوں کو دے, غلاموں کو آزاد کرے, نماز کی پابندی اور زکواۃ کی ادائیگی کرے، جب وعدہ کرے تب اسے پورا کرے, تنگدستی, دکھ درد اور لڑائی کے وقت صبر کرے, یہی سچے لوگ ہیں اور یہی پرہیزگار ہیں۔

۱۷۷۔۱ یہ آیت قبلے کے ضمن میں ہی نازل ہوئی۔ ایک تو یہودی اپنے قبلے کو (جو بیت المقدس کا ا مغربی حصہ ہے) اور نصارا اپنے قبلے کو (جو بیت المقدس کا مشرقی حصہ ہے) بڑی اہمیت دے رہے تھے اور اس پر فخر کر رہے تھے۔ دوسری طرف مسلمان کے تحویل قبلہ پر چہ منگوئیاں کر رہے تھے, جس سے بعض دفعہ رنجیدہ دل ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا, مشرق یا مغرب کی طرف رخ کر لینا بذات خود کوئی نیکی نہیں ہے بلکہ یہ تو صرف مرکزیت اور اجتماعیت کے حصول کا ایک طریقہ ہے, اصل نیکی تو ان عقائد پر ایمان رکھنا ہے جو اللہ نے بیان فرمائے اور ان اعمال و اخلاق کو اپنانا ہے جس کی تاکید اس نے فرمائی ہے۔ پھر آگے ان عقائد و عمال کا بیان ہے۔ اللہ پر ایمان یہ ہے کہ اسے اپنی ذات و صفات میں یکتا, تمام عیوب سے پاک قرآن و حدیث میں بیان کردہ تمام صفات باری تعالیٰ کو بغیر کسی تاویل تسلیم کیا جائے

۔آخرت کے روز جزا ہونے, حشر نشر اور جنت اور دوزخ پر یقین رکھا جائے۔ مال کے نقصان یا بیماری اور اَلْبَاس سے لڑائی اور اس کی شدت مراد ہے ۔ان تینوں حالتوں میں صبر کرنا یعنی احکامات الٰہی سے انحراف نہ کرنا نہایت کٹھن ہوتا ہے اس لئے ان حالتوں کو خاص طور پر بیان فرمایا ہے۔

ق ۔۱۷۸ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰى اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ الْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى فَمَنْ عُفِیَ لَهٗ مِنْ اَخِیْهِ شَیْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَآءٌ اِلَیْهِ بِاِحْسَانٍ ذٰلِكَ تَخْفِیْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ رَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ

اے ایمان والوتم پر مقتولوں کا قصاص لینا فرض کیا گیا ہے, آزاد کے بدلے آزاد ،غلام کے بدلے غلام, عورت کے بدلے عورت (۱) ہاں جس کسی کو اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی دے دی جائے اسے بھلائی کی اتباع کرنی چاہئے اور آسانی کے ساتھ دیت ادا کرنی چاہئے (۲) تمہارے رب کی طرف سے یہ تخفیف اور رحمت ہے (۳) اس کے بعد بھی جو سرکشی کرے اسے دردناک عذاب ہوگا (۴)۔

۱۷۸۔۱ زمانہ جاہلیت میں کوئی نظم اور قانون تو تھا نہیں, اس لیئے زوراور قبیلے کمزور قبیلوں پر جس طرح چاہتے ظلم کا ارتکاب کر لیتے ۔ایک ظلم کی شکل یہ تھی کہ کسی طاقتور قبیلے کا کوئی مرد قتل ہو جاتا وہ صرف قاتل کو قتل کرنے کی بجائے قاتل کے قبیلے کے کئی مردوں کو بلکہ بسا اوقات پورے قبیلے ہی کو تہس نہس کرنے کی کوشش کرتے اور عورت کے بدلے مرد کو اور غلام کے بدلے آزاد کو قتل کرتے ۔اللہ تعالیٰ نے اس فرق و امتیاز کو ختم کرتے ہوئے کہ جو قاتل ہوگا, قصاص (بدلے) میں اسی کو قتل کیا جائے گا۔ جس سے واضع ہو جاتا ہے کہ قصاص میں قاتل ہی کو قتل کیا جائے۔ (فتح القدیر) مزید دیکھئے سورۃ مائدہ آیت ۔۴۵۔

۱۷۸۔۲ معافی کی دو صورتیں ہیں, ایک بغیر معاوضہ یعنی دیت لئے بغیر محض رضائی الٰہی کے لئے معاف کر دینا دوسری صورت میں, قصاص کی بجائے دیت قبول کر لینا اگر یہ دوسری صورت اختیار کی جائے تو کہا جا رہا ہے کہ طالب دیت بھلائی کی پیروی کرے بغیر تنگ کئے اچھے طریقے سے دیت کی ادائیگی

کرے۔اولیائے مقتول نے اس کی جان بخشیکر کے اس پر جو احسان کیا ہے اس کا بدلہ احسان ہی کے ساتھ دے۔

۱۷۸۔۳ یہ تخفیف اور رحمت (یعنی قصاص) ,معافی یا دیت تین صورتیں اللہ تعالی کی طرف سے خاص تم پر ہوئی ہے ورنہ اس سے قبل اہل تورات کے لئے قصاص یا معافی تھی ,دیت نہیں تھی اور اہل انجیل (عیسائیوں) میں صرف معافی ہی تھی قصاص تھا نہ دیت (ابن کثیر)

۱۷۸۔۴ قبول بیت یا اخذ دیت کے بعد قتل بھی کر دے تو یہ سرکشی اور زیادتی ہے جس کی سزا اسے دنیا اور آخرت میں بھگتنی ہوگی۔

ۃ۔۱۷۹ وَ لَكُمْ فِي الْقِصَا صِ حَيٰوةٌ يٰٓاُولِى الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ہ

عقلمندو قصاص میں تمہارے لئے زندگی ہے اس کے باعث تم (قتل ناحق سے) رکو گے (۱)۔

۱۷۹۔۱ جب قاتل کو یہ خوف ہوگا کہ میں بھی قصاص میں قتل کر دیا جاؤں گا تو پھر اسے کسی کو قتل کرنے کی جرعت نہ ہوگی اور جس معاشرے میں یہ قانون قصاص نافذ ہو جاتا ہے ,وہاں یہ خوف معاشرے کو قتل اور خونریزی سے محفوظ رکھتا ہے ,جس سے معاشرے میں نہائت امن اور سکون رہتا ہے ,اس کا مشاہدہ آج بھی سعودی معاشرے میں کیا جا سکتا ہے جہاں اسلامی حدود کے نفاذ کی یہ برکات الحمدوللہ موجود ہیں۔کاش دوسرے ممالک بھی اسلامی حدود کا نفاذ کر کے اپنے عوام کو یہ پر سکون زندگی مہیا کر سکیں

ۃ۔۱۸۰ كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۨ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ہ

تم پر فرض کر دیا گیا کہ جب تم میں سے کوئی مرنے لگے اور مال چھوڑ جاتا ہو تو اپنے ماں باپ اور قرابت داروں کے لئے اچھائی کے ساتھ وصیت کر جائے (۱) پرہیزگاروں پر یہ حق اور ثابت ہے۔

۱۸۰۔۱ وصیت کرنے کا یہ حکم آیت مواریث کے نزول سے پہلے دیا گیا تھا۔اب یہ منسوخ ہے۔نبی

ﷺ کا فرمان ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہر حق والے کو اس کا حق دے دیا ہے (یعنی ورثہ کے حصے مقرر کر دیئے ہیں) پس اب کسی وارث کے لئے وصیت کرنا جائز نہیں، البتہ اب ایسے رشتہ داروں کے لئے وصیت کی جاسکتی ہے جو وارث نہ ہو یا راہ خیر میں خرچ کرنے کے لئے کی جاسکتی ہے اور اس کی زیادہ سے زیادہ حد ایک تہائی مال ہے, اس سے زیادہ کی وصیت نہیں کی جاسکتی۔

ق۔۱۸۱ فَمَنْ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

اب جو شخص اسے سننے کے بعد بدل دے اس کا گناہ بدلنے والے پر ہی ہوگا, واقعی ہی اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

ق۔۱۸۲ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ع

ہاں جو شخص وصیت کرنے والے کی جانبداری یا گناہ کی وصیت کر دینے سے ڈرے (ا) پس وہ ان میں آپس میں صلاح کرا دے تو اس پر گناہ نہیں, اللہ تعالیٰ بخشنے والا میربان ہے۔

۱۸۲۔ا جَنَفًا (مائل ہونا) کا مطلب ہے غلطی یا بھول سے کسی ایک رشتہ دار کی طرف زیادہ مائل ہو کر دوسروں کی حق تلفی کرے اور اِثْمًا سے مراد ہے جان بوجھ کر ایسا کرے تو مراد گناہ کی وصیت ہے جس کا بدلنا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وصیت میں عدل وانصاف کا اہتمام ضروری ہے ورنہ دنیا سے جاتے جاتے بھی ظلم کا ارتکاب, اس کے آخروی نجات کے نقطہ نظر سے سخت خطرناک ہے۔

ق۔۱۸۳ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

اے ایمان والو تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے, تا کہ تم

تقویٰ اختیار کرو(۱)۔

۱۸۳۔۱ صیامُ، صومُ (روزہ) کا مصدر ہے جس کے شرع معنی ہیں صبح صادق سے لیکر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور بیوی سے ہم بستری کرنے سے, اللہ کی رضا کے لئے, رُکے رہنا یہ عبادت چونکہ نفس کی طہارت اور تزکیہ کے لئے بہت اہم ہے, اس لئے اسے تم سے پہلی امتوں پر بھی فرض کیا گیا تھا۔ اس کا سب سے بڑا مقصد تقویٰ کا حصول ہے۔ اور تقویٰ انسان کے اخلاق وکردار کے سنوارنے میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔

۱۸۴۔ۃ اَیَّامًا مَّعۡدُوۡدٰتٍ فَمَنۡ کَانَ مِنۡکُمۡ مَّرِیۡضًا اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنۡ اَیَّامٍ اُخَرَ وَ عَلَی الَّزِیۡنَ یُطِیۡقُوۡنَہٗ فِدۡیَۃٌ طَعَمُ مِسۡکِیۡنٍ فَمَنۡ تَطَوَّ عَ خَیۡرًا فَھُوَ خَیۡرٌ لَّہٗ وَ اَنۡ تَصُوۡمُوۡا خَیۡرٌ لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ہ

گنتی کے چند دن ہیں لیکن تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اور دنوں میں گنتی پورا کر لے (۱) اور اس کی طاقت رکھنے والے (۲) فدیہ میں ایک مسکین کو کھانا دیں, پھر جو شخص نیکی میں سبقت کرے وہ اس کے لئے بہتر ہے (۳) لیکن تمہارے حق میں بہتر کام روزے رکھنا ہی ہے اگر تم با علم ہو۔

۱۸۴۔۱ یہ بیمار اور مسافر کو رخصت دے دی گئی ہے کہ بیماری یا سفر کی وجہ سے رمضان المبارک میں جتنے روزے نہ رکھ سکے ہوں وہ بعد میں رکھ کر گنتی پوری کر لیں۔

۱۸۴۔۲ جو شخص بڑھاپے یا بیماری کی وجہ سے جسے شفایابی کی امید نہ ہو, روزہ رکھنے میں مشقت محسوس کرے وہ ایک مسکین کو کھانا بطور فدیہ دے دے، لیکن زیادہ تر مفسرین نے اس کا ترجمہ, طاقت رکھتے ہیں، ہی کیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ابتدا اسلام میں روزے کی عادت نہ ہونے کی وجہ سے طاقت رکھنے والوں کو بھی رخصت دے دی گئی تھی کہ اگر وہ روزہ نہ رکھیں تو اس کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا دیا کریں۔ لیکن بعد میں ﴿ فَمَنۡ شَھِدَ مِنۡکُمُ الشَّھۡرَ فَلۡیَصُمۡہُ ﴾

کے ذریعے سے منسوخ کر کے ہر صاحب طاقت کے لئے روزہ فرض کر دیا گیا, تاہم زیادہ بوڑھے دائمی مریض کے لئے اب بھی یہ حکم ہے کہ وہ فدیہ دے دیں, دودھ پلانے والی عورتیں اگر مشقت محسوس کریں تو وہ مریض کے حکم میں ہونگی یعنی وہ روزہ نہ رکھیں بعد میں روزے کی قضا دیں۔

۱۸۴۔۳ جو خوشی سے ایک مسکین کی بجائے دو یا تین مسکینوں کو کھانا کھلا دے تو اس کے لئے زیادہ بہتر ہے۔

ۃ۔۱۸۵ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ط وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ہ

ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا (ا) جو لوگوں کو ہدائت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی حق و باطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں تم میں سے جو شخص اس مہینے کو پائے اور روزہ رکھنا چاہے, ہاں جو بیمار ہو یا مسافر ہو اسے دوسرے دنوں یہ گنتی پوری کرنی چاہئے اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہارے ساتھ آسانی کا ہے سختی کا نہیں وہ چاہتا ہے تم گنتی پوری کرلو اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت پر اس طرح کی بڑائیاں بیان کرو اور اس کا شکر ادا کرو۔

۱۸۵۔ا رمضان میں نزول قرآن کا یہ مطلب نہیں کہ مکمل قرآن کسی ایک رمضان میں نازل ہو گیا, بلکہ یہ ہے کہ رمضان کی شب قدر میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اتار دیا گیا اور وہاں سے حسب حالات ۲۳ سالوں تک اترتا رہا۔ (ابن کثیر) اس لئے یہ کہنا قرآن رمضان میں، یا لیلۃ القدر مبارکہ میں اترا یہ سب صحیح ہے۔ کیونکہ لوح محفوظ سے تو رمضان میں ہی اترا ہے اور لیلۃ القدر اور لیلۃ المبارکہ یہ ایک ہی رات ہے یعنی قدر کی رات, جو رمضان میں ہی آتی ہے۔ بعض کے نزدیک اس کا مفہوم یہ ہے کہ رمضان میں نزول قرآن کا آغاز ہوا اور وحی جو غار حرا میں آئی وہ رمضان میں آئی۔ اس اعتبار سے قرآن

مجیداور رمضان المبارک کا آپس میں نہایت گہرا تعلق ہے۔

ق۔۱۸۶ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ ط اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ
فَلْيَسْتَجِيْبُوْلِىْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِىْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ہ

جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب بھی وہ مجھے پکارے قبول کرتا ہوں (ا) اس لئے لوگوں کو بھی چاہیئے وہ میری بات مان لیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں یہی ان کی بھلائی کا باعث ہے۔

ا۔۱۸۶ رمضان المبارک کے احکام ومسائل کے درمیان دعا کا مسئلہ بیان کرکے یہ واضح کر دیا کہ رمضان المبارک میں دعا کی بڑی فضیلت ہے ,جس کا خوب اہتمام کرنا چاہیئے ,خصوصًا افطاری کے وقت کو قبولیت دعا کا خاص وقت بتلایا گیا ہے۔تاہم قبولیت دعا کے لئے ضروری ہے ان اداب شرائط کو ملحوظ رکھا جائے جو قرآن وحدیث میں بیان ہوئے ہیں۔اس طرح احادیث میں حرام خوراک سے بچنے اور خشوع وخضوع کا اہتمام کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

ق۔۱۸۷ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ط هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ
لَّهُنَّ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْئٰنَ
بَاشِرُوْهُنَّ وَبْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَكُلُوا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ
الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِمِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّواالصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَ
اَنْتُمْعٰكِفُوْنَ فِى الْمَسٰجِدِ ط تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ
لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ہ

روزوں کی راتوں میں اپنی بیویوں سے تمہارے لئے حلال کیا گیا وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو تمہاری پوشیدہ خیانتوں کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے اس نے تمہاری توبہ قبول فرما کر تم سے درگزر فرمالیا اب تمہیں

ان سے مباشرت کی اور اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی چیز کی تلاش کرنے کی اجازت ہے۔تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے (۱) پھر رات تک روزے کو پورا کرو(۲) اور عورتوں سے اس وقت مباشرت نہ کرو جب کہ تم مسجدوں میں احتکاف میں ہو, یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں تم ان کے قریب بھی نہ جاؤ۔اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیتیں لوگوں کے لئے بیان فرماتا ہے تا کہ وہ بچیں۔

۱۸۷۔۱ ابتدا اسلام میں ایک حکم یہ تھا کہ روزہ افطار کرنے کے بعد عشا کی نماز یا سونے تک کھانے پینے اور بیوی سے مباشرت کرنے کی اجازت تھی،سونے کے بعد ان میں سے کوئی کام نہیں کیا جا سکتا تھا۔ظاہر بات ہے یہ پابندی سخت تھی اور اس پر عمل مشکل تھا۔اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ دونوں پابندیاں اُٹھا لیں اور افطار سے لیکر صبح صادق تک کھانے پینے اور بیوی سے مباشرت کرنے کی اجازت فرما دی۔

۱۸۷۔۲ یعنی رات ہوتے ہی (سورج غروب کے فوراً بعد) روزہ افطار کرلو۔تاخیر مت کرو, جیسا کہ حدیث میں بھی روزہ جلد افطار کرنے کی تاکید اور فضیلت آئی ہے دوسرا یہ کہ ایک روزہ افطار کئے بغیر دوسرا روزہ رکھ لینا۔اس سے نبی ﷺ نے نہائت سختی سے منع فرمایا ہے۔(کتب حدیث)

۱۸۷۔۳ اعتکاف کی حالت میں بیوی سے مباشرت اور بوس و کنار کی اجازت نہیں ہے۔البتہ ملاقات اور بات چیت جائز ہے۔اعتکاف کے لئے مسجد ضروری ہے چاہے مرد ہو چاہے عورت ۔ نبی ﷺ کی بیویوں نے بھی مسجد میں اعتکاف کیا اس لئے عورتوں کا اپنے گھر میں اعتکاف بیٹھنا صیح نہیں۔البتہ مسجد میں ان کے لئے ہر چیز کا مردوں سے الگ انتظام کرنا ضروری ہے۔تا کہ مردوں سے کسی طرح پیار کی باتیں نہ ہو،جب تک مسجد میں معقول,محفوظ اور مردوں سے بالکل الگ انتظام نہ ہو,عورتوں کو مسجد میں اعتکاف بیٹھنے کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔یہ ایک نفلی عبادت ہے،جب تک پوری طرح تحفظ نہ ہو،اس نفلی عبادت سے گریز بہتر ہے۔فقہ کا اصول ہے۔

ۃ۔۱۸۸ وَلَا تَـاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَ تُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا

مِّنۡ اَمۡوَالِ النَّاسِ بِالۡاِ ثۡمِ وَ اَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ہ ع رکوع

اورایک دوسرے کامال ناحق نہ کھایا کرو، نہ حاکموں کورشوت پہنچاکرکسی کا کچھ مال ظلم وستم سے اپنا کرلیا کرو,حالانکہ تم جانتے ہو(ا)۔

۱۸۸۔ا ایسے شخص کے بارے میں ہے جس کے پاس کسی کا حق ہو،لیکن حق والے کے پاس ثبوت نہ ہو،اس کمزوری سے فائدہ اُٹھا کر وہ عدالت یا حاکم مجاز سے اپنے حق میں فیصلہ کروا لے اس طرح دوسرے کاحق غصب کرلے۔ یہ ظلم ہےاورحرام ہے۔عدالت کا فیصلہ ظلم اورحرام کو جائزاورحلال نہیں کر سکتا۔یہ ظالم عنداللہ مجرم ہوگا(ابن کثیر)

ۃ۔۱۸۹ یَسۡـئَلُوۡنَكَ عَنِ الۡاَ هِلَّةِ قُلۡ هِىَ مَوَا قِيۡتُ لِلنَّاسِ وَالۡحَجِّ وَ لَيۡسَا لۡبِرُّ بِاَنۡ تَاۡ تُو الۡبُيُوۡتَ مِنۡ ظُهُوۡرِ هَا وَلٰـكِنَّ الۡبِرَّ مَنِ اتَّقٰى وَاۡ تُواالۡبُيُوۡتَ مِنۡ اَبۡوَا بِهَا وَا تَّقُو االلّٰهَ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ہ

اورحج کےموسم کے لئے ہے(احرام کی حالت میں) اورگھروں کے پیچھے سے تمہارا آنا کچھ نیکی نہیں ،بلک نیکی والا وہ ہے جومتقی ہواورگھروں میں تودروازوں سے آیا کرو(ا)اوراللہ سےڈرتے رہوتاکہ تم کامیاب ہوجاؤ۔

۱۸۹۔ا انصار جاہلیت میں جب حج یا عمرہ کا احرام باندلیتے اور پھر کسی خاص ضرورت کے لئے گھرآنے کی ضرورت پڑجاتی تو دروازے سے آنے کی بجائے پیچھے سے دیوار پھیلانگ کراندرآتے،اس کو نیکی سمجھتے اللہ تعالیٰ نےفرمایا یہ نیکی نہیں ہے،

ۃ۔۱۹۰ وَ قَاتِلُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ الَّذِيۡنَ يُقَا تِلُوۡ نَكُمۡ وَ لَا تَعۡتَدُوۡ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الۡمُعۡتَدِيۡنَ ہ

لڑواللہ کی راہ میں جوتم سےلڑتے ہیں اورزیادتی نہ کرو(ا)اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا

۱۹۰۔۱ اس آیت میں پہلی مرتبہ ان لوگوں سے لڑنے کی اجازت دی گئی جو مسلمانوں سے آمادہ قتل رکھتے تھے۔ تاہم زیادتی سے منع فرمایا, جس کا مطلب یہ ہے, کہ عورتوں, بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرو جن کا جنگ میں حصہ نہ ہو, اسی طرح درخت وغیرہ جلا دینا, یا جانوروں کو بغیر مصلحت کے مار ڈالنا بھی زیادتی ہے, جس سے بچا جائے (ابن کثیر)

ة۔۱۹۱ وَاقْتُلُوْ هُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْ هُمْ وَ اَخْرِ جُوْ هُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَ جُوْ كُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا تُقٰتِلُوْ هُمْ عِنْدَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْ كُمْ فِيْهِ فَاِنْ قٰتَلُوْ كُمْ فَاقْتُلُوْ هُمْ كَذٰ لِكَ جَزَآ ءُ الْكٰفِرِيْنَ ہ

انہیں مارو جہاں بھی پاؤ اور انہیں نکالو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے اور (سنو) فتنہ قتل سے زیادہ سخت ہے (۱) اور مسجد حرام کے پاس ان سے لڑائی نہ کرو جب تک کہ یہ خود تم سے نہ لڑیں، اگر یہ تم سے لڑیں تو تم بھی انہیں مارو (۲) کافروں کا بدلہ یہی ہے۔

۱۹۱۔۱ مکہ میں مسلمان چونکہ کمزور اور منتشر تھے، اس لئے کفار سے قتال ممنوع تھا، ہجرت کے بعد مسلمانوں کی ساری قوت مدینہ میں جمع ہوگئی تو پھر ان کو جہاد کی اجازت دے دی گئی۔ ابتدا میں آپ صرف انہی سے لڑتے جو مسلمانوں سے لڑنے میں پہل کرتے، اس کے بعد اس میں مزید توسیع کر دی گئی اور مسلمانوں نے حسب ضرورت کفار کے علاقوں میں میں بھی جا کر جہاد کیا۔ قرآن کریم نے (اعْتَدَا) زیادتی کرنے سے منع فرمایا، اس لئے نبی کریم ﷺ اپنے لشکر کو تاکید فرماتے کہ خیانت، بدعہدی اور مثلہ نہ کرنا نہ بچوں اور عورتوں اور گرجوں میں مصروف عبادت کرنے والوں کو قتل کرنا۔ اسی طرح درختوں کو جلانے اور حیوانات کو بغیر کسی مصلحت کے مارنے سے بھی منع فرمایا (ابن کثیر)

۱۹۱۔۲ حدود حرم میں قتال منع ہے، لیکن اگر کفار اس کی حرمت کو ملحوظ نہ رکھیں اور تم سے لڑیں تو تمہیں بھی ان سے لڑنے کی اجازت ہے۔

۱۹۲ۃ۔ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ہ اگر یہ باز آجائیں تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

۱۹۳ۃ۔ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ہ

ان سے لڑو جب تک کہ فتنہ نہ مٹ جائے اور اللہ تعالیٰ کا دین غالب نہ آجائے۔ اگر یہ رک جائیں (تو تم بھی رک جاؤ) زیادتی تو صرف ظالموں پر ہی ہے۔

۱۹۴ۃ۔ اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ط فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ہ

حرمت والے مہینے حرمت والے مہینوں کے بدلے ہیں اور حرمتیں بدل کی ہیں (۳) جو تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر اسی کے مثل زیادتی کرو جو تم پر کی ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

۱۹۴۔ا ٦ ہجری میں رسول اللہ ﷺ چودہ سو صحابہؓ کو ساتھ لیکر عمرہ کے لئے گئے تھے، لیکن کفار مکہ نے انہیں مکہ میں نہیں جانے دیا اور یہ طے پایا کہ آئندہ سال مسلمان تین دن کے لئے عمرہ کرنے کی غرض سے مکہ آسکیں گے۔ یہ مہینہ تھا جو حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے۔ جب دوسرے سال حسب معاہدہ اسی مہینے میں عمرہ کرنے کے لئے جانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ مطلب یہ ہے کہ اس دفعہ بھی اگر کفار مکہ اس مہینے کی حرمت پامال کرکے (گزشتہ سال کی طرح) تمہیں مکہ جانے سے روکیں تو تم بھی اس کی حرمت کو نظر انداز کرکے ان سے بھرپور مقابلہ کرو۔ حرمتوں کو ملحوظ رکھنے میں بدلہ ہے، یعنی وہ حرمت خیال رکھیں تو تم بھی رکھو، بصورت دیگر تم بھی حرمت کو نظر انداز کرکے کفار کو عبرت ناک سبق سکھاؤ (ابن کثیر)

ة۔١٩٥ وَاَ نْـفِـقُـوْا فِـى سَبِيْلِ ا للّٰهِ وَلَا تُلْقُوا بِاَ يْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ وَ اَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ہ

اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں ہلاکت مُن نہ پڑو(۱) اور سلوک واحسان کرو اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

١۔١٩٥ اس سے بعض نے ترک جہاد اور بعض نے گناہ پر گناہ کئے جانا مراد لیا ہے۔اور یہ ساری یہ صورتیں ہلاکت کی ہیں، جہاد چھوڑ دو گے یا جہاد میں اپنا مال صرف کرنے سے گریز کرو گے تو یقیناً دشمن قوی ہوگا اور تم کمزور۔نتیجہ تباہی ہے۔

ة۔١٩٦ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ فَاِنْ اُحْصِرْ تُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَمِنَ الْهَدْيِ وَلَا
تَحْلِقُوْ ارُ ءُ وْ سَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْىُ مَحِلَّهٗ فَمَن كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖ اَذًى مِّنْ رَّا
سِهٖ فَفِدْ يَةٌ مِّنْ صِيَا مٍ اَوْ صَدَ قَةٍ اَوْ نُسُكٍ فَاِذَ آ اَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِا لْعُمْرَ ةِ اِلَى
الْحَجِّ فَمَاا ا سْتَيْسَرَمِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِ ذَا
رَ جَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَا ضِرِى الْمَسْجِدِ الْحَرَا مِ
۲۴ع وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَا عْلَمُوْ آ اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَا بِ ہ ع

حج اور عمرے کو اللہ تعالیٰ کے لئے پورا کرو(۱) ہاں اگر تم روک لئے جاؤ تو جو قربانی میسر ہوا سے کر ڈالو(۲) اور سر نہ منڈواؤ جب تک کہ قربانی قربان گاہ تک نہ پہنچ جائے(۳) البتہ تم میں سے جو بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو(جس کی وجہ سے سر منڈا لے) تو اس پر فدیہ ہے خواہ روزے رکھ لے خواہ صدقہ دے دے، خواہ قربانی کرے(۴) پس جب تم امن کی حالت ہو جاؤ تو جو شخص عمرے سے لیکر حج تک تمتع کرے پس اسے جو قربانی میسر ہوا سے کر ڈالے جسے طاقت ہی نہ ہو تو تین روزے حج کے دنوں میں رکھ لے اور سات واپسی پر(۵) یہ پورے دس ہو گئے یہ حکم ان کے لئے ہے جو مسجد حرام کے رہنے

والے نہ ہوں لوگو اللہ سے ڈرتے رہواور جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔

۱۹۶۔۱ یعنی حج اور عمرے کا احرام باندھ لو تو پھر اسکا پورا کرنا ضروری ہے، چاہے نفلی حج وعمرہ ہو (امیر التفسیر)

۱۹۶۔۲ اگر راستے میں دشمن یا شدید بیماری کی وجہ سے رکاوٹ ہو جائے تو ایک جانور بکری، گائے یا اونٹ کا ستواں حصہ جو بھی میسر ہو وہیں ذبح کر کے سر منڈوالو اور حلال ہو جاؤ جیسے نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ نے وہیں حدیبیہ میں قربانیاں ذبح کیں تھیں اور حدیبیہ حرم سے باہر ہے (فتح القدیر) اور آئندہ سال اس کی قضا دو جیسے نبی ﷺ نے ۶ ہجری والے عمرے کی قضا ۷ ہجری میں دی۔

۱۹۶۔۳ یعنی اس کو ایسی تکلیف ہو جائے کہ سر کے بال منڈوانے پڑ جائیں تو اس کا فدیہ ضروری ہے حدیث کی روح سے ایسا شخص ۶ مسکینوں کو کھانا کھلا دے یا ایک بکری ذبح کر دے یا تین روزے رکھے۔

۱۹۶۔۴ حج کی تین قسمیں ہیں۔ صرف حج کی نیت سے حرام باندھنا حج اور عمرہ کی ایک ساتھ نیت کر کے ا حرام باندھنا۔ ان دونوں صورتوں میں تمام مناسک حج کی ادائیگی سے پہلے احرام کھلنا جائز نہیں۔

۱۹۶۔۵ یعنی تمتع اور اس کی وجہ سے ہدیہ یا روزے رکھے ان لوگوں کے لئے ہیں جو مسجد احرام کے رہنے والے نہ ہوں، مراد اس سے حدود حرم میں یا اتنی مسافت پر رہنے والے ہیں کہ ان کے سفر پر قصر کا اطلاق نہ ہوسکتا ہو۔ (ابن کثیر بحوالہ ابن جریر)

۱۹۷۔ۃ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَ لَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَ اتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ہ

حج کے مہینے مقرر ہیں (۱) اس لئے جو شخص ان میں حج لازم کر لے وہ اپنی بیوی سے میل ملاپ کرنے، گناہ کرنے اور لڑائی جھگڑے کرنے سے بچتا رہے (۱) تم جو نیکی کرو گے اس اللہ تعالیٰ باخبر ہے اور اپنے ساتھ سفر خرچ لے لیا کرو، سب سے بہتر توشے اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے (۲) اور اے عقلمندو مجھ سے

ڈرتے رہو کرو۔

۱۹۷ـ۱ اور یہ ہیں شوال، ذیقعد اور ذوالحجہ کے پہلے دس دن۔مطلب یہ ہے کہ عمرہ تو سال میں ہر وقت جائز ہے لیکن حج صرف مخصوص دنوں میں ہی ہوتا ہے اس لئے اسکا احرام حج کے مہینوں کے علاوہ باندھنا جائز نہیں۔(ابن کثیر)

۱۹۷ـ۲ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حدیث ہے جس نے حج کیا اور شہوانی باتوں اور فسق و فجور سے بچا ،وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے، جیسے اس دن پاک تھا جب اسے اس کی ماں نے جنا تھا۔

۱۹۷ـ۳ تقویٰ سے مراد یہاں سوال سے بچنا ہے۔بعض لوگ بغیر زادراہ لئے حج کے لئے گھر سے نکل پڑتے ہیں کہتے ہیں کہ ہمارا اللہ پر توکل ہے ۔اللہ نے توکل کے اس مفہوم کو غلط قرار دیا اور زاد راہ لینے کی تاکید کی۔

ۃـ۱۹۸ لَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَبۡتَغُوۡا فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّكُمۡ فَاِذَآ اَفَضۡتُمۡ مِّنۡ عَرَفٰتٍ فَاذۡكُرُوا اللّٰهَ عِنۡدَ الۡمَشۡعَرِ الۡحَـرَامِ وَاذۡكُرُوۡهُ كَمَا هَدٰٮكُمۡ وَاِنۡ كُنۡتُمۡ مِّنۡ قَبۡلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيۡنَ

تم پر اپنے رب کا فضل تلاش کرنے میں کوئی گناہ نہیں (۱) جب تم عرفات سے لوٹو تو مسجد حرام کے پاس ذکر الٰہی کرو اور اس کا ذکر کرو جیسے کہ اس نے تمہیں ہدائت دی ہے، تم اس سے پہلے راہ بھولے ہوئے تھے.

۱۹۸ـ۱ فضل سے مراد تجارت اور کاروبار ہے، یعنی سفرج میں تجارت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

ۃـ۱۹۹ ثُمَّ اَفِيۡضُوۡا مِنۡ حَيۡثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسۡتَغۡفِرُوا اللّٰهَ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ه

پھر تم اس جگہ سے لوٹو جس جگہ سے سب لوگ لوٹتے ہیں (۱)اور اللہ تعالیٰ سے بخشش کرتے رہو یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے۔

۱۹۹ـ۱ مذکورہ بالا ترتیب کے مطابق عرفات جانا اور وہاں پر وقوف کرکے واپس آنا ضروری ہے، لیکن

عرفات چونکہ حرم سے باہر ہے اس لئے قریش مکہ عرفات تک نہیں جاتے تھے، بلکہ مزولفہ سے ہی لوآتے تھے، چنانچہ حکم دیا جارہا ہے جہاں سے سب لوگ لوٹ کرآتے ہیں وہیں سے لوٹ کرآؤ یعنی عرفات سے۔

ۃ۔۲۰۰ فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ۚ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ہ

پھر جب تم ارکان حج ادا کر چکو تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو جس طرح تم اپنے آباو جداد کا ذکر کیا کرتے تھے، بلکہ اس سے بھی زیادہ (ا) بعض لوگ وہ بھی ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں دے۔ایسے لوگوں کا آخرت میں بھی کوئی حصہ نہیں۔

۲۰۰۔ا عرب کے لوگ فراغت کے بعد منٰیمیں میلا لگاتے اور اپنے آباو جداد کے کارناموں کا ذکر کرتے، مسلمانوں کو کہا جارہا ہے جب تم ۱۰ ذوالحجہ کو کنکریاں مارنے قربانی کرنے، سر منڈانے، طواف کعبہ اور سعی صفامروا سے فارغ ہو جاؤ تو اس کے بعد جو تین دن منٰی میں قیام کرنا ہے وہاں خوب اللہ کا ذکر کرو، جاہلیت میں تم اپنے آباو جداد کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔

ۃ۔۲۰۱ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ہ

النصف

اور بعض لوگ وہ بھی ہیں جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں نیکی دے (ا) اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور عذاب جہنم سے نجات دے۔

۲۰۱۔ا یعنی اعمال خیر کی توفیق، اہل ایمان دنیا میں بھی دنیا طلب نہیں کرتے، بلکہ نیکی کی ہی توفیق طلب کرتے۔ نبی ﷺ کثرت سے یہ پڑھتے تھے۔طواف کے دوران ہر چکر کی الگ الگ دعا پڑھتے ہیں جو خودساختہ ہیں، ان کی بجائے طواف کے وقت یہی دعا پڑھی جائے.

﴿ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى دُنْيَا حَسَنَةً ﴾

رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان پڑھنا مسنون عمل ہے۔

ۃ۔۲۰۲ اُولٰٓـئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا وَ اللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے ان کے اعمال حصہ ہے اور اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔

ۃ۔۲۰۳ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقٰى ط وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ہ

اور اللہ تعالیٰ کی یاد ان گنتی کے چند ایام میں کرو(۱) دو دن کی جلدی کرنے والوں پر بھی کوئی گناہ نہیں اور جو پیچھے رہ جائے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں (۲) یہ پرہیز گار کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو تم سب اس کی طرف جمع کئے جاؤ گے۔

۲۰۳۔ا یعنی ۱۱،۱۲اور ۱۳ ذوالحجہ۔ان میں ذکر الٰہی،یعنی باآواز بلند تکبیرات مسنون ہیں،صرف فرض نمازوں کے بعد ہی نہیں (جیسے کہ ایک کمزور حدیث کی بنیاد پر مشہور ہے) بلکہ ہر وقت یہ تکبیرات پڑھی جائیں۔کنکریاں مارتے وقت ہر کنکری کے ساتھ تکبیر پڑھنی مسنون ہے۔

﴿ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ،اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، لَا اِلٰهَ اِلَّا ،اَللّٰهُ اَكْبَرُ ،اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ ہ﴾

۲۰۳۔۲ رمی جماد (جمرات کو کنکریاں مارنا) ۳ دن افضل ہیں ،لیکن اگر کوئی دو دن (۱۱اور۱۲ذوالحجہ) کنکریاں مار کر واپس آجائے تو اس کی بھی اجازت ہے۔

ۃ۔۲۰۴ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ہ

بعض لوگوں کی دنیاوی غرض کی باتیں آپ کو خوش کر دیتی ہیں اور وہ اپنے دل کی باتوں پر اللہ کو گواہ کرتا ہے حالانکہ دراصل وہ زبردست جھگڑالو ہے(۱)۔

۲۰۴۔ا بعض ضعیف روایات کے مطابق یہ آیت ایک منافق انس بن شریق ثقفی کے بارے میں نازل ہوئی ہے، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اس سے مراد سارے ہی منافقین اور منکرین ہیں، جن میں یہ مذموم اوصاف پائے جائیں جو کہ اس کے ضمن میں بیان فرمائے ہیں۔

ۃ۔۲۰۵ وَ اِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَ یُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ط وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ o

جب وہ لوٹ کر جاتا ہے تو زمین پر فساد پھیلانے کی اور کھیتی اور نسل کی بربادی کی کوشش میں لگا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ فساد کو ناپسند کرتا ہے۔

ۃ۔۲۰۶ وَاِذَا قِیْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ وَ لَبِئْسَ الْمِهَادُ o

اور جب اسے کہا جائے کہ اللہ سے ڈرو تو تکبر اور تعصب اسے گناہ پر آمادہ کر دیتا ہے(ا)۔ایسے کے لئے بس جہنم ہی ہے اور یقیناً وہ بدترین جگہ ہے۔

۲۰۶۔ا تکبر اور غرور اسے گناہ پر ابھارتا ہے۔عزت کے معنی غرور و انانیت ہیں۔

ۃ۔۲۰۷ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ

اور بعض لوگ وہ بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی طلب میں اپنی جان تک بیچ ڈالتے ہیں (ا) اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑی مہربانی کرنے والا ہے۔

۲۰۷۔ا یہ آیت کہتے ہیں حضرت صہیبؓ رومی کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ جب وہ ہجرت کرنے لگے تو کافروں نے کہا یہ مال سب یہاں کا کمایا ہوا ہے، اسے ہم ساتھ نہیں لے جانے دیں گے حضرت صہیبؓ نے یہ سارا مال ان کے حوالے کر دیا اور دین لیکر حضور کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔آپ ﷺ نے سن کر فرمایاؓ صہیب نے نفع بخش تجارت کی دو مرتبہ فرمایاؓ (فتح القدیر)

ۃ۔۲۰۸ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ط

اِنَّهٗ لَكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ ہ

ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی تابعداری نہ کرو(ا) وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

۱_۲۰۸ اہل ایمان کو کہا جا رہا ہے کہ اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اس طرح نہ کرو جو باتیں تمہاری مصلحتوں اور خواہشات کے مطابق ہوں ان پر تو عمل کر لو دوسرے حکموں کو نظر انداز کر دو اس طرح جو دین تم چھوڑ آئے ہو اس کی باتیں اسلام میں شامل کرنے کی کوشش مت کرو، بلکہ صرف اسلام کو مکمل طور پر اپناؤ اس سے دین میں بدعات کی بھی نفی کر دی گئی اور آج کل کے سیکولر ذہن کی تردید بھی، جو اسلام کو مکمل طور پر اپنانے کے لئے تیار نہیں، بلکہ دین کو عبادت، یعنی مساجد تک محدود کرنا ، اور سیاست اور ایوان حکومت سے دیس نکالا دینا چاہتا ہے۔ اس طرح عوام کو بھی سمجھایا جا رہا ہے جو رسوم و رواج اور علاقائی ثقافت و روایات کو پسند کرتے ہیں اور انہیں چھوڑنے کے لئے امادہ نہیں ہوتے، جیسے مرگ اور شادی بیاہ کی مسرفانہ اور ہندوانہ رسوم اور دیگر رواج وغیرہ۔

ۃ_۲۰۹ فَاِنۡ زَلَلۡتُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡكُمُ الۡبَيِّنٰتُ فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ ہ

اگر تم باوجود تمہارے پاس دلیل آ جانے کے بھی پھسل جاؤ تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ غلبہ والا اور حکمت والا ہے

ۃ_۲۱۰ هَلۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ يَّاۡتِيَهُمُ اللّٰهُ فِىۡ ظُلَلٍ مِّنَ الۡغَمَامِ وَالۡمَلٰٓـئِكَةُ وَقُضِىَ الۡاَمۡرُ

ر ع_۲۵ ط وَاِلَى اللّٰهِ تُرۡجَعُ الۡاُمُوۡرُ ہ ع

یا لوگوں کو اس بات کا انتظار ہے کہ ان کے پاس خود اللہ تعالیٰ بادل کے سائبانوں میں آ جائے اور فرشتے بھی اور کام انتہا تک پہنچا(ا) دیا جائے اللہ ہی کی طرف سے تمام کام لوٹائے جاتے ہیں۔

۱_۲۱۰ یہ تو قیامت کا منظر ہے (جیسا کہ بعض تفسیری روایات میں ہے (ابن کثیر) یعنی کیا یہ قیامت برپا ہونے کا انتظار کر رہے ہیں؟ یا پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے جلو میں اور بادلوں کے

سایہ میں ان کے سامنے آئے اور فیصلہ چکائے ،تب وہ ایمان لائیں گے۔لیکن ایسا اسلام قابل قبول نہیں اس لئے قبول اسلام میں تاخیرمت کرواورفوراً اسلام قبول کر کے اپنی آخرت سنوارلو۔

ۃ۔۲۱۱ **سَلْ بَنِیٓ اِسْرَآءِیْلَ کَمْ اٰتَیْنٰھُمْ مِّنْ اٰیَۃٍ بَیِّنَۃٍ ط وَمَنْ یُّبَدِّلْ نِعْمَۃَ اللّٰہِ مِنْ م بَعْدِ مَا جَآءَتْہُ فَاِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ہ**

بنی اسرائیل سے پوچھوتو کہ ہم نے انہیں کس قدرروشن نشانیاں عطافرمائیں (۱) اور جوشخص اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کواپنے پاس پہنچ جانے کے بعد بدل ڈالے (وہ جان لے) (۲) کہ اللہ تعالیٰ بھی سخت عذابوں والا ہے۔

۲۱۱۔ا مثلاً عصائے موسیٰ جس کے ذریعے سے ہم نے جادوگروں کا توڑ کیا،سمندر سے راستہ بنایا، پتھر سے بارہ چشمے جاری کیئے، بادلوں کا سایہ،من وسلوا کا نزول وغیرہ جواللہ تعالیٰ کی قدرت اور ہمارے پیغمبر ﷺ کی صداقت کی دلیل تھے،لیکن اس کے باوجود انہوں نے احکام الٰہی سے انکار کیا۔

۲۱۱۔۲ نعمت کے بدلنے کا مطلب یہی ہے کہ ایمان کے بدلے انہوں نے کفر کا راستہ اپنایا۔

ۃ۔۲۱۲ **زُیِّنَ لِلَّذِیْنَ کَفَرُوا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا وَیَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ اتَّقَوْا فَوْقَھُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَاللّٰہُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ہ**

کافروں کے لئے دنیا کی زندگی خوب زینت دار کی گئی ہے، وہ ایمان والوں سے ہنسی مذاق کرتے ہیں (۱) حالانکہ پرہیزگارلوگ قیامت کے دن ان سے اعلیٰ ہونگے ،اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے (۲)۔

۲۱۲۔ا چونکہ مسلمان کی اکثریت غربا پر مشتمل تھی جودینوی آسائشوں اورسہلوتوں سے محروم تھے اس لئے کافریعنی قریش مکہ ان کا مزاق اڑاتے تھے،جیسا کہ اہل ثروت کا ہردورشیوار ہا ہے۔

۲۱۲۔۲ اہل ایمان کے فقراورسادگی کا کفار مزاق اُڑاتے ،اس کا ذکرفرما کر کہا جار ہا ہے کہ قیامت

والے دن یہی فقرا اپنے تقویٰ کی بدولت بلند بالا ہونگیں " بے حساب روزی " کا تعلق آخرت کے علاوہ دنیا سے بھی ہوسکتا ہے کہ چند سالوں کے بعد ہی اللہ تعالیٰ نے فقرا پر بھی فتوحات کے دروازے کھول دیئے۔جن سے سامان دنیا اور رزق کی فراوانی ہوگئی۔

ۃ۔۲۱۳ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

دراصل لوگ ایک ہی گروہ تھے (۱) اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو خوشخبریاں دینے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا اور ان کے ساتھ سچی کتابیں نازل فرمائیں، تاکہ لوگوں کو ہر اختلافی امر کا فیصلہ ہوجائے۔صرف ان ہی لوگوں نے جو اسے دیئے گئے تھے، اپنے پاس دلائل آچکنے کے بعد آپس کے بغض وعناد کی وجہ سے اس میں اختلاف کیا (۲) اس لئے اللہ پاکیزہ ایمان والوں کی اس اختلاف میں بھی حق کی طرف اپنی مشیت سے رہبری کی (۳) اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہے سیدھی راہ کی طرف رہبری کرتا ہے۔

۲۱۳۔ا یعنی توحید پر۔یہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت نوح علیہ السلام، یعنی دس صدیوں تک لوگ توحید پر، جس کی تعلیم انبیا دیتے رہے قائم رہے۔آیت مفسرین صحابہ نے فَاخْتَلَفُوْا منسوخ مانا ہے، یعنی اس کے بعد شیطان کی وسوسہ اندازی سے ان کے اندر اختلاف پیدا ہوگیا اور شرک وظاہر پرستی عام ہوگئی۔پس اللہ تعالیٰ نے نبیوں کی کتابوں کے ساتھ بھیج دیا، تاکہ وہ لوگوں کے درمیان اختلاف کا فیصلہ اور حق اور توحید قائم اور واضع کریں (ابن کثیر)

۲۱۳۔۲ اختلاف ہمیشہ راہ حق سے انحراف کی وجہ سے ہوتا ہے اور انحراف کا منبع بغض اور عناد بنتا ہے ،امت مسلمہ میں بھی جب تک یہ انحراف نہیں آیا، یہ امت اپنی اصل پر قائم اور اختلاف کیشدت سے

محفوظ رہی، لیکن اندھی تقلید اور بدعادت نے حق سے گریز کا جو راستہ کھولا اس سے اختلاف کا دائرہ پھیلتا اور بڑھتا ہی چلا گیا، تا آنکہ اتحاد امت ایک ناممکن چیز یں بن کر رہ گیا ہے۔

۲۱۳-۳ مثلاً اہل کتاب نے جمعہ میں اختلاف کیا، یہود نے ہفتہ کو اور نصاریٰ نے اتوار کو اپنا مقدس دن قرار دیا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جمعہ کا دن اختیار کرنے کی ہدائت دے دی۔ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کے بارے میں اختلاف کیا۔ یہود نے ان کو جھٹلایا اور ان کی والدہ حضرت مریم پر بہتان باندھا ،اس کے برعکس عیسائیوں نے انکو اللہ کا بیٹا اور اللہ بنا دیا، اللہ نے مسلمانوں کو ان کے بارے میں صحیح موقف اپنانے کی توفیق عطا فرمائی کہ وہ اللہ کے پیغمبر اور اس کے فرما روا بندے تھے۔ حضرت ابراھیم علیہ اسلام کے بارے میں بھی انہوں نے اختلاف کیا، ایک نے یہودی اور دوسرے نے نصرانی کہا مسلمانوں کو اللہ نے صحیح بات بتلائی کہ وہ (**حنیفاً مُسلِماً**) تھے اور اس طرح کے دیگر کئی دیگر مسائل میں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے مسلمانوں کو صراط مستقیم دکھائی۔

ۃ-۲۱۴ **اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡ خُلُوا الۡجَنَّةَ وَلَمَّا يَاۡ تِكُمۡ مَّثَلُ الَّزِيۡنَ خَلَوۡ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ مَسَّتۡهُمُ الۡبَاۡ سَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَ زُلۡزِلُوۡا حَتّٰى يَقُوۡلَ الرَّسُوۡلُ وَ الَّزِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ مَتٰى نَصۡرُاللّٰهِ اَلَاۤ اِنَّ نَصۡرَاللّٰهِ قَرِيۡبٌ ہ**

کیا تم یہ گمان کئے بیٹھے ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ اب تک تم پر وہ حالات نہیں آئے جو تم سے اگلے لوگوں پر آئے تھے (ا) انہیں بیماریاں اور مصیبتیں پہنچیں اور وہ یہاں تک جھجھوڑے گئے کہ رسول اور ان کے ساتھ کے ایمان والے کہنے لگے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سن رکھو کہ اللہ کی مدد قریب ہی ہے۔

۲۱۴-ا ہجرت مدینہ کے بعد جب مسلمانوں کو یہودیوں، منافقوں اور مشرکین عرب سے مختلف قسم کی ایزائیں اور تکلیفیں پہنچیں تو بعض مسلمانوں نے نبی ﷺ سے شکائت کی، جس پر مسلمانوں کی تسلی کے لئے یہ آیت بھی نازل ہوئی اور خود نبی ﷺ نے بھی فرمایا" تم سے پہلے لوگوں کو ان کے سر سے لیکر

پیروں تک آرے سے چیرا گیا اور لوہے کی کنگھی سے ان کے گوشت پوست کو نوچا گیا، لیکن یہ ظلم اور تشدد ان کو ان کے دین سے نہیں پھیر سکا، پھر فرمایا اللہ کی قسم، اللہ تعالیٰ اس معاملے کو مکمل (یعنی) اسلام کو غالب فرمائے گا۔

۲۔۲۱۴ اس لیئے (ہر آنے والی چیز قریب ہے) اور اہل ایمان کے لئے اللہ کی مدد یقینی ہے۔ اس لئے وہ قریب ہی ہے۔

۲۱۵۔ة يَسْـئَلُـوْنَكَ مَا ذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ مَآ اَنْـفَـقْـتُـمْ مِّـنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَا لْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَلْـمَسٰكِيْنِ وَابْـنِ السَّبِيْلِ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِ نَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ہ

آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیجئے جو مال تم خرچ کرو وہ ماں باپ کے لئے ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے(۱) اور تم جو کچھ بھلائی کرو گے اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہے۔

۲۱۵۔۱ بعض صحابہ کرام کے استفار پر مال خرچ کرنے کے اولین مصارف بیان کئے جا رہے ہیں، یعنی یہ سب سے زیادہ تمہارے مالی تعاون کے مستحق ہیں۔ اس لئے معلام ہوا کہ نفاق کا یہ حکم صدقات نافلہ سے متعلق ہے ،زکواۃ سے متعلق نہیں۔ کیونکہ ماں باپ پر زکواۃ کی رقم خرچ کرنی جائز نہیں ۔

۲۱٦۔ة كُتِـبَ عَـلَـيْـكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْ هٌ لَّكُمْ وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَ هُوْ اشَيْئًا وَّ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ
۲٦ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْ ا شَيْئًا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ہ ع

تم پر جہاد فرض کیا گیا گو وہ تمہیں دشوار معلوم ہو، ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو بری جانو اور دراصل وہی تمہارے لئے بھلی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو اچھی سمجھو، حالانکہ وہ تمہارے لئے بری ہو حقیقی علم اللہ ہی کو ہے، تم محض بے خبر ہو(۱)۔

۲۱٦۔۱ جہاد کے حکم کی ایک مثال دیکر اہل ایمان کو سمجھایا جا رہا ہے کہ اللہ کے ہر حکم پر عمل کرو چاہے تمہیں وہ

گراں اورنا گوار ہی لگے، اس لئے کہ اس کے انجام اور نتیجے کو صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے، تم نہیں جانتے۔ ہو سکتا ہے اس میں تمہارے لئے بہتری ہو۔ جیسے جہاد کے نتیجے میں تمہیں فتح اور غلبہ، عزت اور سربلندی اور مال واسباب مل سکتا ہے اسی طرح تم جس کو پسند کرو (یعنی جہاد کی بجائے گھر میں بیٹھ رہنا) اس کا نتیجہ تمہارے لئے خطرناک ہوسکتا ہے، یعنی دشمن تم پر غالب آ جائے اور تمہیں ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑھے

ۃ۔۲۱۷ يَسْـئَـلُـوْنَكَ عَـنِالشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَا لٍ فِيْهِ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰـهِ وَكُـفْـرٌ بِـهٖ وَالْـمَسْجِدِالْحَرَامِ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُعِنْدَاللّٰهِ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُمِنَ الْقَتْلِ ط وَلا يَـزَالُـوْنَ يُـقَـا تِلُوْ نَكُم حَتّٰى يَرُدُّوْ كُم عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَا عُوْ ا ط وَمَنْ يَّـرْتَـدِدْ مِـنْـكُـمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَا فِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى ا لدُّنْيَا وَالْاٰ خِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّا رِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ہ

لوگ آپ سے حرمت والے مہینوں میں لڑائی کی بابت سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دیجیئے کہ ان میں لڑائی کرنا سخت گناہ ہے لیکن اللہ کی راہ سے روکنا اس کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام سے روکنا اور وہاں کے رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا، اللہ کے نزدیک اس سے بھی بڑا گناہ ہے فتنہ قتل سے بھی بڑا گناہ ہے (۱) یہ لوگ تم سے لڑائی بھڑائی کرتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ اگر ان سے ہو سکے تو تمہیں تمہارے دین سے مرتد کردیں (۲) اور تم میں سے جو لوگ اپنے دین سے پلٹ جائیں اسی کفر کی حالت میں مریں، ان کے اعمال دینوی اور آخروی سب غارت ہو جائیں گے۔ یہ لوگ جہنمی ہونگیں اور ہمیشہ ہمیشہ جہنم رہیں گے (۲)۔

۲۱۷۔ا رجب، ذیقعد، ذوالحجہ اور محرم ۔ یہ چار مہینے زمانہء جاہلیت میں بھی حرمت والے سمجھے جاتے تھے جن میں قتال اور جدال ناپسندیدہ تھا۔ اسلام نے بھی ان کی حرمت کو برقرار رکھا، نبی ﷺ کے زمانے میں ایک مسلمان فوجی دستے کے ہاتھوں رجب کے مہینے میں ایک کافر قتل ہو گیا اور بعض کافر قیدی بنا لئے

گئے۔مسلمانوں کے علم میں یہ نہیں تھا کہ رجب شروع ہوگیا ہے۔کفار نے مسلمانوں کو طعنہ دیا، کہ دیکھو یہ حرمت وال مہینے کی حرمت کا بھی خیال نہیں رکھتے، جس پر یہ آیت نازل ہوئی اور کہا گیا کہ یقیناً حرمت والے مہینے میں قتال بڑا گناہ ہے،لیکن حرمت کی دہائی دینے والوں کو اپنا عمل نظر نہیں آتا یہ خود اس سے بھی بڑے جرائم کے مرتکب ہیں یہ اللہ کے راستے سے اور مسجد حرام سے لوگوں کو روکتے ہیں اور وہاں سے مسلمانوں کو نکلنے پر انہوں نے مجبور کر دیا۔علاوہ ازیں کفر و شرک بجائے خود قتل سے بھی بڑا گناہ ہے۔اس لئے اگر مسلمانوں سے ایک آدھ قتل حرمت والے مہینے میں ہوگیا تو کیا ہوا؟ اس پر واویلہ کرنے کی بجائے ان کو اپنا نامہء سیاہ بھی تو دیکھ لینا چاہیئے۔

۲۱۷۔۲ جب اپنی شرارتوں،سازشوں اور تمہیں مرتد کی کوشش سے باز آنے والے نہیں تو پھر تم ان سے ان سے مقتالہ کرنے میں شہر حرام کی وجہ سے کیوں رکے رہو۔

۲۱۷۔۳ جو دین اسلام سے پھر جائے، یعنی مرتد ہو جائے (اگر وہ توبہ نہ کرے) تو اس کی دینوی سزا قتل ہے۔حدیث میں ہے اور اس آیت میں اسکی آخروی سزا بیان کی جارہی ہے۔جس سے معلوم ہوا کہ ایمان کی حالت میں کیئے گئے اعمال صالحہ بھی کفر کی وجہ سے کالعدم ہو جائیں گے اور جس طرح ایمان قبول کرنے سے انسان کے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اسی طرح کفر و سے تمام نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں۔تاہم قرآن کے الفاظ سے واضح ہے کہ سبط اعمال اسی وقت ہوگا جب خاتمہ کفر پر ہوگا، اگر موت سے پہلے تائب ہو جائے گا تو ایسا نہیں ہوگا، یعنی مرتد کی توبہ قبول ہے۔

۲۱۸۔ۃ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

البتہ ایمان لانے والے، ہجرت کرنے والے، اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہی رحمت الٰہی کے امیدوار ہیں، اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بہت مہربانی کرنے والا ہے۔

ة ۔۲۱۹ يَسۡـئَلُوۡنَكَ عَنِ الۡخَمۡرِوَالۡمَيۡسِرِ ؕ قُلۡ فِيۡهِمَآ اِثۡمٌ كَبِيۡرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ اِثۡمُهُمَا اَكۡبَـرُ مِنۡ نَّفۡعِهِمَا ؕ وَ يَسۡـئَلُوۡنَكَ مَا ذَا يُنۡفِقُوۡنَ ؕ قُلِ الۡعَفۡوَ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الۡاٰ يٰتِ لَعَلَّكُمۡ يَتفَكَّرُوۡنَ

لوگ آپ سے شراب اور جوئے کا مسئلہ پوچھتے ہیں، پ کہہ دیجئے ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے (۱) اور لوگوں کو اس سے دنیاوی فائدہ بھی ہوتا ہے، لیکن ان کا گناہ ان کے نفع سے بہت زیادہ (۲) ہے، آپ سے بھی دریافت کرتے ہیں کہ کیا کچھ خرچ کریں، تو آپ کہہ دیجئے حاجت سے زیادہ چیز (۳) اللہ تعالیٰ اسطرح سے اپنے احکام صاف صاف تمہارے لئے بیان فرما رہا ہے تاکہ تم سوچ سمجھ سکو۔

۲۱۹۔۱ یہ گناہ تو دین کے اعتبار سے ہے۔

۲۱۹۔۲ فائدوں کا تعلق دنیا سے ہے، مثلاً شراب سے وقتی طور پر بدن میں چستی اور مستعدی اور بعض ذہنوں میں تیزی آجاتی ہے۔ جنسی قوت میں اضافہ ہو جاتا ہے، جس کے لئے اس کا استعمال عام ہوتا ہے۔ اس طرح اس کی خرید و فروخت نفع بخش کاروبار ہے۔ جوا میں بھی بعض دفعہ آدمی جیت جاتا ہے تو اس کو کچھ مال مل جاتا ہے، لیکن یہ فائدے ان نقصانات کے مقابلے میں کوئی حثیت نہیں رکھتے جو انسان کی عقل اور اس کے دین کو ان سے پہنچتے ہیں۔

۲۱۹۔۳ اس معنی کے اعتبار سے یہ اخلاقی ہدائت ہے یا پھر یہ حکم ابتدائے اسلام میں دیا گیا جس پر فریضہ زکواۃ کے بعد عمل ضروری نہیں رہا، تاہم افضل ضرور ہے (فتح القدیر)

ة ۔۲۲۰ فِى الـدُّنۡيَا وَالۡاٰ خِرَةِ وَيَسۡئَلُوۡنَكَ عَنِ الۡيَتٰمٰى ؕ قُلۡ اِ صۡلَا حٌ لَّهُمۡ خَيۡرٌ ؕ وَاِنۡ تُخَا لِطُوۡ هُمۡ فَاِ خۡوَا نُكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ الۡمُفۡسِدَ مِنَ ا لۡمُصۡلِحِ ؕ وَلَوۡ شَآ ءَ اللّٰهُ لَاَ عۡنَتَكُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ ہ

امور دینی اور دینوی کو۔اور تجھ سے یتیموں کے بارے میں بھی سوال کرتے ہیں(۱) آپ کہہ دیجئے کہ ان کی خیر خواہی بہتر ہے،تم اگر ان کا مال اپنے ملا بھی لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں، بدنیت اور نیک نیت ہر ایک کو اللہ خوب جانتا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں مشقت میں ڈال دیتا(۲) یقیناً اللہ تعالیٰ غلبہ والا اور حکمت والا ہے۔

۲۲۰۔۱ جب یتیموں کا مال ظلماً کھانے والوں کے لئے سزا کی دھمکی نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ڈر گئے اور یتیموں کی ہر چیز الگ کر دی حتیٰ کہ کھانے پینے کی کوئی چیز بچ جاتی تو اسے بھی استعمال نہ کرتے اور وہ خراب ہو جاتی اس ڈر سے کہ کہیں ہم بھی اس سزا کے مستحق نہ قرار پا جائیں۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی (ابن کثیر)

۲۲۰۔۲ یعنی تمہیں بغرض اصلاح و بہتری بھی، ان کا مال اپنے مال میں ملانے کی اجازت نہ دیتا۔

۲۲۰۔۳ مشرق عورتوں سے مراد بتوں کی پجاری عورتیں ہیں۔کیوں کہ اہل کتاب (یہودی یا عیسائی) عورتوں سے نکاح کی اجازت قرآن نے دی ہے۔البتہ کسی مسلمان عورت کا نکاح کسی اہل کتاب مرد سے نہیں ہوسکتا۔تاہم حضرت عمرؓ نے مصلحتاً اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح ناپسند کیا (ابن کثیر)

۲۲۱۔ۃ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَ لَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَتْكُمْ وَ لَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَكُمْ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَ اللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ وَ

رکوع-۲۷ يُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ ع

اور شرک کرنے والی عورتوں سے تاوقتیکہ وہ ایمان نہ لائیں تم نکاح نہ کرو(۱) ایماندار لونڈی بھی شرک کرنے والی آزاد عورت سے بہتر ہے، گو تمہیں مشرکہ ہی اچھی لگتی ہو اور نہ شرک کرنے والے مردوں کے نکاح میں اپنی عورتوں کو دو جب تک وہ ایمان نہ لائیں، ایماندار غلام آزاد مشرک سے بہتر ہے، گو مشرک

تمہیں اچھا لگے، یہ لوگ جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ جنت کی طرف اور اپنی بخشش کی طرف اپنے حکم سے بلاتا ہے وہ اپنی آیتیں لوگوں کے لئے بیان فرما رہا ہے تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

۲۲۱۔ا مشرکہ عورتوں سے مراد بتوں کی پجاری عورتیں ہیں اہل کتاب (یہود یا عیسائی) عورتوں سے نکاح کی اجازت قرآن نے دی ہے۔ البتہ کسی مسلمان عورت کا نکاح کسی اہل کتاب مرد سے نہیں ہوسکتا۔ تاہم حضرت عمرؓ نے مصلحتاً اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کو ناپسند کیا (ابن کثیر)

۲۲۲۔ۃ وَ یَسْئَلُوْ نَکَ عَنِ الْ مَحِیْضِ قُلْ ھُوَ اَ ذًی فَا عْتَزِلُوا النِّسَآ ءَ فِی الْمَحِیْضِ وَ لَا تَقْرَ بُوْ ھُنَّ حَتّٰی یَطْھُرْنَ فَاِذَا تَطَھَّرْنَ فَاْ تُوْ ھُنَّ مِنْ حَیْثُ اَمَرَ کُمُ اللّٰہُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّا بِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ ہ

آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں، کہہ دیجئے کہ وہ گندگی ہے، حالت حیض میں عورتوں سے الگ رہو (ا) اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ ہاں جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے (۲) اللہ توبہ کرنے والوں کو اور پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

۲۲۲۔ا بلوغت کے بعد ہر عورت کو ایام ماہواری میں جو خون آتا ہے اسے حیض کہا جاتا ہے اور بعض دفعہ عادت کے خلاف بیماری کی وجہ سے خون آتا ہے اسے استحاضہ کہتے ہیں جس کا حکم حیض سے مختلف ہے حیض کے ایام میں عورت کو نماز معاف ہے اور روزے رکھنے ممنوع ہیں، تاہم روزوں کی قضا بعد میں ضروری ہے۔ مردوں کے لئے صرف ہم بستری سے منع کیا ہے البتہ بوس و کنار جائز ہے اسی طرح عورت ان دنوں میں کھانا پکانا اور دیگر کام کرسکتی ہے۔

۲۲۲۔۲ "جہاں سے اجازت ہے" یعنی شرم گاہ سے۔ کیونکہ حالت حیض میں بھی اسی سے روکا گیا تھا اور اب پاک ہونے کے بعد جو اجازت دی جارہی ہے تو اس کا مطلب (فرج، شرم گاہ) کی اجازت

ہے، نہ کہ کسی اور حصے کی۔اس سے یہ استدلال کیا گیا عورت کی دبر کا استعمال حرام ہے، جیسا کہ احادیث میں اس کی مزید وضاحت کر دی گئی ہے۔

ة۔۲۲۳ نِسَآئُوكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ وَ قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْآ اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ٥

تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں، اپنی کھیتوں میں جس طرح چاہو(۱) آؤ اور اپنے لئے (نیک اعمال) آگے بھیجو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو اور جان رکھو کہ تم اس سے ملنے والے ہو اور ایمان والوں کو خوش خبری دیجئے۔

۲۲۳۔۱ یہودیوں کا خیال تھا کہ اگر عورت کو پیٹ کے بل لٹا کر مباشرت کی جائے تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے۔اس کی تردید میں کہا جا رہا ہے کہ مباشرت آگے سے کرو (چت لٹا کر) یا پیچھے سے (پیٹ کے بل) یا کروٹ پر، جس طرح چاہو، جائز ہے، لیکن یہ ضروری ہے کہ ہر صورت میں عورت کی فرج ہی استعمال ہو۔بعض لوگ اس سے یہ دلیل کرتے ہیں (جس طرح چاہو) میں تو دبر بھی آ جاتی ہے، لہذا دبر کا استعمال بھی جائز ہے۔لیکن یہ بالکل غلط ہے۔جب قرآن نے عورت کو کھیتی قرار دیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف کھیتی کے استعمال کے لئے کہا جا رہا ہے کہ " اپنی کھیتوں میں جس طرح چاہو آؤ" اور یہ کھیتی صرف فرج ہے نہ کہ دبر۔بہر حال یہ غیر فطری فعل ہے۔ایسے شخص کو جو اپنی عورت کی دبر استعمال کرتا ہے ملعون قرار دیا گیا ہے (بحوالہ ابن کثیر و فتح القدیر)

ة۔۲۲۴ وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَ تُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ٥

اور اللہ تعالیٰ کو اپنی قسموں کا (اس طرح) نشانہ نہ بناؤ کہ بھلائی اور پرہیزگاری اور لوگوں کے درمیان کی اصلاح کو چھوڑ بیٹھو(۱) اور اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

۲۲۴۔ا یعنی غصے میں اس طرح کی قسم مت کھاؤ کہ فلاں کے ساتھ نیکی نہیں کرونگا، فلاں سے نہیں بولوں گا فلاں کے درمیان صلح نہیں کراوں گا۔ اس قسم کی قسموں کے لئے حدیث میں کہا گیا ہے اگر کھا لو تو انہیں توڑ دو اور قسم کا کفارہ ادا کرو (کفارہ قسم کے لئے دیکھئے سورۃ المائدۃ، آیت ۸۹)

ۃ۔۲۲۵ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ہ

اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری ان قسموں پر نہ پکڑے گا جو پختہ نہ ہوں (ا) ہاں اس کی پکڑ اس چیز پر ہے جو تمہارے دلوں کا فعل ہو، اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور بردبار ہے۔

۲۲۵۔ا یعنی جو غیر ارادے اور عادت کے طور پر ہوں۔ البتہ عملاً جھوٹی قسم کھانا کبیرہ گناہ ہے۔

ۃ۔۲۲۶ لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ہ

جو لوگ اپنی بیویوں سے (تعلق نہ رکھنے کی) قسمیں کھائیں، ان کی چار مہینے کی مدت (ا) ہے پھر اگر وہ لوٹ آئیں تو اللہ تعالیٰ بھی بخشنے والا مہربان ہے۔

۲۲۶۔ا یعنی کوئی شوہر اگر قسم کھالے کہ اپنی بیوی سے ایک مہینہ یا دو مہینے تعلق نہیں رکھوں گا، پھر قسم کی مدت پوری کرکے تعلق قائم کر لیتا ہے تو کوئی کفارہ نہیں، ہاں اگر مدت پوری ہونے سے قبل تعلق قائم کرے گا کفارہ قسم ادا کرنا پڑے گا اور اگر چار مہینے سے زیادہ مدت کے لئے یا مدت مقرر کئے بغیر قسم کھاتا ہے تو اس آیت میں ایسے لوگوں کے لئے مدت کا تعین کر دیا گیا ہے کہ وہ چار مہینے گزرنے کے بعد یا تو بیوی سے تعلق قائم کر لیں، یا پھر اسے طلاق دے دیں، پہلی صورت میں اسے کفارہ قسم ادا کرنا ہوگا اگر دونوں میں سے کوئی صورت اختیار نہیں کرے گا تو عدالت اسکو دونوں میں سے کسی ایک بات کے اختیار کرنے پر مجبور کرے گی کہ وہ اس سے تعلق قائم کرے، یا طلاق دے، تا کہ عورت پر ظلم نہ ہو۔ (ابن کثیر)

ۃ۔۲۲۷ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ہ اور اگر طلاق کا ہی قصد کر لیں (۱) تو اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

۲۲۷۔۱ ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ چار مہینے گزرتے ہی از خود طلاق واقع نہیں ہوگی (جیسا کہ بعض علما کا مسلک ہے۔ بلکہ خاوند کے طلاق دینے سے طلاق ہوگی، جس پر عدالت بھی اسے مجبور کرے گی۔ جیسا کہ جمہور علما کا مسلک ہے۔

ۃ۔۲۲۸ وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ط وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ط وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ط وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ہ ع ۲۸

طلاق والی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں (۱) انہیں حلال نہیں کہ اللہ نے ان کے رحم میں جو پیدا کیا ہو چھپائیں (۲) اگر انہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہو، ان کے خاوند اس مدت میں انہیں لوٹا لینے کے پورے حقدار ہیں اگر ان کا ارادہ اصلاح کا ہو (۳) اور عورتوں کو بھی ویسے ہی حق ہیں جیسے ان پر مردوں کے ہیں اچھائی کے ساتھ (۴) ہاں مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے۔

۲۲۸۔۱ اس سے وہ متعلقہ عورت مراد ہے جو حاملہ بھی نہ ہو (کیونکہ حمل والی عورت کی مدت واضع حمل تک ہے) جسے دخول سے قبل طلاق مل گئی ہو، وہ بھی نہ ہو (کیونکہ اس کی کوئی عدت ہی نہیں) جس کو حیض آنا بند ہو گیا ہو کیونکہ ان کی عدت تین مہینے ہے گویا مزکورہ عورتوں کے علاوہ صرف مدخولہ عورت کی عدت بیان کی جا رہی ہے۔ یعنی تین طہر یا تین حیض عدت گزار کے وہ دوسری شادی کرنے کی مجاز ہے سلف نے قروء کے دونوں ہی معنی صحیح قرار دیئے ہیں اس لئے دونوں کی گنجائش ہے (ابن کثیر فتح القدیر)

۲۲۸۔۲ اس سے حیض اور حمل دونوں ہی مراد ہیں۔حیض نہ چھپائیں،مثلاً کہے کہ طلاق کے بعد مجھے ایک دوحیض آئے ہیں۔مقصد پہلے خاوند کی طرف رجوع کرنا ہو(اگر وہ رجوع کرنا چاہتا ہو)۔اسی طرح حمل نہ چھپائیں کیونکہ نطفہ وہ پہلے خاوند کا ہوگا اور منسوب دوسرے خاوند کی طرف ہو جائے گا اور یہ سخت کبیرہ گناہ ہے۔

۲۲۸۔۳ رجوع کرنے سے خاوند کا مقصد اگر تنگ کرنا نہ ہو تو عدت کے اندر خاوند کو رجوع کرنے کا پورا حق حاصل ہے۔عورت کے ولی کو اس میں رکاوٹ ڈالنے کی اجازت نہیں ہے۔

۲۲۸۔۴ دونوں کے حقوق ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں،جن کے پورے کرنے کے دونوں شرعاً پابند ہیں،تاہم مرد کو عورت پر فضیلت یا درجہ حاصل ہے،مثلاً فطری قوتوں میں،جہاد کی اجازت ہے میراث کے دوگنا ہونے میں،قوامیت اور حاکمیت میں اور اختیار طلاق و رجوع (وغیرہ) میں۔

ة۔۲۲۹ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّاۤ اَنْ يَّخَافَاۤ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

یہ طلاقیں دو مرتبہ(۱) ہیں پھر یا تو اچھائی سے روکنا(۲) یا عمدگی کے ساتھ چھوڑ دینا(۳) اور تمہیں حلال نہیں تم نے انہیں جو دیا ہے اس میں سے کچھ بھی لو،ہاں یہ اور بات ہے کہ دونوں کو اللہ کی حدیں قائم نہ رکھ سکنے کا خوف ہو اس لئے اگر تمہیں ڈر ہو کہ دونوں اللہ کی حدیں قائم نہ رکھ سکیں گے تو عورت رہائی پانے کے لئے کچھ دے ڈالے،اس پر دونوں پر گناہ نہیں(۴) یہ اللہ کی حدود ہیں خبردار ان سے آگے نہیں بڑھنا

۲۲۹۔۱ یعنی وہ طلاق جس میں خاوند کو(عدت کے اندر رجوع کا حق حاصل ہے،وہ دو مرتبہ ہے۔پہلی مرتبہ طلاق کے بعد بھی اور دوسری مرتبہ طلاق کے بعد بھی رجوع ہو سکتا ہے۔تیسری مرتبہ طلاق دینے

کے بعد رجع کی اجازت نہیں زمانہء جاہلیت میں یہ حق طلاق ورجوع غیر محدود تھا جس سے عورتوں پر بڑا ۔اور" اختلاف امت اور صراط مستقیم " نیز معلوم ہونا چاہیئے کہ بہت سے علما ایک مجلس کی تین طلاقوں کے واقع ہونے ہی کا فتویٰ دیتے ہیں۔

۲۲۹۔۲ یعنی رجوع کر کے اچھے طریقے سے بسانا۔ **۲۲۹۔۳** یعنی تیسری مرتبہ طلاق دے کر۔

۲۲۹۔۴ اس میں خلع کا بیان ہے یعنی عورت خاوند سے علیحدگی حاصل کرنا چاہے تو اس صورت میں خاوند عورت سے اپنا دیا ہوا مہر واپس لے سکتا ہے۔خاوند اگر علیحدگی قبول کرنے پر آمادہ نہ ہو تو عدالت خاوند کو طلاق دینے کا حکم دے گی اور اگر وہ اسے نہ مانے تو علت نکاح فسخ کر دے گی۔گویا خلع بزریعہ طلاق بھی ہوسکتا ہے اور بزریعہ فسخ بھی، دونوں صورتوں میں عدت ایک حیض ہے (ابوداود، ترندی، نسائی والحاکم[۔فتح القدیر)

۲۳۰۔ۃ فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ ؕ فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَآ اَنۡ يَّتَرَاجَعَآ اِنۡ ظَنَّآ اَنۡ يُّقِيۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ ؕ وَ تِلۡكَ حُدُوۡدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ ۝

پھر اگر اس کو (تیسری بار) طلاق دے دے تو اب اس کے لئے حلال نہیں جب تک کہ وہ عورت اس کے سوا دوسرے سے نکاح نہ کرے، پھر اگر وہ بھی طلاق دے دے تو ان دونوں کو میل جول کر لینے میں کوئی گناہ نہیں، (ا) بشرطیکہ جان لیں کہ اللہ کی حدوں کو قائم رکھ سکیں گے، یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں جنہیں وہ جاننے والوں کے لئے بیان فرما رہا ہے۔

۲۳۰۔ا اس طلاق سے تیسری طلاق مراد ہے۔یعنی تیسری طلاق کے بعد خاوند اب نہ رجوع کر سکتا ہے اور نہ نکاح البتہ عورت کسی اور جگہ نکاح کر لے اور دوسرا خاوند اپنی مرضی سے اسے طلاق دے دے، یا فوت ہو جائے تو اس کے بعد اس سے نکاح جائز ہے۔لیکن اس کے لئے جو حلالہ کو طریقہ رائج ہے یہ لعنتی

فعل ہے نبی ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور کروانے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے حلالہ کی غرض سے کیا گیا نکاح، نکاح نہیں ہے، زنا کاری ہے۔ اس نکاح سے عورت پہلے خاوند کے لئے حلال نہیں ہوگی

ۃ۔۲۳۱ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْسَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ط وَلَا تَتَّخِذُوْا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ط وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ہ ع الثلث

رکوع ۔۹

جب تم عورتوں کو طلاق دو وہ اپنی عدت ختم کرنے پر آئیں تو اب انہیں اچھی طرح بساؤ یا بھلائی کے ساتھ الگ کردو(۱) اور انہیں تکلیف پہنچانے کی غرض سے ظلم اور زیادتی کے لئے نہ روکو جو شخص ایسا کرے اس نے اپنی جان پر ظلم کیا تم اللہ کے احکام کو ہنسی کھیل نہ (۲) بناؤ اور اللہ کا احسان جو تم پر ہے یاد کرو اور جو کچھ کتاب وحکمت اس نے نازل فرمائی ہے جس سے تمہیں نصیحت کر رہا ہے اس سے بھی۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔

۲۳۱۔ا بتلایا گیا تھا کہ دو طلاق تک رجوع کرنے کا اختیار ہے اس آیت میں کہا جا رہا ہے کہ رجوع عدت کے اندر اندر ہو سکتا ہے، عدت گزرنے کے بعد نہیں۔ اس لئے یہ تکرار نہیں ہے جس طرح کے بظاہر ہے۔

۲۳۱۔۲ بعض لوگ مذاق میں طلاق دے دیتے یا نکاح کر لیتے، یا آزاد کر دیتے، پھر کہتے میں نے تو مذاق کیا تھا۔ اللہ نے اسے آیات الٰہی سے استہزاء قرار دیا جس سے مقصود اس سے روکنا ہے اس لئے نبی ﷺ نے فرمایا کہ مذاق سے بھی اگر کوئی مذکورہ کام کرے گا تو وہ حقیقت ہی سمجھا جائے گا اور مذاق کی طلاق، یا نکاح یا آزادی نافذ ہو جائے گی (تفسیر ابن کثیر)

ۃ۔۲۳۲ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا

تَـرَا ضَـوْ ا بَیْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ط ذٰلِكَ یُـوْ عَـظُ بِـهٖ مَـنْ كَانَ مِنْكُمْ یُوْءِ مِنُ بِا للّٰهِ وَالْیَوْمِ
الْاٰ خِرِ ط ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَ اَطْهَرُ ط وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَاَ نْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ہ

اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت پوری کر لیں تو انہیں ان کے خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو جب کہ وہ آپس میں دستور کے مطابق رضا مند ہوں (ا) یہ نصیحت انہی کی جاتی ہے جنہیں تم میں سے اللہ تعالی پر اور قیامت کے دن پر یقین و ایمان ہو اس میں تمہاری بہترین صفائی اور پاکیزگی ہے۔اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

۲۳۲۔ا اس میں مطلقہ عورت کی بابت ایک تیسرا حکم دیا جا رہا ہے وہ یہ کہ عدت گزرنے کے بعد (پہلی یا دوسری طلاق کے بعد) اگر سابقہ خاوند بیوی باہمی رضا مندی سے دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو ان کو مت روکو۔ نبی ﷺ کے زمانے میں ایک ایسا واقع ہوا تو عورت کے بھائی نے انکار کر دیا جس پر یہ آیت اتری ،اس سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ عورت اپنا نکاح نہیں کر سکتی ، بلکہ اس کے نکاح کے لئے ولی کی اجازت اور رضا مندی ضروری ہے۔تب ہی تو اللہ تعالیٰ نے ولیوں کو اپنا حق ولایت غلط طریقے سے استعمال کرنے سے روکا ہے۔اس کی مزید تائید حدیث نبوی ﷺ سے ہوتی ہے،جس عورت نے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لیا، پس اس کا نکاح باطل ہے،اسکا نکاح باطل ہے،اسکا نکاح باطل ہے۔

۲۳۳۔ة وَالْـوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْ لَا دَهُنَّ حَوْلَیْنِ كَا مِلَیْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَا عَةَ ط
وَعَـلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَ تُهُنَّ بِا لْمَعْرُوْفِ ط لَا تُـكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَآ رَّ
وَالِدَةٌ م بِـوَلَـدِهَـا وَلَا مَـوْ لُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ وَ عَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ فَاِنْ اَرَا دَ فِصَا لًا عَنْ
تَـرَاضٍ مِّـنْهُمَا وَتَشَاوُرٍفَلَا جُنَا حَ عَلَیْهِمَا ط وَاِنْ اَرَدْ تُّمْ اَنْ تَسْتَرْ ضِعُوْ ا اَوْ لَا دَكُمْ فَلَا
جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّا اٰتَیْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ط وَا تَّـقُوااللّٰهَ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
بَصِیْرٌ ہ

مائیں اپنی اولاد کو دو سال کامل دودھ پلائیں جن کا ارادہ دودھ پلانے کی مدت بلکل پوری کرنے کا ہو(۱) اور جن کے بچے ہیں ان کے ذمہ ان کا روٹی کپڑا ہے جو مطابق دستور کے ہو(۲) ہر شخص اتنی ہی تکلیف دیا جاتا ہے جتنی اس کی طاقت ہو ماں کو اس بچے کی وجہ سے یا باپ کو اس کی اولاد کی وجہ سے کوئی ضرر نہ پہنچایا جائے (۳) وارث پر بھی اسی جیسی ذمہ داری ہے، پھر اگر دونوں (یعنی ماں باپ) اپنی رضامندی سے باہمی مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو دونوں پر کچھ گناہ نہیں جب کہ تم ان کو مطابق دستور کے جو دینا ہو وہ ان کے حوالے کر دو(۴) اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور جانتے رہو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے عمال کی دیکھ بھال کر رہا ہے۔

۲۳۳۔۱ اس آیت میں مسئلہ رضاعت کا بیان ہے۔اس میں پہلی بات یہ ہے جو مدت رضاعت پوری کرنی چاہے تو وہ دو سال پورے دودھ پلائے ان الفاظ سے کم مدت دودھ پلانے کی بھی گنجائش نکلتی ہے دوسری بات یہ معلوم ہوئی مدت رضاعت زیادہ سے زیادہ دو سال ہے، جیسا کہ ترندی میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا مرفوعاً روایت ہے۔

۲۳۳۔۲ طلاق ہو جانے کی صورت میں شیر خوار بچے اور اس کی ماں کی کفالت کا مسئلہ ہمارے معاشرے میں بڑا پچیدہ بن جاتا ہے اور اس کی وجہ سے شریت سے انحراف ہے۔اگر حکم الٰہی کے مطابق خاوند اپنی طاقت کے مطابق عورت کی روٹی کپڑے کا ذمہ دار ہو جس طرح کہ اس آیت میں کہا جا رہا ہے تو نہائت آسانی سے مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔

۲۳۳۔۳ ماں کو تکلیف پہنچانا یہ ہے کہ مثلاً ماں بچے کو اپنے پاس رکھنا چاہے، مگر ماماتا کے جذبے کو نظر انداز کر کے بچہ زبردستی اس سے چھین لیا جائے، یا یہ کہ بغیر خرچ کے ذمہ داری اٹھائے، اسے دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے۔باپ کو تکلیف پہنچانے سے مراد یہ ہے کہ ماں دودھ پلانے سے انکار کر دے، یا اس کی حثیت سے زیادہ کا اس سے مالی مطالبہ کرے۔

۲۳۳۔۴ باپ کے فوت ہو جانے کی صورت میں یہی ذمہ داری وارثوں کی ہے کہ وہ بچے کی ماں کے حقوق صحیح طریقے سے ادا کریں، تا کہ نہ عورت کو تکلیف ہو نہ بچے کی پرورش اور نگہداست متاثر ہو۔

۲۳۳۔۵ یہ ماں کے علاوہ کسی اور عورت سے دودھ پلوانے کی اجازت ہے بشرطیکہ اس کا معاوضہ دستور کے مطابق ادا کر دیا جائے۔

ۃ۔۲۳۴ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ہ

تم میں سے جو لوگ فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں، وہ عورتیں اپنے آپ کو چار مہینے اور دس دن عدت میں رکھیں (۱) پھر جب مدت ختم کر لیں تو جو اچھائی کے ساتھ وہ اپنے لئے کریں اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں (۲) اور اللہ تعالیٰ تمہارے عمل سے خبردار ہے۔

۲۳۴۔۱ یہ عدت وفات ہر عورت کے لئے ہے چاہے گھر میں رہے یا گھر کے باہر، جوان ہو جا بوڑھی ۔البتہ اس سے حاملہ عورت مستثنٰی ہے، کیو نکہ اسکی مدت عدت واضع حمل ہے ؒ اس عدت وفات میں عورت کو زیبوزینت کی (حتٰی کہ سرمہ لگانے کی بھی) اور خاوند کے مکان سے کسی اور جگہ منتقل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔البتہ مطلقہ دوبارہ نکاح کے لئے عدت کے اندر زیب وزینت ممنوع نہیں ہے مطلقہ جس سے رجوع نہ ہو سکے میں اختلاف ہے،بعض جواز کے اور بعض ممانت کے قائل ہیں۔

۲۳۴۔۲ یعنی عدت گزرنے کے بعد وہ زیب وزینت اختیار کریں اولیا کی اجازت ومشاورت سے کسی اور جگہ نکاح کا بندوبست کریں، تو اس میں کوئی حرج نہیں اس لئے تم پر بھی (اے عورت کے والیو) کوئی گناہ نہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ بیوہ کو عقد ثانی کو برا سمجھنا چاہیے، نہ اس میں رکاوٹ ڈالنی چاہیے۔جیسا کہ ہندوؤں کے اثرات سے ہمارے معاشرے میں یہ چیز پائی جاتی ہے۔

۲۳۵۔ق وَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ فِیْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْاَکْنَنْتُمْ فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ
عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّکُمْ سَتَذْکُرُوْنَهُنَّ وَلٰکِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا
ط وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّکَاحِ حَتّٰی یَبْلُغَ الْکِتٰبُ اَجَلَهٗ ط وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِیْٓ
اَنْفُسِکُمْ فَاحْذَرُوْهُ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ہ ع رکوع

تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں کہ تم اشارۃً ان عورتوں سے نکاح کی بابت کہو، یا اپنے دل میں پوشیدہ ارادہ کرو اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ تم ضرور ان کو یاد کرو گے، لیکن ان سے پوشیدہ وعدے نہ کرلو(۱) ہاں یہ اور بات ہے کہ تم بھلی بات بولا کرو(۲) اور عقد نکاح جب تک عدت ختم نہ ہو جائے پختہ نہ کرو، جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کی باتوں کا بھی علم رکھتا ہے تم اس سے خوف کھاتے رہا کرو اور یہ بھی جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ بخشش اور علم والا ہے۔

۲۳۵۔۱ یہ بیوہ یا وہ عورت، جس کو تین طلاق مل چکی ہوں، ان کی بابت کہا جا رہا ہے کہ عدت کے دوران ان سے اشارے میں تو تم نکاح کا پیغام دے سکتے ہو (مثلاً میرا ارادہ شادی کرنے کا ہے یا میں نیک عورت کی تلاش میں ہوں وغیرہ) لیکن ان سے کوئی خفیہ وعدہ مت لو اور نہ مدت گزرنے سے قبل عقد نکاح پختہ کرو لیکن وہ عورت جس کو خاوند نے ایک یا دو طلاقیں دی ہیں اس کو عدت کے اندر اشارے میں بھی نکاح کا پیغام دینا جائز نہیں، ممکن ہے خاوند رجوع ہی کرلے۔

۲۳۵۔۲ اس سے مراد وہی تعریض و کنایہ ہے جس کا حکم پہلے دیا گیا ہے، مثلاً میں تیرے معاملے میں رغبت رکھتا ہوں یا ولی سے کہے کہ اس کے نکاح کی بابت فیصلہ کرنے سے قبل مجھے اطلاع ضرور کرنا وغیرہ (ابن کثیر)

۲۳۶۔ق لَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِیْضَةً وَّ
مَتِّعُوْهُنَّ عَلَی الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَی الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ مَتَاعًا م بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَی الْ

مُحۡسِنِيۡنَ ه

اگر تم عورتوں کو بغیر ہاتھ لگائے اور بغیر مہر مقرر کئے طلاق دے دو تو بھی تم پر کوئی گناہ نہیں، ہاں انہیں کچھ نہ کچھ فائدہ دو۔خوش حال اپنے انداز سے اور تنگدست اپنی طاقت کے مطابق دستور کے مطابق اچھا فائدہ دے بھلائی کرنے والوں پر یہ لازم ہے(۱)۔

۲۳۶۔ا یہ اس عورت کی بابت حکم ہے کہ نکاح کے وقت مہر مقرر نہیں ہوا تھا اور خاوند نے ہم بستری کے بغیر طلاق دے دی تو انہیں کچھ نہ کچھ دے کر رخصت کرو یہ فائدہ ہر شخص کی طاقت کے مطابق ہونا چاہئے خوش حال اپنی حثیت اور تنگ دست اپنی طاقت کے مطابق دے۔

۲۳۷۔ة وَاِنۡ طَلَّقۡتُمُوۡ هُنَّ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَمَسُّوۡ هُنَّ وَقَدۡ فَرَضۡتُمۡ لَهُنَّ فَرِيۡضَةً فَنِصۡفُ مَا فَرَضۡتُمۡ اِلَّآ اَنۡيَّعۡفُوۡنَ اَوۡ يَعۡفُوَاالَّزِىۡ بِيَدِهٖ عُقۡدَةُ النِّكَاحِ وَ اَنۡ تَعۡفُوۡ آ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰى وَلَا تَنۡسَوُاالۡفَضۡلَ بَيۡنَكُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ ه

اور اگر تم عورتوں کو اس سے پہلے طلاق دے دو کہ تم نے انہیں ہاتھ نہیں لگایا ہو اور تم نے ان کا مہر بھی مقرر کر دیا تو مقررہ مہر کا آدھا مہر دے دو یہ اور بات ہے وہ خود معاف کر دیں (۱) یا وہ شخص معاف کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے (۲) تمہارا معاف کر دینا تقویٰ سے بہت نزدیک ہے اور آپس کی فضیلت اور بزرگی کو فراموش نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

۲۳۷۔ا یہ دوسری صورت ہے کہ خلوت صحیحہ سے قبل ہی طلاق دے دی اور حق مہر بھی مقرر تھا اس صورت میں خاوند کے لئے ضروری ہے کہ نصف مہر ادا کرے۔اور اگر عورت اپنا حق معاف کر دے۔اس صورت میں خاوند کو کچھ نہیں دینا پڑے گا۔

۲۳۷۔۲ اس سے مراد خاوند ہے، کیونکہ نکاح کی گرہ (اس کا توڑنا اور باقی رکھنا) اس کے ہاتھ میں ہے ۔یہ نصف حق مہر معاف کر دے،یعنی ادا شدہ حق مہر میں سے نصف مہر واپس لینے کی بجائے اپنا یہ حق

(نصف مہر) معاف کردے اور پورے کا پورا مہر عورت کو دے دے۔اس سے آگے آپس میں فضل اور احسان کو نہ بھلانے کی تاکید کر کے حق مہر میں بھی اسی فضل اور احسان کو اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

ۃ۔۲۳۸ حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی وَ قُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ ہ

نمازوں کی حفاظت کرو، بالخصوص درمیان والی نماز کی (ا) اور اللہ تعالیٰ کے لئے باادب کھڑے رہا کرو۔

۲۳۸۔ا درمیان والی نماز سے مراد عصر کی نماز جس کو حدیث رسول ﷺ نے متعین کردیا ہے جس میں آپ ﷺ نے خندق والے دن عصر کی نماز کو صلوٰۃ وُسطٰی قرار دیا۔

ۃ۔۲۳۹ فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُکْبَانًا فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَمَا عَلَّمَکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ہ

اگر تمہیں خوف ہو تو پیدل ہی سہی یا سواری سہی، ہاں جب امن ہو جائے تو اللہ کا ذکر کرو جس طرح کے اس نے تمہیں اس بات کی تعلیم دی جسے تم نہیں جانتے تھے(ا)۔

۲۳۹۔ا یعنی دشمن سے خوف کے وقت جس طرح بھی ممکن ہے، پیادہ چلتے ہوئے، سواری پر بیٹھے ہوئے نماز پڑھ لو۔تاہم جب خوف کی حالت ختم ہو جائے تو اسی طرح نماز پڑھو جس طرح سکھلایا گیا۔

ۃ۔۲۴۰ وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَ یَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّ صِیَّۃً لِّاَزْوَاجِھِمْ مَّتَاعًا اِلَی الْحَوْلِ غَیْرَ اِخْرَاجٍ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ فِیْ مَا فَعَلْنَ فِیْٓ اَنْفُسِھِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ہ

جو لوگ تم میں سے فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں اور وہ وصیت کر جائیں ان کی بیویاں سال بھر تک فائدہ اٹھائیں (ا) انہیں کوئی نہ نکالے، ہاں اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر کوئی گناہ نہیں جو وہ اپنے لئے

اچھائی سے کریں، اللہ تعالیٰ غالب اور حکیم ہے

۲۴۰۔ا یہ آیت گو ترتیب میں مؤخر ہے مگر منسوخ ہے، ناسخ آیت پہلے گزر چکی ہے، جس میں عدت وفات چار مہینے دس دن بتلائی گئی ہے۔علاوہ ازیں آیت مواریث نے بیویوں کا حصہ بھی مقرر کر دیا ہے ،اس لئے اب خاوند کو عورت کے لئے کسی بھی قسم کی وصیت کرنے کی ضرورت نہیں رہی، نہ رہائش کی نہ نان ونفقہ کی۔

۲۴۱۔ۃ وَ لِلْمُطَلَّقٰتِ مَتٰعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝ طلاق والیوں کو اچھا فائدہ دینا پرہیزگاروں پر لازم ہے(۱)

۲۴۱۔ا یہ حکم عام ہے جو ہر مطلقہ عورت کو شامل ہے اس میں تفریق کے وقت جس حسن سلوک کا اہتمام کرنے کی تاکید کی گئی ہے اس کے بے شمار معاشی فوائد ہیں۔کاش مسلمان اس نہائیت ہی اہم نصیحت عمل کریں۔

۲۴۲۔ۃ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ اللہ تعالیٰ اسی طرح اپنی آیاتیں تم پر ظاہر رکع۔۳۱
فرمارہا ہے تاکہ تم سمجھو۔

۲۴۳۔ۃ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ هُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝

کیا تم نے انہیں نہیں دیکھا جو ہزاروں کی تعداد میں تھے اور موت کے ڈر کے مارے اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا مر جاؤ، پھر انہیں زندہ کر دیا (۱) بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے، لیکن اکثر لوگ ناشکرے ہیں۔

۲۴۳۔ا یہ واقع سابقہ کسی امت کا ہے، جس کی تفصیل کسی حدیث میں بیان نہیں کی گئی۔تفسیری روایات

اسے بنی اسرائیل کے زمانے کا واقعہ اور اس پیغمبر کا نام ، جس کی دعا سے انہیں اللہ تعالیٰ نے دوبارہ زندہ کیا یہ جہاد میں قتل کے ڈر سے ، یا وبائی بیماری طاعون کے خوف سے اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوئے تھے ، تاکہ موت کے منہ میں جانے سے بچ جائیں ، اللہ تعالیٰ نے انہیں مار کر ایک تو یہ بتلا دیا کہ اللہ کی تقدیر سے تم بچ کر نہیں جاسکتے ۔ دوسرا یہ کہ انسانوں کی اخری جائے پناہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے ، تیسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے ۔

ق۔۲۴۴ وَ قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ سنتا ، جانتا ہے ۔

ق۔۲۴۵ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ۭ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ۠ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

ایسا بھی کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض (ا) دے پس اللہ تعالیٰ اسے بہت بڑھا چڑھا کر عطا فرمائے گا اللہ ہی تنگی اور کشادگی کرتا ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ۔

۲۴۵۔ا قرض حسنہ سے مراد اللہ کی راہ میں اور جہاد میں مال خرچ کرنا ، یعنی جان کی طرح مالی قربانی میں بھی تامل مت کرو ۔ رزق کی کشادگی اور کمی بھی اللہ کے اختیار میں ہے ۔ اور وہ دونوں طریقوں سے تمہاری آزمائش کرتا ہے ، کبھی رزق میں کمی کر کے اور کبھی اس میں فراوانی کر کے ۔ پھر اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے تو کمی بھی نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ اس میں کئی کئی گنا اضافہ فرماتا ہے ، کبھی ظاہری طور پر ، کبھی معنوی و روحانی طور پر اس میں برکت ڈال کر اور آخرت میں تو یقیناً اس میں اضافہ حیران کن ہوگا ۔

ق۔۲۴۶ اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى ۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ۭ قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَاَبْنَاۗىِٕنَا ۭ فَلَمَّا كُتِبَ

عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ ٥

کیا آپ نے (حضرت) موسیٰ کے بعد والی بنی اسرائیل کی جماعت کو نہیں دیکھا (۱) جب کہ انہوں نے اپنے پیغمبر سے کہا کہ کسی کو ہمارا بادشاہ بنا دیجئے (۲) تا کہ ہم اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔ پیغمبر نے کہا کہ ممکن ہے جہاد فرض ہو جانے کے بعد تم جہاد نہ کرو، انہوں نے کہا بھلا ہم اللہ کی راہ میں جہاد کیوں نہ کریں گے؟ ہم تو اپنے گھروں سے اجاڑے گئے ہیں اور بچوں سے دور کر دیئے گئے ہیں۔ پھر جب ان پر جہاد فرض ہوا تو سوائے تھوڑے سے لوگوں کے سب پھر گئے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔

۲۴۶۔۱ **ملأ** کسی قوم کے ان اشراف، سردار اور اہل حل وعقد کو کہا جاتا ہے جو خاص مشیر اور قائد ہوتے ہیں جن کے دیکھنے سے آنکھیں اور دل رعب سے بھر جاتے ہیں مَلّأ کے لغوی معنی (بھرنے کے ہیں) (ایسر التفسیر) جس پیغمبر کا یہاں ذکر ہے اس کا نام شمویل بتلایا جاتا ہے۔ ابن کثیر وغیرہ مفسرین نے جو واقع بیان کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بنو اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ اسلام کے بعد کچھ عرصے تک تو ٹھیک رہے، پھر ان میں انحراف آ گیا، دین میں بدعات ایجاد کر لیں۔ حتیٰ کہ بتوں کی پوجا شروع کر دی۔ انبیا ان کو روکتے رہے، لیکن یہ معصیت اور شرک سے بعض نہ آئے اس کے نتیجے میں اللہ نے ان کے دشمنوں کو ان پر مسلط کر دیا، جنھوں نے ان کے علاقے بھی چھین لئے اور ان کی ایک بڑی تعداد کو قیدی بھی بنا لیا، ان میں نبوت وغیرہ کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا، بلاخر بعض لوگوں کی دعاؤں سے شمویل نبی پیدا ہوئے جنہوں نے دعوت اور تبلیغ کا کام شروع کیا۔ انہوں نے پیغمبر سے یہ مطالبہ کیا کہ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دیں جس کی قیادت میں ہم دشمنوں سے لڑیں۔ پیغمبر نے ان کے سابقہ کردار کے پیش نظر کہا کہ تم مطالبہ تو کر رہے ہو لیکن میرا اندازہ یہ ہے کہ تم اپنی بات پر قائم نہیں رہو گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا قرآن نے بیان کیا ہے۔

۲۴۶۔۲ نبی کی موجودگی میں بادشاہ کا مطالبہ، بادشاہت کے جواز کی دلیل ہے۔ کیونکہ اگر بادشاہت

جائز نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس مطالبے کو رد فرما دیتا، لیکن اللہ نے اس معاملے کو رد نہیں فرمایا، بلکہ طالوت کو ان کے لئے بادشاہ مقرر کر دیا، جیسے کہ آگے آ رہا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ بادشاہ اگر مطلق العنان نہیں ہے بلکہ وہ احکام الہٰی کا پابند اور عدل وانصاف کرنے والا ہے تو اس کی بادشاہت جائز ہی نہیں، بلکہ مطلوب ومحبوب بھی ہے مزید دیکھئے سورۃ المائدہ آیت ۔۲۰ کا حاشیہ۔

ة۔۲۴۷ وَ قَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا قَالُوْا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَ نَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَ لَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِى الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَ اللّٰهُ يُؤْتِىْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ٥

اور انہیں ان کے نبی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنا دیا ہے تو کہنے لگے بھلا اس کی ہم پر حکومت کیسے ہو سکتی ہے؟ اس سے تو ہم بہت زیادہ حقدار بادشاہت کے ہم ہیں، اس کو تو مالی کشادگی بھی نہیں دی گئی۔ نبی نے فرمایا سنو، اللہ تعالیٰ اسی کو تم پر برگزیدہ کیا ہے اور اسے علمی اور جسمانی برتری بھی عطا فرمائی ہے (۱) بات یہ ہے اللہ جسے چاہے اپنا ملک دے، اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے۔

۲۴۷۔۱ حضرت طالوت اس نسل سے نہیں تھے جس سے بنی اسرائیل کے باشاہوں کا سلسلہ چلا آ رہا تھا یہ غریب اور ایک عام فوجی تھے۔ جس پر انہوں نے احتراض کیا۔ پیغمبر نے کہا یہ میرا انتخاب نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں مقرر کیا ہے علاوہ ازیں قیادت کے لئے مال سے زیادہ عقل وعلم اور جسمانی قوتوں طاقت کی ضرورت ہے اور طالوت اس میں تم سب میں ممتاز ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں اس منصب کے لئے چن لیا ہے۔ چنانچہ اگلی آیت میں ایک اور نشانی کا بیان ہے،

ة۔۲۴۸ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ

كُنْتُمْ مُّئو مِنِيْنَ ہ رکوع ۳۲

ان کے نبی نے پھر کہا کہ اس کی بادشاہت کی ظاہری نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق (۱) آ جائے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلجمعی ہے اور آل موسیٰ اور آل ہارون کا بقیہ ترکہ ہے۔فرشتے اسے اُٹھا کر لائیں گے ۔یقیناً یہ تمہارے لئے کھلی دلیل ہے اگر تم ایمان والے ہو۔

۲۴۸۔ا صندوق یعنی تابوت ،جو توب سے ہے،جس کے معنی رجوع کرنے کے ہیں۔کیونکہ بنی اسرائیل تبرک کے لئے اس کی طرف رجوع کرتے تھے (فتح القدیر) اس تابوت میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہ اسلام کے تبرکات تھے یہ تابوت بھی ان کے دشمن چھین کرلے گئے تھے۔اللہ تعالیٰ نے نشانی کے طور پر فرشتوں کے ذریعے سے حضرت طالوت کے دروازے پر پہنچا دیا۔جسے دیکھ کر بنو اسرائیل خوش بھی ہوئے اور اسے طالوت کی بادشاہی کے لئے منجانب اللہ نشانی بھی سمجھا اور اللہ تعالیٰ نے بھی اسے ان کے لئے ایک اعجاز (آیت) اور فتح وسکینت کا سبب قرار دیا۔

ة۔۲۴۹ فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّى وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّیٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهٖ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ہ

جب حضرت طالوت لشکروں کو لیکر نکلے تو کہا سنو اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک نہر (۱) سے آزمانے والا ہے ،جس نے اس میں سے پانی پی لیا وہ میرا نہیں اور جو اسے نہ چکھے وہ میرا ہے،ہاں یہ اور بات ہے کہ اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر لے ۔لیکن سوائے چند کے باقی سب نے وہ پانی پی لیا (۲) (حضرت طالوت مومنین سمیت جب نہر سے گزر گئے تو وہ لوگ کہنے لگے آج تو ہم میں طاقت نہیں کہ جالوت اور اس کے

لشکروں سے لڑیں (۳) لیکن اللہ تعالیٰ کی ملاقات پر یقین رکھنے والوں نے کہا بسا اوقات چھوٹی اور تھوڑی سی جماعتیں بڑی اور بہت سی جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غلبہ پا لیتی ہیں، اللہ تعالیٰ صبر والوں کے ساتھ ہے۔

۲۴۹۔۱ یہ نہر اردن اور فلسطین کے درمیان ہے (ابن کثیر)

۲۴۹۔۲ اطاعت امیر ہر حال میں ضروری ہے تاہم دشمن سے معرکہ آرائی کے وقت تو اس کی اہمیت دو چند بلکہ صد چند ہو جاتی ہے۔دوسرے جنگ میں کامیابی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ فوج اس دوران بھوک پیاس اور دیگر تکلیفات کو نہائت حوصلے سے برداشت کرے۔چناچہ ان دونوں باتوں کی تربیت اور امتحان کے لئے طالوت نے کہا کہ نہر پر تمہاری پہلی آزمائش ہوگی لیکن تنبیہ کے باوجود اکثریت نے پانی پی لیا۔اس طرح نہ پینے والوں کی تعداد ۳۱۳ بتائی گئی ہیجو اصحاب بدر کی تعداد ہے۔ واللہ عالم۔

۲۴۹۔۳ ان اہل ایمان نے بھی ابتدا جب دشمن کی بڑی تعداد دیکھی تو اپنی قلیل تعداد کے پیش نظر اس رائے کا اظہار کیا جس پر ان کے علماء ان سے زیادہ پختہ یقین رکھنے والوں نے کہا کہ کامیابی تعداد کی کثرت اور اسلحہ کی فروانی پر منحصر نہیں، بلکہ اللہ کی مشعیت اور اس کے اذن پر موقوف ہے اور اللہ کی تائید کے لئے صبر کا اہتمام ضروری ہے۔

۲۵۰۔ة وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَ جُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ہ

جب ان کا جالوت اور اس کے لشکر سے مقابلہ ہوا تو انہوں نے دعا مانگی کہ اے پروردگار ہمیں صبر دے ثابت قدمی دے اور قوم کفار پر ہماری مدد فرما (۱)

۲۵۰۔۱ جالوت اس دشمن فوج کا کمانڈر اور سربراہ تھا، جس سے طالوت اور ان کے رفقا کا مقابلہ تھا۔یہ قوم عمالقہ تھی جو اپنے وقت کی بڑی جنگجو اور بہادر فوج سمجھی جاتی تھی ان کی اس شہرت کے پیش نظر، عین

معرکہ آرائی کے وقت اہل ایمان نے بارگاہ الٰہی میں صبرو ثبات اور کفر کے مقابلے میں ایمان کی فتح و کامیابی کی دعا مانگی ۔گویا مادی اسباب کے ساتھ ساتھ اہل ایمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ نصرت الٰہی کے لئے ایسیموقعوں پر بطور خاص طلبگار رہیں جیسے جنگ بدر میں نبی ﷺ نے نہائت الحاح وزاری سے فتح اور نصرت کی دعائیں مانگیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے منظور فرمایا اور مسلمانوں کی ایک نہائت قلیل تعداد کا فرواں کی بڑی تعداد پر غالب آئی۔

ق۔۲۵۱ فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ہ

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہوں نے جالوتیوں کو شکست دے دی اور (حضرت) داود علیہ اسلام) کے ہاتھوں جالوت قتل ہوا (۱) اور اللہ تعالیٰ نے داود علیہ اسلام کو مملکت وحکمت (۲) اور جتنا کچھ چاہا علم بھی عطا فرمایا۔اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض سے دفع نہ کرتا تو زمین میں فساد پھیل جاتا لیکن اللہ تعالیٰ دنیا والو پر فضل وکرم کرنے والا ہے۔

۲۵۱۔ا حضرت داود علیہ اسلام جو ابھی پیغمبر نہ بادشاہ،اس لشکر طالوت میں ایک سپاہی کے طور پر شامل تھے ان کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے جالوت کا خاتمہ کیا اور تھوڑے سے اہل ایمان کے ذریعے ایک بڑی قوم کو شکست فاش دلوائی۔

۲۵۱۔۲ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت داود علیہ اسلام کو بادشاہت بھی عطا فرمائی اور نبوت بھی ۔حکمت سے بعض نے نبوت،بعضنے صنعت آہن گری اور بعض نے ان امور کی سمجھ مراد لی،جو اس موقع جنگ پر اللہ تعالیٰ کی مشیت وارادے سے فیصلہ کن ثابت ہوئے۔

ق۔۲۵۲ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ہ

یہ اللہ تعالیٰ کی آیاتیں ہیں جنہیں ہم نے حقانیت کے ساتھ آپ پر پڑھتے ہیں، بایقین آپ رسولوں میں سے ہیں۔

۲۵۲۔ا یہ گزشتہ واقعات، جو آپ ﷺ پر نازل کردہ کتاب کے ذریعے سے دنیا کو معلوم ہو رہے ہیں ،اے محمد ﷺ یقیناً آپ کی رسالت وصداقت کی دلیل ہیں کیونکہ آپ ﷺ نے یہ نہ کسی کتاب میں پڑھے ہیں، نہ کسی سے سنے ہیں، جس سے یہ واضع ہے کہ یہ غیب کی وہ خبریں جو بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ آپ پر نازل فرمارہا ہے۔قرآن کریم میں متعدد مقامات پر گزشتہ امتوں کے واقعات کے بیان کو آپ ﷺ کی صداقت کے لئے دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

تِلْكَ الرُّسُولُ ۳	سورت	البقرہ	آل عمران
	صفحہ	جاری	۱٦۱

ۃ۔۲۵۳ تِلْكَ الرُّسُولُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَ اَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ہ ع ۳۳

یہ رسول ہیں ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے (ا) ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے بات چیت کی ہے اور بعض کے درجے بلند کئے ہیں، اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو معجزات عطا فرمائے اور روح القدوس سے ان کی تائید کی (۲) اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان کے بعد والے اپنے پاس دلیلیں آجانے کے بعد ہرگز آپس میں لڑائی بھڑائی نہ کرتے، لیکن ان لوگوں نے اختلاف کیا، ان میں سے بعض تو مومن ہوئے اور بعض کافر، اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ آپس میں نہ لڑتے (۳) لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

۲۵۳۔ا قرآن نے ایک دوسرے مقام پر بھی اسے بیان کیا ہے، اس لئے اس حقیقت میں تو

کوئی شک نہیں۔البتہ نبی ﷺ نے فرمایا" تم مجھے انبیا کے درمیان فضیلت مت دو" تو اس سے ایک کی دوسرے پر فضیلت کا انکار لازم نہیں آتا بلکہ یہ امت کو انبیا علیہ اسلام کی بابت ادب اور احترام سکھایا گیا ہے۔ورنہ بعض نبیوں پر فضیلت اور اور تمام پیغمبروں پر نبی ﷺ کی فضیلت واشرفیت مسلمہ اور ااہل سنت کا متفقہ عقیدہ ہی جو کتاب وسنت سے ثابت ہے۔تفصیل کے لئے دیکھئے (فتح القدیر)

۲۵۳۔۲ مراد وہ معجزات ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کو دیئے گے تھے مثلاً (مُردوں کو زندہ کرنا) وغیرہ جس کی تفصیل سورۂ آل عمران میں آئے گی۔روح القدوس سے مراد حضرت جبریل ہیں، جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا ہے۔

۲۵۳۔۳ اس مضموں کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی جگہ بیان فرمایا۔مطلب اس کا یہ نہیں ہے کہ اللہ کے نازل کردہ دین میں اختلاف پسندیدہ ہے۔یہ اللہ کو ناپسند ہے،اس کی پسند (رضا) تو یہ ہے کہ تمام انسان اس کی نازل کردہ شریعت کو اپنا کر جہنم سے بچ جائیں۔اس لئے اس نے کتابیں اتاریں انبیا علیہ کا سلسلہ قائم کیا تا آنکہ نبی کریم ﷺ پر رسالت کا خاتمہ فرمادیا۔

ۃ۔۲۵۴ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

اے ایمان والو جو ہم نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہو اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ تجارت ہے نہ دوستی نہ شفاعت (۱) اور کافر ہی ظالم ہیں۔

۲۵۴۔۱ یہود انصاریٰ اور کفار مشرکین اپنے اپنے پیشواؤں نبیوں، ولیوں، بزرگوں اور مرشدوں کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اللہ پر ان کا اتنا اثر ہے کہ وہ آپنی شخصیت کے دباؤ سے اپنے پیروکاروں کے بارے میں جو بات چاہیں اللہ سے منوا سکتے ہیں اور منوا لیتے ہیں۔اسی کو وہ شفاعت کہتے ہیں۔یعنی ان کا عقیدہ تقریباً وہ ہی تھا جو آج کل کے جاہلوں کا ہے۔

ۃ۔۲۵۵ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ ط لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ
وَمَا فِي الْاَرْضِ ط مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ط يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ
وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ہ

اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو زندہ اور سب کا تھامنے والا ہے، جسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند، اس کی ملکیت میں زمین اور آسمانوں کی تمام چیزیں ہیں۔کون جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے شفاعت کر سکے، وہ جانتا ہے جو اس کے سامنے ہے جو ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر وہ جتنا چاہے،(۱) اس کی کرسی کی وسعت (۲) نے زمین اور آسمان کو گھیر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت سے نہ تھکتا ہے اور نہ اکتاتا ہے، وہ تو بہت بلند اور بہت بڑا ہے۔

۲۵۵۔۱ یہ آیت الکرسی ہے جس کی بڑی فضیلت صحیح احادیث سے ثابت ہے مثلاً یہ آیت قرآن کی اعظم آیت ہے۔اس کے پڑھنے سے رات کو شیطان سے تحفظ رہتا ہے۔ہر فرض کے بعد پڑھنے کی بڑی فضیلت ہے (ابن کثیر)۔

۲۵۵۔۲ کرسی سے بعض نے عرش مراد لیا ہے۔لیکن صفات باری تعالیٰ کے بارے میں محدثین اور سلف کا یہ مسلک ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جو صفات جس طرح قرآن وحدیث میں بیان ہوئی ہیں، ان کے بیر تاویل اور کفیت، بیان پر ایمان رکھا جائے۔اس لئے یہ ہی ایمان رکھنا چاہئے یہ فی الواقع کرسی ہے جو عرش سے الگ ہے اس کی کفیت کیا ہے، اس پر وہ کس طرح بیٹھتا ہے؟ اس کو ہم بیان نہیں کر سکتے کیونکہ اس کی حقیقت سے ہم بے خبر ہیں۔

ۃ۔۲۵۶ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ط قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْ
مِنْ م بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا ط وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ

دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں، ہدائت اور دلالت سے روشن ہو چکی ہے (ا) اس لئے جو شخص
اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبودوں کا انکار کر کے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا
جو کبھی نہ ٹوٹے گا اور اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

۲۵۶۔ا اس کی شان نزول میں بتایا گیا ہے کہ انصار کے کچھ نوجوان یہودی اور عیسائی ہو گئے تھے پھر جب
یہ انصار مسلمان ہو گئے تو انہوں نے اپنی نوجوان اولاد کو بھی جو یا عیسائی ہو گئے تھے زبردستی مسلمان بنانا
چاہا جس پر یہ آیت نازل ہوئی شان نزول اس اعتبار سے بعض مفسرین نے اس اہل کتاب کے لئے
خاص مانا ہے یعنی مسلمان مملکت میں رہنے والے اہل کتاب اگر وہ جزیہ ادا کرتے ہوں تو انہیں قبول
اسلام پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔لیکن یہ آیت حکم کے اعتبار سے عم ہے۔تہم کفر وشرک کے خاتمے اور باطل کا
زور توڑنے کے لئے جہاد ایک الگ اور جبر واکراہ سے مختلف چیز ہے۔

ۃ۔۲۵۷ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ ءَامَنُوا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ وَ اِلَى النُّوْرِ ط وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا
اَوْلِيَـٰٓئُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ اُوْلٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ
فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ٥ ع ۳۴

ایمان لانے والوں کا کارساز اللہ تعالیٰ خود ہے، وہ انیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لے جاتا
ہے اور کافروں کے اولیا شیاطین ہیں۔وہ انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں
یہ لوگ جہنمی ہیں جو ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔

ۃ۔۲۵۸ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّیَ
الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَ اُمِیْتُ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ
الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ٥
کیا تو نے اسے نہیں دیکھا جو سلطنت پا کر ابراہیم (علیہ اسلام) سے اس کے رب کے بارے میں

جھگڑ رہا تھا، جب ابراہیم (علیہ اسلام) نے کہا میرا رب تو وہ ہے جو جلاتا اور مارتا ہے، وہ کہنے لگا میں بھی جلاتا اور مارتا ہوں ابراہیم (علیہ اسلام) نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سورج کو مشرق کی طرف سے لے آتا ہے اور تو اسے مغرب کی جانب سے لے آ۔ اب تو وہ کافر بھونچکا رہ گیا، اور اللہ تعلیٰ ظالموں کو ہدائت نہیں دیتا۔

ة۔۲۵۹ اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰى قَرْیَةٍ وَّهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰى یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ وَ انْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

یا اس شخص کی مانند کہ جس کا گزر اس بستی پر ہوا جو چھت کے بل اندھی پڑی ہوئی تھی وہ کہنے لگا اس کی موت کے بعد اللہ تعالیٰ اسے کس طرح زندہ کرے گا (۱) تو اللہ تعالیٰ نے اسے مار دیا سو سال کے لیئے، پھر اسے اُٹھایا، پوچھا کتنی مدت تم پر گزری؟ کہنے لگا ایک دن یا دن کا کچھ حصہ (۲) فرمایا بلکہ تو سو سال تک رہا پھر اب تو اپنے کھانے پینے کو دیکھ کہ بالکل خراب نہیں ہوا اور اپنے گدھے کو بھی دیکھ، ہم تجھے لوگوں کے لئے ایک نشانی بناتے ہیں تو دیکھ کہ ہم ہڈیوں کو کس طرح اٹھاتیہیں، پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں، جب یہ سب ظاہر ہو چکا تو کہنے لگا میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے (۳)۔

۲۵۹۔ا آپ نے پہلے واقع کی طرح اس شخص کے قصے پر نظر نہیں ڈالی جو ایک بستی سے گزرا یہ شخص کون تھا اس کی بابت بہت سے اقوال نقل چکے گئے ہیں زیادہ مشہور حضرت عزیز کا نام ہے جس کے بعض صحابہ و تابعین قائل ہیں۔ واللہ عالم۔ اس سے پہلے واقعہ ابراہیم علیہ اسلام و نمرود میں صانع یعنی باری تعالیٰ کا اثبات تھا اور اس دوسرے واقع میں اللہ تعالیٰ کی قدرت احیائے سوتی کا اثبات ہے جس اللہ تعالیٰنے

اس شخص کو اوراس کے گدھے کو سو سال کے بعد زندہ کر دیا تھا کہ اس کے کھانے پینے کی چیزوں کو بھی خراب نہیں ہونے دیا۔ وہی اللہ تعالیٰ قیامت والے دن تمام انسانوں کو دوبارہ زندہ فرمائے گا۔ جب وہ سو سال کے بعد زندہ کر سکتا ہے تو ہزاروں سال کے بعد بھی زندہ کرنا اس کے لئے مشکل نہیں۔

۲۵۹۔۲ کہا جاتا ہے کہ جب وہ مذکورہ شخص مرا اس وقت کچھ دن چڑھا ہوا تھا جب زندہ ہوا تو ابھی شام نہیں ہوئی تھی، اس سے اس نے اندازہ لگایا کہ اگر میں یہاں کل آیا تھا تو ایک دن گزر گیا ہے اگر یہ آج ہی کا واقع ہے تو دن کا کچھ حصہ ہی گزرا ہے۔ جب کہ واقع یہ تھا کی اس کی موت پر سو سال گزر چکے تھے۔

۲۵۹۔۳ یعنی یقین تو مجھے پہلے ہی تھا لیکن اب عینی مشاہدے کے بعد میرے یقین اور علم میں مزید پختگی اوراضافہ ہو گیا ہے۔

۲۶۰۔ۃ وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَ لَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا ؕ وَ اعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۰ ع ۳۵

اور جب ابراہیم علیہ اسلام نے کہا اے میرے پروردگار مجھے دکھا تو مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا (۱) جناب بارے تعالیٰ نے فرمایا کیا تمہیں ایمان نہیں؟ جواب دیا ایمان تو ہے لیکن میرے دل کی تسکین ہو جائے گی فرمایا چار پرندوں کے ٹکڑے کر ڈالو پھر ہر پہاڑ پر ایک ایک ٹکڑا رکھ دو پھر انہیں پکارو تمہارے پاس دوڑتے ہوئے آجائیں گے اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمتوں والا ہے۔

۲۶۰۔۱ یہ احیائے موتی کا دوسرا واقعہ ہے جو ایک نہائت جلیل القدر پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ اسلام کی خواہش اوران کے اطمینان قلب کے لئے دکھایا گیا۔ یہ چار پرندے کون کون سے تھے؟ مفسرین نے مختلف نام ذکر کئے ہیں لیکن ناموں کی تعین کا کوئی فائدہ نہیں، اس لئے اللہ نے بھی ان کے نام ذکر نہیں کیا بس یہ چار مختلف پرندے تھے بس ان کو مانوس کر لے اور پہچان لے تا کہ پکارنے پر وہ دوبارہ زندہ ہو کر

آپ کے پاس آ جائیں اور پہچان سکے کہ یہ وہی پرندے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے احیائے موتی کے مسئلے میں شک نہیں کیا۔ اگر انہوں نے شک کا اظہار کیا ہوتا تو ہم یقیناً شک کرنے میں ان سے زیادہ حقدار ہوتے (مزید وضاحت کے لئے دیکھئے (فتح القدیر)۔

ۃ۔۲۶۱ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِىْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝

جو لوگ اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس کی مثال اس دانے جیسی ہے جس میں سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سے سو دانے ہوں، اور اللہ تعالیٰ اسے چاہے اور بڑھا دے (۱) اور اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے۔

۲۶۱۔۱ یہ نفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت ہے۔ اس سے مراد اگر جہاد ہے تو اس کے معنی یہ ہونگے کہ جہاد میں خرچ کی گئی رقم کا یہ ثواب ہوگا اور اگر اس مراد تمام مصارف خیر ہیں تو یہ فضیلت نفقات وصدقات نافلہ کی ہوگی اور دیگر نیکیاں ایک نیکی کا اجر دس گنا کی ذیل میں آئیں گی۔ (فتح القدیر) گویا نفقات و صدقات کا عام اجر و ثواب دیگر امور خیر سے زیادہ ہے۔

ۃ۔۲۶۲ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّ لَآ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

جو لوگ اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پر اس کے بعد نہ تو احسان جتاتے ہیں اور نہ ایذا دیتے ہیں (۱) ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے ان پر نہ تو کچھ خوف ہے نہ وہ اداس ہونگے۔

۲۶۲۔۱ انفاق فی سبیلا للہ کی مذکورہ فضیلت صرف اس شخص کو حاصل ہوگی جو مال خرچ کر کے احسان نہیں جتلاتا نہ زبان سے ایسا کلمہ تحقیر ادا کرتا ہے جس سے کسی غریب، محتاج کی عزت نفس مجروح ہو اور وہ تکلیف محسوس کرے کیونکہ یہ اتنا بڑا جرم ہے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے۔ قیامت والے دن اللہ

تعالیٰ تین آدمیوں سے کلام نہیں فرمائے گا، ان میں ایک احسان جتلانے والا ہے۔

ق۔۲۶۳ قَولُ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ صَدَقَۃٍ یَّتْبَعُھَآ اَذًی ؕ وَ اللّٰہُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ ہ

نرم بات کہنا اور معاف کردینا اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد ایذا رسانی ہو(ا) اور اللہ تعالیٰ بے نیاز اور بردبار ہے۔

۲۶۳۔ا سائل سے نرمی اور شفقت سے بولنا یا دعائیہ کلمات (اللہ تعلیٰ تجھے بھی اور ہمیں بھی اپنے فضل و کرم سے نوازے وغیرہ) سے اس کو جواب دینا قول معروف ہے اور مغفِرَت کا مطلب سائل کے فقر اور اس کی حاجت کا لوگوں کے سامنے عدم اظہار اور اس کی پردہ پوشی ہے اور اگر سائل کے منہ سے کوئی نازیبا بات نکل جائے تو یہ چشم پوشی بھی اس میں شامل ہے۔یعنی سائل سے نرم اور شفقت اور چشم پوشی ،پردہ پوشی, اس صدقے سے بہتر ہے جس کے بعد اس کو لوگوں میں ذلیل اور رسوا کر کے اسے تکلیف پہنچائی جائے۔اس لئے حدیث میں کہا گیا ہے (پاکیزہ کلمہ بھی صدقہ ہے) نیز نبی ﷺ نے فرمایا ''تم کسی بھی معروف (نیکی) کو حقیر مت سمجھو, اگرچہ اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملنا ہی ہو۔

ق۔۲۶۴ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ الَا تُبْطِلُوْ اصَدَ قٰتِکُمْ بِا لْمَنِّ وَالْاَ ذٰی کَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَہٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا یُؤْمِنُ بِا للّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُہٗ کَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْہِ تُرَابٌ فَا صَا بَہٗ وَابِلٌ فَتَرَکَہٗ صَلْدًا لَّا یَقْدِرُوْنَ عَلٰی شَیْءٍ مِّمَّا کَسَبُوْا وَ اللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ ہ

اے ایمان والو اپنی خیرات کو احسان جتا کر اور ایذا پہنچا کر برباد نہ کرو جس طرح وہ شخص جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرے اور نہ اللہ تعالیٰ پر پر ایمان رکھے نہ قیامت پر, اس کی مثال اس صاف پتھر کی طرح ہے جس پر تھوڑی سی مٹی ہو پھر اس پر زوردار مینہ برسے اور وہ اس کو بالکل صاف اور سخت چھوڑ دے(ا) ان ریا کاروں کو اپنی کمائی میں سے کوئی چیز ہاتھ نہیں لگتی اور اللہ تعالیٰ کافروں کی قوم کو (سیدھی)

راہ نہیں دکھاتا۔

۲۶۴۔ا اس میں ایک تو یہ کہا گیا ہے صدقہ اور خیرات کر کے احسان جتلانا اور تکلیف دہ باتیں کرنا
اہل ایمان کا شیوا نہیں، بلکہ ان لوگوں کا وطیرہ ہے جو منافق ہیں اور ریا کاری کے لئے خرچ کرتے ہیں
۔دوسرے ایسے خرچ کی مثال صاف پتھر چٹان کی طرح ہے جس پر مٹی ہو،کوئی شخص پیداوار حاصل
کرنے کے لئے اس میں بیج بودے لیکں بارش کا ایک جھٹکا پڑتے ہی وہ ساری مٹی اس سے اتر جائے
اور وہ پتھر مٹی سے باکل صاف ہوجائے۔یعنی جس طرح بارش اس پتھر کے لئے نفع بخش ثابت نہیں ہوئی
اس طرح ریا کار کو بھی اس کے صدقے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

۲۶۵۔ۃ وَ مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ وَتَثۡبِیۡتًا مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ
كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبۡوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتۡ اُكُلَهَا ضِعۡفَیۡنِ فَاِنۡ لَّمۡ یُصِبۡهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ
وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ ہ

ان لوگوں کی مثال ہے جو اپنا مال اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی طلب میں دل کی خوشی اور یقین کے ساتھ
خرچ کرتے ہیں اس باغ جیسی ہے جو اونچی زمین پر ہو(ا) اورزوردار بارش اس پر برسے اور وہ اپنا پھل
دوگنا لاوے اور اگر اس پر بارش نہ بھی پڑے تو پھوار ہی کافی ہے اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

۲۶۵۔ا یہ ان اہل ایمان کی مثال ہے جو اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرتے ہیں,ان کا خرچ کیا ہوا مال
اس باغ کی مانند ہے جو پر فضا اور بلند چوٹی پر ہو کہ اگر زوردار بارش ہو تو اپنا پھل دوگنا دے ورنہ ہلکی سی
پھوار اور شبنم بھی اسکو کافی ہو جاتی ہے,اس طرح ان کے نفقات بھی,چاہے کم ہو یا زیادہ عند اللہ کئی کئی
گنا اجر وثواب کے باعث ہونگے جَنَّۃٌ اس زمین کو کہتے ہیں جس میں اتنی کثرت سے درخت ہوں
جو زمین کو ڈھانک لیں یا وہ باغ جس کے چاروں طرف باڑھ ہو اور باڑ کی وجہ سے باغ نظروں سے
پوشیدہ ہو۔یہ جن سے ماخوذ ہے،جن اس مخلوق کا نام ہے جو نظر نہیں آتی پیٹ کے بچے کو جنین کہا

جاتا ہے کہ وہ بھی نظر نہیں آتا, دیوانگی کو جنون سے تعبیر کرتے ہیں کہ اس میں بھی عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے اور جنت کواس لئے جنت کہتے ہیں کہ وہ نظروں سے مستور ہے۔ رَبْوَۃ اونچی زمین کو کہتے ہیں۔ وَبِل تیز بارش۔

ۃ۔٢٦٦ اَیَوَدُّ اَحَدُکُمْ اَنْ تَکُوْنَ لَہٗ جَنَّۃٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ اَعْنَابٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا
الْاَنْھٰرُ لا لَہٗ فِیْھَا مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ لا وَ اَصَابَہُ الْکِبَرُ وَلَہٗ ذُرِّیَّۃٌ ضُعَفَآءُ فَاَصَابَھَآ
اِعْصَارٌ فِیْہِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ط کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّکُمْ تَتَفَکَّرُوْنَ ہ ع ر ٣٦۔ع

کیا تم میں سے کوئی بھی یہ چاہتا ہے کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو، جس میں نہریں بہہ رہی ہوں اور ہر قسم کے پھل موجود ہوں، اس شخص کا بڑھاپا آ گیا ہو اور اس کے ننھے ننھے سے بچے بھی ہوں اور اچانک باغ کو بگولہ لگ جائے جس میں آگ بھی ہو، پس وہ باغ جل جائے (١) اس طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آیتیں بیان کرتا ہے تاکہ تم غور فکر کرو۔

١۔٢٦٦ اسی ریاکاری کے نقصانات کو واضع کرنے اور اس سے بچنے کے لئے مزید مثال دی جارہی ہے جس طرح ایک شخص کا باغ ہو جس میں ہر طرح کے پھل ہوں (یعنی بھرپور آمدنی کی امید ہو) وہ شخص بوڑھا ہو جائے اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں ضعیفی کی وجہ سے محنت اور مشقت سے عاجز ہو چکا ہو اور اولاد بھی اسکے بڑھاپے کا بوجھ اُٹھانے کی بجائے خود اپنا بوجھ اٹھانے کے قابل بھی نہ ہو اس حالت میں تیز اور تند ہوائیں چلیں اور سارا باغ جل جائے اب نہ وہ خود دوبارہ اس باغ کو آباد کرنے کے قابل نہ رہا ہو اور نہ اس کی اولاد یہی حال ان ریاکار خرچ کرنے والوں کا قیامت کے دن ہوگا۔ کہ نفاق و ریاکاری کی وجہ سے ان کے سارے اعمال اکارت چلے جائیں گے۔

ۃ۔٢٦٧ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ وَ مِمَّآ اَخْرَجْنَا لَکُمْ مِّنَ
الْاَرْضِ وَ لَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْہُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِیْہِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْہِ ط

وَاعْلَمُوْ آ اَنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ہ

اے ایمان والو اپنی پاکیزہ کمائی میں سے اور زمین میں سے تمہارے لئے ہماری نکالی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرو(۱) ان میں سے بری چیزوں کے خرچ کرنے کا قصد نہ کرو جسے تم خود لینے والے نہیں ہو ہاں اگر آنکھیں بند کرلو تو(۲) اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ بے پرواہ اور خوبیوں والا ہے۔

۲۶۷۔۱ صدقے کی قبولیت کے لئے جس طرح ضروری ہے کہ ریاکاری سے پاک ہو جیسا کہ گزشتہ آیات میں بتایا گیا ہے اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ وہ حلال اور پاکیزہ کمائی سے ہو چاہے وہ کاروبار (تجارت وصنعت) کے ذریعے سے ہو یا فصل اور باغات کی پیداوار سے۔ اور یہ فرمایا کہ خبیث چیزوں چیزوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا قصد مت کرو'' خبیث سے ایک تو وہ چیزیں مراد ہیں جو غلط کمائی سے ہوں اللہ تعالیٰ اسے قبول نہیں فرماتا۔

۲۶۷۔۲ یعنی جس طرح تم خود ردی چیزیں لینا پسند نہیں کرتے، اسی طرح اللہ کی راہ میں بھی اچھی چیزیں خرچ کرو۔

۲۶۸۔ اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَ یَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ وَاللّٰہُ یَعِدُکُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَ فَضْلًا ط وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ہ

شیطان تمہیں فقیری سے دھمکاتا ہے اور بے حیائی کا حکم دیتا ہے(۱) اور اللہ تعالیٰ تم سے اپنی بخشش اور فضل کا وعدہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ وسعت والا اور علم والا ہے۔

۲۶۸۔۱ یعنی بھلے کام میں مال خرچ کرنا تو شیطان ڈراتا ہے کہ مفلس اور قلاش ہو جاؤ گے۔ لیکن برے کام پر خرچ کرنا ہو تو ایسے اندیشوں کو نزدیک نہیں پھٹکنے دیتا۔ بلکہ ان برے کاموں کو اس سجا اور سنوار کر پیش کرتا ہے جس پر انسان بڑی سے بڑی رقم بے دھڑک خرچ کر ڈالتا ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ مسجد، مدرسے یا اور کسی کار خیر کے لئے کوئی چندہ لینے پہنچ جائے تو صاحب مال سو، دوسو کے لئے بار بار اپنے حساب کی

جانچ پتال کرتا ہے ۔ مانگنے والے کو بسا اوقات کئی کئی بار دوڑاتا اور پلٹاتا ہے۔لیکن یہی شخص سینما شراب، بدکاری اورمقدمے بازی وغیرہ کے جال میں پھنستا ہےتو اپنا مال بے تحاشہ خرچ کرتا ہے۔اور اسے کسی قسم کی ہچکچاہٹ اور تردد کا ظہورنہیں کرتا۔

ۃ۔۲۶۹ يُوءۡتِی الۡحِکۡمَةَ مَنۡ يَّشَآءُ وَ مَنۡ يُّئوتَ الۡحِکۡمَةَ فَقَدۡ اُوۡتِیَ خَيۡرًا کَثِيۡرًا وَمَا يَذَّکَّرُ اِلَّآ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ہ

وہ جسے چاہے حکمت اوردانائی دیتاہےاورجوشخص حکمت اورسمجھ دیا جائے وہ بہت ساری بھلائی دیا گیا(ا) اورنصیحت صرف عقلمندہی حاصل کرتے ہیں۔

۲۶۹۔ا وہ شخص جس کواللہ نے مال دیااوروہ اسے راہ حق میں خرچ کرتا ہے, دوسرا وہ جسے اللہ نے حکمت دی۔جس سے وہ فیصلہ کرتاہےاورلوگوں کواس کی تعلیم دیتاہے

ۃ۔۲۷۰ وَمَآ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ نَّفَقَةٍ اَوۡ نَذَرۡتُمۡ مِّنۡ نَّذۡرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُهٗ ط وَمَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ ہ

تم جتنا کچھ خرچ کرو یعنی خیرات اور جو کچھ نذر مانو(ا) اسے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے،اورظالموں کا کوئی مددگارنہیں۔

۲۷۰۔ا نَذَرِ کا مطلب ہے میرافلاں کام ہوگیا یافلاں مشکل سےنجات مل گئی تو میں اللہ کی راہ میں اتنا صدقہ کرونگا۔اس نذرکا پورا کرنا ضروری ہے۔اگرکسی نافرمانی یاناجائز کام کی نذر مانی ہے تو اس کا پورا کرنا ضروری نہیں نذربھی نماز روزہ کی طرح عبادت ہے اس لئے اللہ کے سوا کسی اور کے نام کی نذر ماننا اس کی عبادت کرنا جوکہ شرک ہے۔

ۃ۔۲۷۱ اِنۡ تُبۡدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ وَاِنۡ تُخۡفُوۡهَا وَ تُوۡءۡتُوۡهَا الۡفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيۡرٌ لَّکُمۡ ط وَ يُکَفِّرُ عَنۡکُمۡ مِّنۡ سَيِّاٰتِکُمۡ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ ہ

اگر تم صدقے خیرات کو ظاہر کرو تو وہ بھی اچھا ہے اور اگر تم اسے پوشیدہ پوشیدہ مسکینوں کو دے دو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے(ا) اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو مٹا دے گا اور اللہ تعلیٰ تمہارے تمام اعمال کی خبر رکھنے والا ہے۔

۲۷۱۔ا اس سے معلوم ہوا کہ عام حالات میں خفیہ طور پر صدقہ کرنا افضل ہے، سوائے کسی ایسی صورت کے علانیہ صدقہ دینے میں لوگوں کے لئے ترغیب کا پہلو ہو۔ اگر ریا کاری کا جذبہ شامل نہ ہو تو ایسے موقعوں پر پہل کرنے والے جو خاص فضلیت حاصل کر سکتے ہیں, وہ احادیث سے واضع ہے۔ تاہم اس قسم کی مخصوص صورتوں کے علاوہ دیگر مواقع پر خاموشی سے صدقہ و خیرات کرنا ہی بہتر ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ جن لوگوں کو قیامت کے دن عرش الہی کا سایہ نصیب ہوگا, ان میں وہ شخص بھی شامل ہوگا جس نے اتنے خفیہ طریقے سے صدقہ کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی یہ پتہ نہیں چلا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے۔

۲۷۲۔ۃ لَيۡسَ عَلَيۡكَ هُدٰهُمۡ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ فَلِاَنۡفُسِكُمۡ ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡنَ اِلَّا ابۡتِغَآءَ وَجۡهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ يُّوَفَّ اِلَيۡكُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تُظۡلَمُوۡنَ ۝

انہیں ہدایت پر کھڑا کرنا تیرے ذمے نہیں بلکہ ہدایت اللہ تعالیٰ دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تم جو بھلی چیز اللہ کی راہ میں دو گے اس کا فائدہ خود پاؤ گے۔ تمہیں صرف اللہ کی رضا مندی کی طلب کے لئے ہی خرچ کرنا ہے چاہے تم جو کچھ مال خرچ کرو گے اس کا پورا پورا بدلہ تمہیں دیا جائے گا(ا) اور تمہارا حق نہ مارا جائیگا

۲۷۲۔ا تفسیری روایات میں اس کی شان نزول یہ بیان کی گئی ہے کہ مسلمان اپنے مشرک رشتے داروں کی مدد کرنا جائز نہیں سمجھتے تھے اور وہ چاہتے تھے کہ مسلمان ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہدایت کے راستے پر لگا دینا یہ صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔ دوسری بات یہ ارشاد فرمائی تم جو بھی اللہ کی راہ میں

خرچ کروگے ,اس کا پورا اجر ملے گا جس سے یہ معلوم ہوا کہ غیر مسلم رشتے دار کے ساتھ بھی صلہ رحمی کرنا باعث اجر ہے۔تاہم زکواۃ صرف مسلمان کا حق ہے کسی غیر مسلم کو نہیں دی جاسکتی۔

۲۷۳۔ة لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِى الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ط وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ٥ ع

الربعہ

رکوع ۳۷

صداقات کے مستحق صرف وہ غربا ہیں جو اللہ کی راہ میں روک دیئے گئے, جو ملک میں چل پھر نہیں سکتے (۱) نادان لوگ ان کی بے سوالی کی وجہ سے انہیں مالدار خیال کرتے ہیں, آپ ان کے چہرے دیکھ کر قیافہ سے انہیں پہچان لیں گے وہ لوگوں سے چمٹ کر سوال نہیں کرتے (۲) تم جو کچھ مال خرچ کرو تو اللہ تعالیٰ اس کا جاننے والا ہے۔

۲۷۳۔۱ اس سے مراد مہاجرین ہیں جو مکہ سے مدینہ آئے اور اللہ کے راستے میں ہر چیز سے کٹ گئے ۔دینی علوم حاصل کرنے والے طلبا اور علماء بھی اس کی ذیل میں آسکتے ہیں۔

۲۷۳۔۲ گویا اہل ایمان کی صفت یہ ہے کہ فقر و غربت کے باوجود (سوال سے بچنا) اختیار کرتے اور چمٹ کر سوال کرنے سے گریز کرتے ہیں۔بعض نے الحاف کے معنی کئے ہیں بالکل سوال نہ کرنا کیونکہ ان کی پہلی صفت عفت بیان کی گئی ہے۔(فتح القدیر) اور بعض نے کہا کہ وہ سوال میں الحاح وزاری نہیں کرتے اور جس چیز کی انہیں ضرورت نہیں ہے اسے لوگوں سے طلب نہیں کرتے۔اس لئے الحاف یہ ہے کہ ضرورت نہ ہونے کے باوجود (بطور پیشہ) لوگوں سے مانگے۔اس لئے پیشہ ور گداگروں کی بجائے ,مہاجرین ،دین کے طلبا اور سفید پوش ضرورت مندوں کا پتہ لگا کر ان کی امداد کرنی وسوال کرنے سے گریز کرتے ہیں، کیونکہ دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانا انسان کی عزت نفس اور خودداری کے خلاف ہے۔اور بخاری ومسلم کی روایت میں ہے کہ ہمیشہ لوگوں سے سوال کرنے والے کے چہرے

پر قیامت کے دن گوشت نہیں ہوگا۔

ۃ۔۲۷۴ اَلَّزِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَا لَهُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّ عَلَا نِیَةً فَلَهُمْ اَجْرُ هُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ہ

جولوگ اپنے مالوں کورات دن چھپے کھلے خرچ کرتے ہیں ان کے لئے ان کے رب تعالیٰ کے پاس اجر ہے اور نہ انہیں خوف اور نہ غمگینی۔

ۃ۔۲۷۵ اَلَّزِیْنَ یَاْ کُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْ مُ الَّزِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ط ذٰلِكَ بِاَ نَّهُمْ قَالُوْ آ اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّ بٰوا م وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّ بٰوا ط فَمَنْ جَآ ءَهٗ مَوْ عِظَةٌ مِّنْ رَّ بِّهٖ فَا نْتَهٰی فَلَهٗ مَا سَلَفَ ط وَ اَمْرُهٗ اِلَی اللّٰهِ ط وَمَنْ عَادَ فَاُ و لٰئِكَ اَصْحٰبُ النَّا رِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ہ

سودخور(۱) نہ کھڑے ہونگے مگر اسی طرح جس طرح وہ کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان چھوکر خبطی بنادے(۲) یہ اس لئے کہ یہ کہا کرتے تھے کہ تجارت بھی تو سود ہی کی طرح ہے(۳) حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا اور سود کو حرام، جو شخص اللہ تعالیٰ کی نصیحت سن کر رک گیا اس کے لئے وہ ہے جو گزرا(۴) اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے(۵) اور جو پھر دوبارہ (حرام کی طرف) لوٹا، وہ جہنمی ہے، ایسے لوگ ہمیشہ ہی اس میں رہیں گے۔

۲۷۵۔۱ رِبٰوا کے لغوی معنی زیادتی اور اضافے کے ہیں۔ اور شریعت میں اس اطلاق رِبَا الْفَضْلِ قرض پر لیا گیا نفع سود ہے۔ یہ قرضہ ذاتی ضرورت کے لیا گیا ہو یا کاروبار کے لئے دونوں قسم کے قرضوں پر سود حرام ہے۔

۲۷۵۔۲ سودخور کی کفیت قبر سے اٹھتے وقت یا میدان محشر میں ہوگی۔

۲۷۵۔۳ حالانکہ تجارت میں تو نقد رقم اور کسی چیز کا آپس میں تبادلہ ہوتا ہے۔ دوسرے اس میں نفع نقصان

کا امکان رہتا ہے، جب کہ سود میں دونوں چیزیں نہیں ہیں، علاوہ ازیں بیع کو اللہ نے حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔ پھر یہ دونوں ایک کس طرح ہو سکتے ہیں۔

۲۷۵۔۴ قبول ایمان یا توبہ کے بعد پچھلے سود پر گرفت نہیں ہوگی۔

۲۷۵۔۵ کہ وہ توبہ پر ثابت قدم رہتا ہے یا سوء عمل اور فسادات کی وجہ سے اسے حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتا ہے۔ اس لئے اس کے بعد دوبارہ سود لینے والے کے لئے سزا کی دھمکی ہے۔

ۃ۔۲۷۶ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ يُرْبِى الصَّدَقٰتِ ط وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ہ

اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقہ کو بڑھاتا ہے (ا) اور اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے اور گنہگار سے محبت نہیں کرتا۔

۲۷۶۔ا یہ سود کے معنوی اور روحانی نقصان اور صدقے کی برکتوں کا بیان ہے۔ سود میں بظاہر بڑھوتری نظر آتی ہے لیکن معنوی حساب سے یا مال (انجام) کے اعتبار سے سودی رقم ہلاکت و بربادی ہی کا باعث بنتی ہے۔ اس حقیقت کا اعتراف اب یورپی ماہرین معیشت بھی کرتے ہیں۔

ۃ۔۲۷۷ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ہ

بے شک جو لوگ ایمان کے ساتھ (سنت کے مطابق) نیک کام کرتے ہیں نمازوں کو قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں ان کا اجر ان کے رب تعالیٰ کے پاس ہے ان پر نہ تو کوئی خوف ہے، نہ اداسی اور غم

ۃ۔۲۷۸ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِىَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ہ

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو سود باقی رہ گیا ہے وہ چھوڑ دو اگر تم سچ مچ ایمان والے ہو۔

ۃ۔۲۷۹ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَ لَا تُظْلَمُوْنَ ہ

اور اگر ایسا نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے لڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ (ا) ہاں اگر توبہ

کرلو تو تمہارا اصل مال تمہارا ہی ہے، نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔

۲۷۹۔۱ یہ ایسی سخت سزا ہے جو اور کسی معصیت کے ارتکاب پر نہیں دی گئی۔ اس لئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اسلامی مملکت میں جو شخص سود چھوڑنے پر تیار نہ ہو، تو خلیفہء وقت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس سے توبہ کرائے اور باز نہ آنے کی صورت میں اس کی گردن اڑا دے (ابن کثیر)

۲۷۹۔۲ تم اگر اصل زر سے زیادہ وصول کرو گے تو یہ تمہاری طرف سے ظلم ہوگا اور اگر تمہیں اصل زر بھی نہ دیا جائے تو یہ تم پر ظلم ہوگا۔

۲۸۰۔ة وَ اِنْ کَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰی مَیْسَرَةٍ ط وَ اَنْ وَا تَوُا الزَّکٰوۃَ لَھُمْ اَجْرُ ھَمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ تَصَدَّقُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ o

اور اگر کوئی تنگی والا ہو تو اسے آسانی تک مہلت دینی چاہئے اور صدقہ کرو تو تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے (۱) اگر تمہیں علم ہو۔

۲۸۰۔۱ زمانہء جاہلیت میں قرض کی ادائیگی نہ ہونے کی صورت میں سود در سود، اصل رقم میں اضافہ ہی ہوتا چلا جاتا تھا جس سے تھوڑی سی رقم ایک پہاڑ بن جاتی تھی اور اس کی ادائیگی ناممکن ہو جاتی تھی۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ کوئی تنگ دست ہو تو (سود لینا تو درکنار اصل مال لینے میں بھی) آسانی تک اسے مہلت دے دو اور اگر قرض بالکل ہی معاف کر دو تو زیادہ بہتر ہے، احدیث میں اس کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

۲۸۱۔ة وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَی اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰی کُلُّ نَفْسٍ مَّا کَسَبَتْ وَ ھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ o ع رکوع۔۳۸

اور اس دن سے ڈرو جس میں تم سب اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا (۱) اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

۱۸۱-۱ بعض آثار میں ہے کہ یہ قرآن کریم کی آخری آیت ہے جو نبی کریم ﷺ پر نازل ہوئی، اس کے چند دن بعد ہی آپ دنیا سے رحلت فرما گئے ﷺ (ابن کثیر)

۲۸۲-ۃ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ وَلْیَكْتُبْ بَّیْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ وَلَا یَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ یَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْیَكْتُبْ وَلْیُمْلِلِ الَّذِیْ عَلَیْهِ الْحَقُّ وَلْیَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا یَبْخَسْ مِنْهُ شَیْـًٔا فَاِنْ كَانَ الَّذِیْ عَلَیْهِ الْحَقُّ سَفِیْهًا اَوْ ضَعِیْفًا اَوْ لَا یَسْتَطِیْعُ اَنْ یُّمِلَّ هُوَ فَلْیُمْلِلْ وَلِیُّهٗ بِالْعَدْلِ ؕ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِیْدَیْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ یَكُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ؕ وَلَا یَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِیْرًا اَوْ كَبِیْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِیْرُوْنَهَا بَیْنَكُمْ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَایَعْتُمْ وَلَا یُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِیْدٌ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَیُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝

اے ایمان والو جب تم آپس میں ایک دوسرے سے میعاد مقررہ پر قرض کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو (۱) اور لکھنے والے کو چاہئے کہ تمہارا آپس کا معاملہ عدل سے لکھے، کاتب کو چاہئے کہ لکھنے سے انکار نہ کرے جیسے اللہ تعالیٰ نے اسے سکھایا ہے پس اسے بھی لکھ دینا چاہئے جس کے ذمہ حق ہو (۲) وہ لکھوائے اور اپنے اللہ تعالیٰ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور حق میں سے کچھ گھٹائے نہیں، جس شخص کے ذمہ حق ہے وہ اگر نادان ہو یا کمزور ہو یا لکھوانے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس کا ولی عدل کے ساتھ لکھوائے اور اپنے میں سے دو مرد گواہ رکھ لو۔ اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں جنہیں تم گواہوں میں پسند کر لو (۴) تاکہ ایک کی بھول چوک کو دوسری یاد دلا دے (۵) اور گواہوں کو چاہئے کہ وہ جب بلائے

جائیں تو انکار نہ کریں اور قرض کو جس کی مدت مقرر ہے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو لکھنے میں کاہلی نہ کرو، اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات بہت انصاف والی ہے اور گواہی کو بھی درست رکھنے والی ہے شک وشبہ سے بھی زیادہ بچانے والی ہے(۶) ہاں یہ اور بات ہے کہ معاملہ نقد تجارت کی شکل میں ہو جو آپس میں تم لین دین کررہے ہو تم پراس کے نہ لکھنے میں کوئی گناہ نہیں۔خرید وفروخت کے وقت بھی گواہ مقرر کرلیا کرو(۷) اور (یادرکھو کہ) نہ لکھنے والے کو نقصان پہنچایا جائے نہ گواہ کو(۸) اور تم یہ کرو تو یہ تمہاری کھلی نافرمانی ہے،اللہ سے ڈرو اللہ تمہیں تعلیم دے رہا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

۲۸۲۔۱ جب سودی نظام کی سختی سے ممانت اور صدقات وخیرات کی تاکید بیان کی گئی تو پھر ایسے معاشرے میں (قرضوں) کی بہت ضرورت پڑتی ہے کیونکہ سود تو ویسے ہی حرام ہے اور ہر شخص صدقہ وخیرات کی استطاعت نہیں رکھتا۔اسی طرح ہر شخص صدقہ لینا پسند بھی نہیں کرتا۔پھر اپنی ضروریات و حاجات پوری کرنے کے لئے قرض ہی باقی رہ جاتا ہے۔اسی لئے احادیث میں قرض دینے کا بڑا ثواب بیان کیا گیا ہے۔تاہم قرض جس طرح ایک ناگزیر ضرورت ہے اور جھگڑوں کا باعث بھی ہے۔اس لئے اس آیت میں، جسے آیۃ الدین کہا جاتا ہے اور جو قرآن کی سب سے لمبی آیت ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرض کے سلسلے میں ضروری ہدایات دی ہیں تاکہ یہ ناگزیر ضرورت لڑائی جھگڑے کا باعث نہ بنیں اس کے لئے ایک حکم یہ دیا گیا ہے کہ مدت کا تعین کرلو دوسرا یہ کہ اسے لکھ لو تیسرا یہ کہ اس پر دو مسلمان مرد کو یا ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنالو۔

۲۸۲۔۲ اس سے مراد ہے یعنی وہ اللہ سے ڈرتا ہوا رقم کی صحیح تعداد لکھوائے اس میں کمی نہ کرے آگے کہا جارہا ہے کہ یہ مقروض اگر کم عقل یا کمزور بچہ یا مجنون ہے تو اس کے ولی کو چاہئے کہ انصاف کے ساتھ لکھوالے تاکہ صاحب حق (قرض دینے والے) کو نقصان نہ ہو۔

۲۸۲۔۳ یعنی جن کی دیانتداری اور عدالت پر مطمعن ہو۔علاوہ ازیں قرآن کی اس آیت سے معلوم ا

ہوا کہ دوعورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے۔ نیز مرد کے بغیر صرف اکیلی عورت کی گواہی بھی جائز نہیں سوائے ان معاملات کے جن پر عورت کے علاوہ کوئی اور مطلع نہیں ہوسکتا۔ دوعورتیں جب ایک مرد گواہ کے برابر ہیں تو دوعورتوں اور قسم کے ساتھ فیصلہ کرنا بھی جائز ہوگا (فتح القدیر)

۲۸۲۔۴ یہ ایک مرد کے مقابلے میں دوعورتوں کو مقرر کرنے کی علت وحکمت ہے۔ یعنی عورت عقل اور یاداشت میں مرد سے کمزور ہے (جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں بھی عورت کو ناقص العقل کہا گیا ہے) اس میں عورت کے شرم ساری اور فروتری کا اظہار نہیں ہے۔ کوئی اس کو تسلیم نہ کرے تو اور بات ہے۔ لیکن حقائق وواقعات کے اعتبار سے یہ ناقابل تردید ہے۔

۲۸۲۔۵ یہ لکھنے کے فوائد ہیں کہ اس سے انصاف کے تقاضے پورے ہونگے، گواہی بھی درست رہے گی (کہ گواہ اگر فوت ہوجائے) یا غائب ہوجائے تو اس صورت میں تحریر کام آئے گی، اور شک وشبہ سے بھی فریقین محفوظ رہیں گے۔ شک پڑنے کی صورت میں تحریر دیکھ کر شک دور کیا جاسکتا ہے۔

۲۸۲۔٦ یہ وہ خرید وفروخت ہے جس میں ادھار ہو یا سودا طے ہوجانے کے بعد بھی انحراف کا خطرہ ہو۔ ورنہ اس سے پہلے نقد سودے کو لکھنے سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔ بعض نے بیع سے مکان دکان، باغ یا حیوانات کی مراد لی ہے۔

۲۸۲۔۷ ان کو نقصان پہنچانا یہ ہے کہ دور دراز کے علاقے میں ان کو بلایا جائے کہ جس سے ان کی مصروفیات میں حرج یا کاروبار میں نقصان ہو یا ان کو جھوٹی بات لکھنے یا اس کی گواہی دینے پر مجبور کیا جائے۔

۲۸۔۸ یعنی جن باتوں کی تاکید کی گئی ہے ان پر عمل کرو اور جن چیزوں سے روکا گیا ہے، ان سے اجتناب کرو۔

۲۸۳۔ۃ وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ

بَعۡضًا فَلۡيُؤَدِّالَّزِى ا ئوتُمِنَ اَمَا نَتَهٗ وَلۡيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ط وَلَا تَكۡتُمُو االشَّهَا دَةَ ط وَ مَنۡ
رکوع يَّكۡتُمۡهَا فَاِنَّهٗۤ ا ثِمٌ قَلۡبُهٗ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ عَلِيۡمٌ ٥ ع

اور اگر تم سفر میں ہو اور لکھنے والا نہ پاؤ تو رہن قبضہ میں رکھ لیا کرو (۱) ہاں آپس میں ایک دوسرے سے مطمئن ہو تو جسے امانت دی گئی ہے وہ اسے ادا کردے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے جو اس کا رب ہے۔ (۲) اور گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو اسے چھپالے وہ گناہ گار دل والا ہے (۳) اور جو کچھ تم کرتے ہو اسے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے،

۲۸۳۔۱ اگر سفر میں قرض کا معاملہ کرنے کی ضرورت پیش آئے وہاں لکھنے والا یا کاغذ پنسل نہ ملے تو اس کی متبادل صورت بتلائی جا رہی ہے کہ قرض لینے والا کوئی چیز قرض دینے والے کے پاس گروی رکھ دے اس سے گروی کی مشروعیت اور اس کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ نبی ﷺ نے بھی اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس گروی رکھی تھی۔ اگر گروی رکھی ہوئی چیز ایسی ہے جس سے نفع موصول ہوتا ہے تو اس نفع کا حقدار مالک ہوگا اور گروی رکھی ہوئی چیز پر کچھ خرچ ہوتا ہے تو اس سے وہ اپنا خرچ وصول کرسکتا ہے۔ باقی نفع مالک کو ادا کرنا ضروری ہے۔

۲۸۳۔۲ یعنی اگر ایک دوسرے پر اعتماد ہو تو بغیر گروی رکھے بھی ادھار کا معاملہ کرسکتے ہو۔ امانت سے مراد یہاں قرض ہے۔ اللہ سے ڈرتے ہوئے اسے صحیح طریقے سے ادا کرے۔

۲۸۳۔۳ گواہی کا چھپانا کبیرہ گناہ ہے اس لئے اس پر سخت (وعید) سزا یہاں قرآن اور احادیث میں بیان کی گئی ہے، اسی لئے گواہی دینے کی فضیلت بھی بڑی ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا" وہ سب سے بہتر گواہ ہے جو گواہی طلب کرنے سے قبل ہی از خود گواہی کے لئے پیش ہو جائے۔

۲۸۴ة لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ ط وَ اِنۡ تُبۡدُوۡ مَا فِىۡۤ اَنۡفُسِكُمۡ اَوۡ تُخۡفُوۡهُ
يُحَاسِبۡكُمۡ بِهِ اللّٰهُ ط فَيَغۡفِرُ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَ يُعَزِّبُ مَنۡ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ

قَدِيْرٌ ہ

آسمانوں اورزمین کی ہر چیزاللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہے۔تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے اسے تم ظاہر کرویا چھپاؤاللہ تعالیٰ اس کا حساب تم سے لے گا(ا) پھر جسے چاہے بخشے جسے چاہے سزاے اوراللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

۲۸۴۔ا حدیث میں آتا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام بڑے پریشان ہوئے۔انہوں نے دربار رسالت میں حاضر ہوکر عرض کیا یارسول اللہ نماز,روزہ,زکواۃ وجہادوغیرہ یہ سارے اعمال,جن کا ہمیں حکم دیا گیا ہے،ہم بجالاتے ہیں کیونکہ یہ ہماری طاقت سے بالانہیں ہیں۔لیکن دل میں پیدا ہونے والے خیالات اوروسوسوں پرتو ہمارا اختیارہی نہیں وہ تو انسانی طاقت سے باہر ہیں۔لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پر بھی محاسبہ کا اعلان فرمایا ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا چنانچہ صحابہ کرام کے جزبہ سمع و طاعت کو دیکھتے ہوئے کہا اللہ تعالیٰ نے آیت کومنسوخ فرمادیا اور نبی ﷺ نے پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت سے جی میں آنے والی باتوں کومعاف کردیا ہے۔البتہ ان پر گرفت ہوگی جن پر عمل کیا جائے یا جن کا اظہار زبان سے کردیا جائے اس سے معلوم ہوا کہ دل میں گزرنے والے خیالات پر محاسبہ نہیں ہوگا۔صرف ان پر محاسبہ ہوگا جو پختہ عزم و ارادہ میں ڈھل جائیں یا عمل کا قالب اختیار کرلیں۔

۲۸۵۔ة اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍمِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ہ

رسول ایمان لایااس چیز پر جواس کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے اترے اورمومن بھی ایمان لائے یہ سب اللہ تعالیٰ اوراس کے فرشتوں پراوراس کی کتابوں پراوراس کے رسولوں پرایمان لائے،اس کے رسولوں میں سے کسی میں ہم تفریق نہیں کرتے (ا)انہوں نے کہہ دیا کہ ہم نے سنا اوراطاعت کی،ہم

تیری بخشش طلب کرتے ہیں اے ہمارے رب اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔

۲۸۵۔ا اس آیت میں پھر ان ایمانیات کا ذکر ہے جن پر اہل ایمان کو ایمان رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس اگلی آیت (لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفسًا) میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور شفقت اور اس کے فضل وکرم کا تذکرہ ہے کہ اس نے انسانوں کو کسی ایسی بات کا مکلّف نہیں کیا جو ان کی طاقت سے بالا ہو۔ ان دونوں آیات کی حدیث میں بڑی فضیلت آئی ہے نبی ﷺ نے فرمایا" جو شخص سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں رات کو پڑھ لیتا ہے تو یہ اس کو کافی ہو جاتی ہیں (صحیح بخاری) دوسری حدیث میں ہے۔ نبی ﷺ کو معراج کی رات جو تین چیزیں ملیں ان میں سے ایک سورہ بقرہ کی یہ دو آخری آیات بھی ہیں (صحیح مسلم)

۲۸۶۔ة لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفسًا اِلَّا وُسعَھَا لَھَا مَا کَسَبَت وَعَلَیھَا مَا اکتَسَبَت ؕ رَبَّنَا لَا تُوءَاخِذنَآ اِن نَّسِینَآ اَو اَخطَانَا رَبَّنَا وَلَا تَحمِل عَلَینَآ اِصرًا کَمَا حَمَلتَہٗ عَلَی الَّذِینَ مِن قَبلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِہٖ وَاعفُ عَنَّا وَاغفِر لَنَا وَارحَمنَا اَنتَ مَولٰنَا فَانصُرنَا عَلَی القَومِ الکٰفِرِینَ ۝ ع رکوع

اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا ، جو نیکی وہ کرے وہ اس کے لئے اور جو برائی وہ کرے وہ اس پر ہے، اے ہمارے رب اگر ہم بھول گئے ہوں یا خطا کی ہو تو ہمیں نہ پکڑنا اے ہمارے رب ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جو ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا اے ہمارے رب ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں طاقت نہ ہو اور ہم سے درگزر فرما اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر تو ہی ہمارا مالک ہے، ہمیں کافروں کی قوم پر غلبہ عطا فرما۔

[redacted]